التحقیق الحسن
فی نفی
دعاء الاجتماعی
بعد
الفرائض والسنن
جس میں دعاء اجتماعی و انفرادی کی شرعی
حیثیت واضح کر دی گئی ہے۔
تالیف
حکیم مولوی عمادالدین قریشی مالک
بسرپرست
قریشی دواخانہ شربت خان روڈ ژوب
بلوچستان

وقال ربكم ادعونی استجب لکم القرآن
ترجمہ
فرمانِ رب ہے مجھے پکارو میں تمہاری سنوں گا
لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت به الحدیث
فرمانِ رسول ہے کامل ایماندار کوئی نہیں بن سکتا جبتک میرے لائے ہوئے دین پر خواہشات کو قربان نہ کرے
التحقیق الحسن فی نفی الدعا الاجتماعی
بعد
الفرائض و السنن
تالیف
العبد حکیم عماد الدین قریشی حنفی دیوبندی عفا اللہ عنہ
رکن اشاعت التوحید و السنۃ
ژوب
بلوچستان

آفسٹ ایڈیشن

ایڈیشن ——— باراول

صفحات ——— ۲۵۰

تعداد ——— ۱۵۰۰

قیمت ——— ۲۵

تصنیف ——— حکیم مولوی عماد الدین ژوب بلوچستان

کتابت ——— (مولوی) سید عبداللہ شاہ مشوانی خطیب جامع مسجد خان قلات کوئٹہ

تاریخ ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ ۱۲ جولائی ۱۹۸۲ء

——— دستیابی ———

(۱) حکیم مولوی عماد الدین قریشی دواخانہ غربت خان روڈ ژوب بلوچستان پاکستان

(۲) [illegible] میرک روڈ ،، ،،

(۳) عبدالصمد کلاتھ ہاؤس [illegible] مسجد روڈ پانی ناتھ لائن کوئٹہ ،،

تقریظ مولینا محی الدین افغانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی وفق العلماء الربانیین الذین ذبوا المحرفین لکتاب رب العالمین، وخذلوا المبتدعین الناکبین عن سنۃ سید المرسلین والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی الذی رحمۃ للعالمین، اما بعد فقد اسبق الیّ بعض الاخوانی فی اوان تفسیر شیخ القرآن مولینا محمد طاھر لبعد رمضان الرسالۃ المسماۃ بالتحقیق الحسن فی نفی الدعاء الاجتماعی بعد الفرائض والسنن للفاضل الکامل المظہر للسنن المضمحل للمخترعات، والفتن وانا مشتغل بتفسیر شیخی فطالعت بعضھا وقد وجدتھا مشتملۃ علی الدلائل الدامغۃ للبدع المخترعۃ خصوصًا فی الدعاء الاجتماعی المتکیفۃ بکیفیۃ موافقۃ المقتدیین مع الامام اولاً وآخراً وطولاً وقصراً بعد الفرائض والسنن جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ونفع اللہ تعالیٰ بھا الصلحاء والکرماء ووفق اللہ تعالیٰ لمثل ذالک العلماء والطلباء، آمین ثم آمین

الاحقر محی الدین افغانی القاریابی عفی عنہ الغنی، ۱۰ ۲ سلمیہ ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء

تقریظ، مولینا علی گل صافی کوچی بلوچستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ العَلِی العَظِیم، وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم
الذی ھو خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ الذین ھم خلاصۃ
العرب العرباء اما بعد فیقول الضعیف الذلیل السائل من
رب الجلیل علی گل انی طالعت رسالۃ التحقیق الحسن فی
نفی الدعاء الاجتماعی بعد فرائض والسنن للعلامۃ القامع
للشرک والبدعۃ المعلن والرافع للتوحید والسنۃ
الفاضل المولوی الحکیم عماد الدین القریشی ادامہ
اللہ تعالیٰ الذب المخالفین عن الدین البیضاء آمین یارب العالمین
وجدتہا کاملۃً وافیۃً فی رد بعض بدعات اھل زماننا
وہی موافقۃ للتحقیق الحقیق والحق احق بالاتباع وان خالفہ
الجمہور اللّٰھم اعط لمصنفہا عطاءً جزیلاً واجعلہا
لہٗ ذریعۃً الی قرب الرحمٰن ونجاۃً من النیران

بقلم العبد الذلیل علی گل صافی کوچی بلوچستان
۷ شوال سنہ ۱۴۰۱ ہجری سنہ ۱۹۸۱ء

تقریظ مولینا ولی اللہ الافغانی کابل کرام

حال نزیل بنج پیر ۔ ۔ ۳ شوال ۱۴۰۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل له عوجاً وغمۃً والصلوٰۃ والسلام علی من خصہ بین سائر انبیائه بان بعثه کافۃ للناس رحمۃً وعلی اٰله واصحابه الذین قاموا باداء ما ائتمنوا علیه الی الامۃ ۔ اما بعد فقد امر اللہ تعالیٰ نبیه علیه الصلوٰۃ والسلام بقوله یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك وان لم تفعل فما بلغت رسالته

واخذ من علماء امته المیثاق بقوله لتبیننه للناس ولا تکتمونه واوصی نبیه علیه الصلوٰۃ والسلام امته بقوله الا فلیبلغ الشاهد الغائب ولم تزل الامۃ تأخذ دینها خلفها عن سلفها روایۃً وفعلاً وهم امناء اللہ فی الارض فما لم یکن حین ذاك دیناً لا یکون الیوم دیناً۔ وهذا الذی ندین به ونلقی اللہ عز وجل به

وقد شاعت فی زماننا هذا من البدع والمنکرات ما لا یحصیه الا اللہ عز وجل وکم من مباح جعلوه واجباً او فرضاً فغیروا دین اللہ تعالیٰ وبدلوه وهذا الذی وعده الشیطان بقوله ولاٰمرنهم فلیغیرن خلق اللہ وعلیه ۔ نبهنا اللہ بقوله احسب الناس

ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون وبقوله عزّ و

جل لتركبن طبقاً عن طبق وحذرنا عنه عليه الصلوة والسلام

بقوله لتتبعن سنن من كان قبلكم الحديث

ولم تزل الامة تدافع عن دينها وتناضل عن سنن نبيه ايماداً

ونضال فرحمهم الله عز وجل وهذه سنة الله تعالى انا نحن

نزلنا الذكر وانا له لحافظون لا تزال طائفة من امتى منصورين على

الحق لا يضرهم من خذلهم، ولن تجد لسنة الله تبديلا،

- ومما شاع فى زماننا من البدع ما ذكر فى الرسالة،

التحقيق الحسن فى نفى الدعاء الاجتماعى بعد الفرائض والسنن

للاخ العالم الفاضل المولوى عماد الدين القريشى وقد حقق،

المؤلف، وفقه الله تعالى جميع جمعات المسئلة مما لا يزيد،

عليه فلمثل هذا فليعمل العاملون وفى ذالك فليتنا

فس المتنا فسون ولعلها تكون انموزجاً فى اخواتها فى

كثرة الادلة ونقول فيما فنفع الله بها المؤمنين

و وفقه الله تعالى للمزيد عليها

وانا العبد ولى الله الافغانى كابل گرام

حال نزيل بنج بير، ۱۲ شوال ۱۴۱۰ھ

شکریہ!

محترم مولانا صبغۃ اللہ شیرانی

مؤلف "اصلی دیو بندی حنفی کون" اور لسد باب الفتنہ عن دعاۃ التوحید والسنۃ"

اور کتاب خلاصۃ السیرۃ المصطفویہ صدر مدرس مدرسۃ صوت القرآن ژوب

بلوچستان کا بے حد مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے میری کتاب

"التحقیق الحسن فی نفی دعاء الاجتماعی بعد الفرائض والسنن" کو

اپنا ہی تصنیف سمجھ کر اس کی تصحیح اردو اور ترجمہ میں میری بڑی

مدد کی۔ اور اسی طرح مضامین کی تصحیح میں مخلصانہ راہنمائی کی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی خداداد صلاحیتوں استعداد اور

فیاضانہ علم سے ہم نے بہت استفادہ کیا۔

اللہ تعالٰی ان جیسے مخلص اور بے لوث علماء ربانیین کو

جزاء خیر عنایت فرمائے اور "اشاعت توحید والسنۃ" کیلئے

زندگی دراز نصیب فرمادیں اور ذب

عن الدین المتین کیلئے ہمیں اور

آنجناب کو حوصلہ و

استقامت کی توفیق

بخشدے

آمین

وما ذالک علی اللہ بعزیز ۔ کمترین بندگان حکیم عماد الدین ترینی عفی عنہ

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا۔

وصلوٰتُ اللّٰہ وسلامہٗ علٰی مَن بعثہٗ رسولًا الٰی کافّۃ الخلق بشیرًا ونذیرًا واوجب علینا طاعتہ وحذّرنا عن مخالفتہ۔ فقال وھو الصادق فی المقال:۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔

(مُقدّمہ)

اضعف عباد اللہ المومنین بندہ عماد الدین عامۃ المومنین کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ ہر مسلمان جو قرآن و حدیث کے معلومات پر تھوڑی بھی نظر رکھتا ہو اور شریعت اسلامیہ کے تقاضوں کے ساتھ کچھ مناسبت رکھتا ہو۔ یقینی طور پر جانتا ہے کہ مدار نجات اور حصول فلاح اخروی موقوف ہے "عقیدۂ توحید" رب اکبر پر جس کا وہ کلمہ طیبہ کی جزءِ اول " لا الٰہ الا اللہ " میں اقرار کرتا ہے اور اتباع پیغمبر پر جس کا وہ کلمہ طیبہ کی جزو دوم "محمد رسول اللہ" میں اعتراف کرتا ہے۔ لہٰذا عمل صالح کا شرک کے ساتھ اعتبار نہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (زمر)

ترجمہ :۔ اگر خدانخواستہ تو نے شرک کیا تو تیرے تمام اعمال ضائع ہوجائینگے
لہذا یقیناً نقصان اٹھانیوالوں میں سے ہوجائیگا اور اسیطرح بدعت جو طریقۂ سنت کی ضد اور مقابل ہے کے ارتکاب کے باوجود ان کا عمل صالح حبطاً
ہوجاتا ہے ارشاد خداوندی ہے قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا الذين
ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وهم يحسبون انهم يحسنون
صنعا (کہف) ترجمہ :۔ کہدو کیا ہم تمکو ان لوگوں کے متعلق بتائیں جو اعمال کے
اعتبار سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں یہ لوگ وہ ہیں جن کی کوشش زندگی دنیا میں
رائیگان گئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اچھا عمل کرتے ہیں۔ یعنی بدعت کرنیوالے
بھی اپنے اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں حالانکہ وہ خالص نقصان میں ہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے جسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے دین میں
وہ کام کیا جسکے کرنے پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ (کام) مردود یعنی نامقبول ہے۔ اور
اتباع جس طرح اصل عمل میں واجب ہے ویسا ہی وصف اور کیف عمل میں
بھی واجب اور ضروری ہے یعنی اگر کسی نے مثلاً چھٹی نماز تجویز کرکے پڑھنے لگا تو
بدعت کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ یا عدد رکعات نماز پر اضافہ کیا تو سزائے
بدعت کا حقدار ہوا بالکل اسی طرح اگر نوافل و مستحبات میں کسی ایسے وقت کی
تخصیص یا زمانہ کی تخصیص یا حالت اور کیفیت کی تخصیص اپنے طرف سے پیدا کرکے
معمول بناتا ہے جو قرآن و حدیث یا زمانۂ خیر القرون میں نہ ہو تو وہ بھی یقیناً بدعت

ہوگا اور اس کا کرنے والا بدعتی شمار ہوگا۔ اور اس سزا جو بدعت کرنے والے پر وارد ہے، کا مصداق ہوگا۔ اور سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین کا یہی عقیدہ تھا مثلاً (۱) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا تکبیر و تہلیل و تسبیح مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے والوں پر انکار کرنا (مسند دارمی صـ۳۸)

(۲) اور عبداللہ ابن عمرؓ کا چاشت کی نماز کو مسجد میں اہتمام کے ساتھ پڑھنے کو بدعت کہنا (بخاری و مسلم)

(۳) اذان کے بعد تثویب (دوبارہ اعلان نماز) کرنے والے کو ابن عمرؓ کا بدعتی کہنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر کے چلے جانا (ترمذی)

(۴) حضرت علیؓ کا عیدگاہ میں نوافل پڑھنے سے اس لئے روکنا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا (شرح مجمع البحرین)

(۵) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز عصر ہو چکنے کے بعد نفل پڑھنے سے سخت لہجہ میں اس لئے منع کرنا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت نہیں ہے (حاکم والذہبی)

(۶) اور حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کا ختنہ کی دعوت طعام سے محض اس لئے انکار کرنا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم کی دعوت میں حاضر نہیں کئے جاتے (مسند احمد صـ۲۱۷)

(۷) اور حضرت عائشہؓ عقیقہ میں اونٹ ذبح کرنے سے اس لئے منع کرنا کہ سنت کے خلاف ہے جو لڑکے کے واسطے دو بکریاں اور لڑکی کے واسطے

ایک بکری ہے (مستدرک ص۲۳۸ ج۴) وغیرہ وغیرہ حالانکہ ان سب چیزوں کا اصل ثابت ہے ان حضرت کا انکار صرف ان تخصیصات اور کیفیات پر تھا جو منقول عن الشارع نہیں ہیں اور ان کے بعد فقہاء احناف وغیرہم نے بہت سے چیزوں کے کرنے پر محض اس لئے انکار کیا ہے اور حرام یا بدعت اور مکروہ اس لئے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین سے ان کا کوئی ثبوت نہیں نہ یہ کہ منع وارد ہے جن کی نقل کرنے کی اس مقدمہ میں گنجائش نہیں ہے۔

جب اس مختصر بیان سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اتباع سنت خصوصًا امور عبادہ میں ہر عمل کے اصل اور وصف میں ضروری ہے اور شرط قبولیت ہے ورنہ جرم اور موجب عذاب ومواخذہ ہے اور چونکہ دعاء بھی امور عبادۃ میں سے ہے بلکہ مخ العبادۃ یعنی عبادت کا مغز ہے جیسے ترمذی شریف میں بروایت حضرت انس رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث منقول ہے پس اس میں بھی وہی دعاء عمل صالح اور مقرون بالاجابت ہوگی جو کہ طریقۂ مسنونہ کے مطابق ہو اور وہ دعاء جو طریقۂ مسنونہ کے خلاف مانگی جاتی ہے بدعت اور مردود غیر مقبول ہوگی۔ چونکہ آجکل اکثر بلاد میں دعاء کا مسنونہ طریقہ متروک العمل ہوچکا ہے اور خلاف سنّت طریقہ پر دعاء مروج اسی وجہ سے بے اثر ہے اور مسلمانوں کی مشکلات کا ازالہ اس سے نہیں ہوتا تو کافی غور وخوض اور تحقیق وتدقیق تلاش وجستجو کے بعد اس کا شرعی ثبوت نہیں ملا بلکہ سنت طریقہ اس کا خلاف پایا اور زید وعمر کا قول وعمل اور روایات وعبارات میں غیر مناسب تاویل اور کھینچ وتھان کرکے نسبت بدعت سے بچنے کی سعی نامراد

نے کوئی اطمینان نہ بخشا جب کہ فرضوں اور سنت نمازوں وغیرہ کے بعد امام کا مقتدیوں کے ساتھ اجتماعی دعاء کی پابندی نہ کرے تو مقتدی اور متولی مسجد ناراض ہو کر اس کو امامت سے واجب العزل سمجھتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز باجماعت کو چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھنے لگتے ہیں اور جو اس دعاء کو اس کیفیت کے ساتھ نہ کرے اسکو مستحق امامت ہی نہیں سمجھتے اگرچہ اس میں تمام وہ شرائط امامت موجود کیوں نہ ہوں جو شرعاً ضروری ہیں اور فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کئے ہیں اور اس کو اس دعاء اجتماعی (خلاف سنت) کے ترک کی وجہ سے مستحق اذی اور طعن وتشنیع سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جاہل مبتدع (دشمن سنت) غیر متقی امام کو ترجیح دیتے ہیں کما لا یخفیٰ" اس لئے ارادہ ہوا کہ بتوفیق الٰہی اس رسالہ میں دعاء کی شرعی حیثیت اور مسنون کیفیت مدلل بیان کروں اور خلاف سنت کرنے والوں کے تمام بے بنیاد شبہوں کا جواب دوں تاکہ سنت پر عمل کرنیوالوں کے لئے دعا کا شرعی اور مؤثر طریقہ واضح ہو جائے اور خلاف سنت کرنے والوں پر اتمام حجت ہو سکے اور فریضہ تبلیغ حق کا حق ادا ہو جائے۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ اور اس کے ضمن میں سنت طریقوں کی پوری اہمیت اور بدعت کی حقیقت اور مذمت معلوم کی جائے وَمَا أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۔

حکمت محض ہست وکرم لطف جہان آفرین ۞ خاص کند بندہ عاجز مصلحت عام را

مسئلہ دعاء میں ضروری تفصیل

۱۔ دعاء بعد سنت قبلیہ جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔
۲۔ فرض نمازوں کے بعد ۳۔ سنت موکدہ جو فرض نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہے ۴۔ بعد التراویح ہر رات میں ۵۔ بعد ختم القرآن فی التراویح ۶۔ بعد نماز جنازہ ۷۔ بعد طعام ضیافت ۸۔ تعزیۂ میت کے وقت ۹۔ بعد از فراغت تعلیم ۱۰۔ پس از تقریر و بیان ۱۱۔ خیرات یعنی صدقہ دینے والے کیلئے ۱۲۔ حج کو روانگی کے وقت ۱۳۔ حج سے واپسی کے وقت عند الملاقات و المصافحہ ۱۴۔ قبر پر بعد از دفن میت ۱۵۔ منگنی کے بعد ۱۶۔ دلہن کو والد کے گھر سے روانگی کے وقت ۱۷۔ دو فریقین متخاصمین کے درمیان صلح کے بعد ۱۸۔ کسی اہم کام پر مشورہ کے بعد ۱۹۔ طوفان یا مرض یا آفت عام سے نجات پانے کیواسطے ۲۰۔ یا کسی دشمن کے خوف کے وقت ۲۱۔ بوقت سورج گرہن یا چاند گرہن ان مذکورۃ الصدر وغیرہ مقامات میں انفرادی طریقے سے ہر ایک الگ الگ اپنے طور پر اگر کوئی ہاتھ اٹھائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء مانگ لے عاجزی کے ساتھ اور خفیہ و آہستہ بلا ریاء و نمود تو اسطرح دعا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اور بعض مقامات میں مستحب ہے مگر یہ سب انفرادی طور پر جیسے نماز فرض سے سلام کے بعد اور بعد اوسنن

وتلاوت قرآن وطعام ضیافت وغیرہ کیونکہ مطلق آیات میں اور احادیث میں ترغیب دعار وارد ہے ۔ مگر ان مقامات مذکورہ اور غیر مذکورہ میں سوائے واقعۂ استسقاء بہیئت اجتماعی کرنا چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون سے ثابت نہیں لہٰذا ان مقامات میں دوام یا التزام کے ساتھ بہیئت اجتماعی دعار کرنا بدعت اور ناجائز ہے ۔ خصوصًا جبکہ چھوڑنے والے پر یا منع کرنے والے پر طعن وتشنیع کی جائے ۔ ہیئت اجتماعی دعار کے ساتھ لازم قرار دینا یقینًا عوام الناس کے عقیدے کے فساد کا موجب بنتا ہے وہ یہی سمجھنے لگتے ہیں کہ بس دعار کا یہی اجتماعی طریقہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں ؛

اب ہم اس مدعی کے اثبات کیلئے تفصیلی دلائل و شواہد بر دار متعدد ابواب در فصلوں میں بیان کرتے ہیں ۔ یہ کام یعنی ترویج سنت وتردید بدعت اور اسمیں تالیف اگرچہ کافی سخت دشوار گذار کام ہے مگر توفیق اللہ تعالیٰ سے ہم نو رش ہی خوش ہیں ۔ بزنجیر و طوق و دار سے بس جا بجا ملے مشق سے تو راہ عشق میں ۔

باب اول

فرض نمازوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کنت اعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر (متفق علیہ)

ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ مجھے ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا تکبیر کہنے سے معلوم ہوتا تھا (بخاری ومسلم)

(۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلّم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللّٰهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام ۔	روایت ہے وہ کہتی ہے کہ نبی علیہ السلام جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتے تو بیٹھے بیٹھے صرف اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام کہنے کے بعد مزید نہ بیٹھتے تھے
(رواہ مسلم ص ۲۱۸ ج ۱)	(روایت کیا ہے مسلم نے)
(۳) وعن ثوبان رضی الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انصرف من صلوته استغفر ثلثاً وقال اللهم انت السلام . الخ	۳۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز سے سلام پھیر کر تین بار استغفار کہتے اور اللہم انت السلام الخ بھی پڑھتے تھے۔
رواہ مسلم ص ۲۱۸ ج ۱ مشکوٰۃ ص ۸۸ ج ۱)	(روایت کیا مسلم مشکوٰۃ ص ۸۸ ج ۱ ابوداؤد ص ۲۱۲ ج ۱)
(۴) وعن مغيرة بن شعبة ان النبی صلی الله عليه وسلم كان يقول فی دبر كل صلوة مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد	۴۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فرض نمازوں کے پیچھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ تا آخیر کہتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے نہیں خدا کے سوا عبادت کا

وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذالجد منک الجد۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۸۸ج۱ بخاری ص۹۳۷ج۲ ابوداؤد ج۱ ص۲۱۲)

حقدار کوئی۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ خاص ہیں اسی کیلئے سب تعریفیں وہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ جو کچھ آپ دیتے ہیں کوئی روکنے والا نہیں جسکو آپ روکیں کوئی دینے والا نہیں۔ کسی کوشش کو بغیر آپکے اس کا کوشش فائدہ نہیں دے سکتا۔

(بخاری ومسلم نے روایت کیا)

---

(۱) ابن عباس رضی اللہ کی حدیث سے فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبیر کہنا ثابت ہوا۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے سلام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللھم انت السلام ذکر ثابت ہوتا ہے۔

(۳) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سلام کے بعد تین دفعہ استغفار اور اللھم انت السلام ثابت ہوتا ہے۔

(۴) حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے لا الہ الا اللہ وحدہٗ الخ ذکر کرنا سلام کے بعد ثابت ہوتا ہے۔

دعوا کل قول عند قول محمد ÷ فقول رسول اللہ اولیٰ واوثق

---

(۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ۵۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال صلّی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدی صلاتی العشی قال ابن سیرینؒ سماھا ابو ھریرۃ ولکن نسیت انا قال وصلّی بنا رکعتین ثم سلم فقام الی خشبۃ معروضۃ فی المسجد فاتکاء علیھا کانہ غضبان ووضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری وشبک بین اصابعہ ووضع خدہ الایمن علی ظھر کفہ الیسری وخرجت سرعان القوم من ابواب المسجد۔ الحدیث (بخاری ص۶۹/۱۷)

فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر ان دو نمازوں میں سے ایک نماز باجماعت پڑھائی ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضؓ نے خاص علی التعین بتادیا کہ عصر کے نماز تھا یا ظہر کے۔ لیکن میں بھول گیا حضور صلعم نے دو رکعت پر سلام پھیر کر کھڑے ہوگئے اور ایک لکڑی (جو مسجد میں پڑی تھی) پر تکیہ لگایا حضرت کے غصے جیسی حالت معلوم ہوتی تھی ایک ہاتھ کی انگلی دوسرے ہاتھ کی انگلی میں ڈالدی اور دایاں ہاتھ بایاں پر رکھ کر اور دایاں چہرہ مبارک بایاں ہاتھ کے پشت پر رکھدیا۔ اس اثنا میں جلد باز نمازی مسجد کے دروازوں سے نکل گئے تھے حدیث تا آخر (بخاری)

---

(۶) ان عبد اللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنھما قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

صلوٰۃ العشاء فی آخر حیاتہ فلما سلم قام النبی صلی اللہ فقال ارأیتکم لیلتکم ھذہ فان رأس مائۃ سنۃ لا یبقیٰ من ھو الیوم علی ظھر الارض احد ۔ (بخاری ص۲۲ ج۱)

عشاء کی نماز پڑھائی عمر کے آخری حصے میں جب حضرت نے سلام پھیرا تو اٹھ کھڑا ہوا (اور) فرمانے لگا کہ اس بات کو یاد رکھنا کہ اس رات سے لیکر ایک سو سال پورا ہونے تک جو آج زندے ہیں کوئی نہیں بچے گا سو سال پورے ہونے پر سب مرجائیں گے (بخاری)

---

(۷) عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قال صلیت وراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ العصر فقام مسرعًا فتخطی رقاب الناس الی بعض حجر نسائہ (الی قولہ) فقسمتہ (بخاری ص۱۱۷ ج۱)

۷۔ عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز عصر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی مدینہ منورہ میں پس متصل جلد کھڑا ہوا پس لوگوں کے گردنیں پھاند کر قدم اٹھاتے یہاں تک کہ بیویوں میں سے ایک بیوی کے حجرے تک پہنچ گیا (یہانتک کہ فرمایا) کہ میں نے تقسیم کیا (بخاری)

---

(۸) عن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ

۸۔ مالک بن بحینہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

عليه وسلم رأى رجلاً وقد اقيمت الصلوة يصلي ركعتين فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه لاث به الناس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح اربعًا ۔

(بخاری صـ ۹۱ / ۱ج)

ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز باجماعت کھڑی ہے مگر وہ شخص دو رکعت نماز علیحدہ پڑھتا ہے جب نماز جماعت ختم ہوئی تو تو لوگ حضورؐ کے ارد گرد بیٹھ گئے (پس بطور زجر کے اس آدمی کو) فرمانے لگے کیا تو نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھی؟

(بخاری)

---

(۹) عن هند بنت الحارث ان ام سلمة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم قام النساء حين يقضي تسليمه مكث يسيرًا قبل ان يقوم

(بخاری صـ ۱۱۶ / ۱ج)

۹۔ ہندہ بنت الحارثؓ فرماتی ہے کہ ام سلمہؓ نے فرمایا کہ بیشتر طور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بہت تھوڑی دیر بیٹھتے تھے اسواسطے کہ عورتیں مسجد سے مردوں سے پہلے نکل جائیں اور مردوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں (بخاری)

---

(۱۰) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان النبي صلى

۱۰۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

اللہ علیہ وسلم اذا قضا صلوتہ انتقل سریعًا اما ان یقوم و اما ان ینحرف عینی شرح البخاری (ص ١٣٩ / ج ٦-٧)

جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو بیشتر جلد بنقل مکانی فرماتے یا جلد اٹھ کھڑے ہوتے یا جلد ایک دوسرے طرف مڑ جاتے تھے۔ (بخاری شرح)

---

(١١) وکان الصدیق رضی اللہ عنہ اذا سلم کان علی الرضفۃ حتی ینھض عن انس رضی اللہ عنہ صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان اذا سلم یقوم وصلیت خلف ابو بکر رضی اللہ عنہ وثب کانہ علی رضفۃ (عینی شرح بخاری ص ١٣٩ / ج ٣)

١١۔ اور حضرت صدیق رض جب سلام پھیرتے تو اتنا جلد اٹھ کھڑے ہوتے تھے گویا وہ گرم پتھر پر ہیں۔ اور انس رض فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی تو بیشتر جب سلام پھیر لیتے کھڑے ہو جاتے تھے اور میں نے ابو بکر رض کے پیچھے بھی نماز پڑھی جب وہ سلام پھیر لیتے تو اتنا جلد کھڑے ہو جاتے گویا وہ گرم پتھر پر بیٹھے ہیں (عینی)

٥۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام پھیرنے کے بعد حضور ؐ متصل کھڑے ہوئے۔ کیونکہ مقام میں فاء تعقیب مع الوصل پر دلالت کرتا ہے تو بمقتضائے حدیث اجتماعی دعا کا محل نہ رہا۔ جیسے فاء کا تقاضا ہے۔

(۶) اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ آج جو زندے ہیں سو سال پورے ہونے سے پہلے پہلے سب مرجائیں گے۔ سلام کے بعد حضرت نے نہ دعا مانگی نہ کوئی ورد پڑھا بلکہ قیام فرما کر تکلم شروع کیا اور حدیث نمبر عقبہ سے بغیر کچھ کہنے خاموش کھڑا ہونا اور صفوں کو چیرنا اپنے گھر تشریف لے جانا اور مال تقسیم کرنا ان سب سے ثابت ہوتا ہے کہ سلام پھیر لینے کے بعد کوئی دعا اجتماعی نہیں مانگی۔

اور حدیث نمبر مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ میں سلام پھیرنے کے بعد حاضرین اکھٹے ہوتے ہیں اور حضورؐ کا اکیلے نماز پڑھنے والے کو مخاطب ہو کر کہنا کہ کیا نماز صبح چار رکعت پڑھی جاتی ہے؟ اس حدیث سے سلام پھیر لینے کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایک شخص کو اس کی غلطی پر فوراً نماز کے بعد تنبیہ فرمائی۔

اور حدیث نمبر ۹ ہندہ بنت حارث رضؓ میں حضورؐ سلام پھیر لینے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھتے تھے تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے چلی جائیں اسمیں بھی حضور صلعم نے درنگ جو فرمایا اجتماعی دعا کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ عورتیں مردوں کیلئے راستہ خالی کر کے چلی جائیں اور اختلاط نہ ہو۔ لفظ کان ماضی استمرار پر دلالت کرتا ہے کہ حضور کا یہ دیر کرنا ہمیشہ تھا مگر دعا کیلئے نہ تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں صریح یہی وجہ بیان کیا گیا ہے

اور حدیث نمبر۱۰ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) میں حضرت کی عادت یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب نماز فرض سے فارغ ہو جاتے تو جلد فرض نماز کی جگہ خالی کر کے چلے جاتے یا وہاں سے ہٹ کر یمین یا شمال کی طرف ہوتے تھے اس حدیث میں بھی سلام پھیر لینے کے بعد دعاء وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اور حدیث نمبر۱۱ (حضرت انس رضی اللہ عنہ) میں بھی یوں بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب وہ سلام پھیر لیتے تو عادت شریفہ یہ تھی کہ کھڑے ہو جاتے تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اس کا بھی عادت کریمہ یہ تھی کہ سلام پھیر لینے کے فوراً بعد اٹھ کھڑے ہو جاتے گو یا گرم پتھروں پر ہیں۔

ان سب احادیث سے نبی رحمت کے مختلف حالات معلوم ہوتے ہیں ترتیب وار مذکورہ احادیث سے کبھی حضرت نے صرف تکبیر سلام کے بعد کہا ہے اور کبھی اللھم انت السلام الخ اور کبھی تین دفعہ استغفار اور ساتھ اللھم انت السلام جو ذکر ہے اور کبھی "لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ الخ" اور کبھی بغیر کچھ کہنے کے اٹھ کھڑے ہوتے تھے، کبھی فرض نماز سے سلام پھیر کر یوں پیشین گوئی فرماتے کہ جو زندہ ہیں وہ سو سال سے زیادہ عمر نہیں رکھتے اور کبھی فرض نماز کے سلام کے بعد خاموش کھڑے ہو کر صفوں کو چیر کر گھر چلے جاتے اور کبھی فرض نماز سے سلام پھیر کر ایک غلطی پر ایک شخص کو تنبیہ فرمائی۔ اور لوگ حضرت کے گرد دین کی باتوں سننے کے واسطے اکھٹے بیٹھتے اور کبھی فرض نمازوں کی

فراغت کے بعد تھوڑی دیر مہلت دیکر بیٹھتے رہے تا کہ عورتیں نکل جائیں۔ اور کبھی سلام پھیر کر بغیر کچھ پڑھنے کے جلدی چلے جاتے ہیں امامت کی جگہ خالی کر دیتے ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی سلام پھیر لینے کے بعد اتنا جلد امامت کی جگہ خالی کر کے چھوڑتے ہیں گویا گرم پتھروں پر بیٹھے ہیں۔ ان سب سے نبی الرحمت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد وسعت اور آسانی تھی امت پر کہ ہر ہر نمازی کو اختیار رہے علیحدہ جو چاہے کرے فرض نماز کے سلام کے بعد تکبیر کہے یا اللھم انت السلام ذکر پڑھے یا استغفار پڑھے یا لاالہ الا اللہ وحدہ الخ یا آیت کرسی پڑھے یا ۳۳ بار سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کہے یا کوئی اور وظیفہ میں مشغول رہے یا بغیر کچھ کہنے کے چلے جائے بغرض مذکورہ کاموں میں سے جو چاہے شارع کے اجازت ہے کوئی پابندی نہیں۔ پابندی صرف نماز میں تھی کیونکہ امام سے پہلے نہ قیام نہ رکوع نہ سجدہ نہ قعدہ اور نہ سلام کی اجازت تھی بلکہ امام کی تابعداری کرنی لازم تھی۔ اپنی مرضی سے نماز کے اندر خلاف ورزی کی اجازت نہیں تھی۔ ہاں سلام پھیر کر بس پابندی ختم ہو گئی ہر مصلی جو چاہے کر سکتا ہے اگرچہ اشتغال بالذکر والاستغفار والدعاء والتلاوت والاوراد والوظائف ماثورہ علیحدہ علیحدہ ہر نمازی کیلئے اولیٰ اور بہتر ہے اب آگے ہم بڑے بڑے متبحر علماء امت اور فقہاء ملت کے اقوال اور تصریحات نقل کرتے ہیں جنہوں نے فرض نماز کے سلام کے بعد اور سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعاء امام اور مقتدیوں کیلئے بدعت کہا ہے۔

ان علماء وفقہاء کی تصریحات بعد الفرائض اجتماعی دعاء کے بارے میں اولاً ملاحظہ کرو

اور سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعاء کے بارے میں ثابتاً۔

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

باب دوئم

نماز فرض کے بعد اجتماعی دعاء کی رد میں محققین کی تصریحات

تصریح اول بر نفی دعاء اجتماعی بعد الفرائض

محدث انور شاہ کاشمیریؒ عرف الشذی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

وليعلم ان الدعاء المعمول في زماننا من الدعاء بعد الفريضة رافعين ايديهم على الهيئة الكذائية لم تكن المواظبة عليه في عهده عليه السلام نعم الادعية بعد الفرائض ثابتة كثيرًا بلا رفع اليدين وبدون الاجتماع وثبوتها متواتر۔
(عرف الشذي على الترمذي ص ۸۶)

جاننا چاہیئے بیشک یہ دعاء مروج ہمارے زمانہ میں جو فرض نمازوں کے بعد کی جاتی ہے امام اور مقتدی سب مل کر دعا کرتے ہیں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ آمین آمین کہتے ہیں اس طرح کی دعاء نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی۔ ہاں بعد الفرائض دعا کی ثبوت ہے بالکثرت مگر بلا اجتماع اور بغیر ہاتھ اٹھاتے

تصریح دوم بر عدم ثبوت دعاء اجتماعی بعد الفرائض

حدیث فضل بن عباس کی تشریح میں لکھتے ہیں

قولہ تقنع یدیك الخ ای ترفع یدیك استدل بعض بحدیث الباب علی الدعاء بعد المکتوبة بالهیئة المتعارفة فی اهل العصر والحال انه لا یدل علیه فانه لیس فیه ذکر انهم دعوا مجتمعین فاما رفع الیدین فقط بعد الصلوة ولو نافلة فثابت عرف الشذی علی الترمذی (ص ۹۰/۱)

یہ قول تقنع یدیک کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھ دعاء میں اٹھاؤ اس سے کچھ لوگوں نے دلیل پکڑی ہے اس دعاء اجتماعی مروجہ پر جو کہ فرض نمازوں کے بعد کیجاتی ہے اس زمانہ میں، اور حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے اس دعاء رواجی اجتماعی پر دلیل نہیں پکڑی جا سکتی ہے نہ یہ استدلال صحیح ہے کیونکہ اس حدیث میں کہیں یہ تصریح موجود نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اکھٹے نماز فرض کے بعد دعا کرتے تھے۔ ہاں صرف علیحدہ ہاتھ اٹھانا تو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مطلق نماز کے بعد خواہ فرض ہو یا نفل۔

تصریح سوم :- پھر باب ماجاء فی التسبیح فی ادبار الصلوة لفظ دبر کل صلوة پر لکھتے ہیں۔

ولیعلم ان الهیئة الاجتماعیة برفع الایدی المتعارفة فی العصر بعد المکتوبة نادرة فی زمانه

جاننا چاہیئے کہ اس زمانہ میں فرضوں کے بعد دعاء اجتماعی کہ امام اور مقتدی ایک دوسرے کے انتظار کر کے سب

علیہ السلام ۔ (عرف الشذی علی الترمذی ص۹۵ / ۱۰۷)

مل کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں جو حضورؐ کے زمانہ میں نہایت کم یاب تھی (تنذی)

تصریح چہارم :- نقیب احمد صاحب اپنی کتاب ازاحۃ الشبہات میں رقمطراز ہیں

واما الدعاء بعد المکتوبۃ بالھیئۃ الاجتماعی بان یجعل الاجتماع مقصودا ویقصد ان یکون الامام والمقتدون متوافقین فی الابتداء والانتھاء ویکون المأمومون منتظرین الی الامام فی رفع الایدی ووضعھا ومسح الوجوہ بھا ویقول الامام فی آخر الدعاء کلمات یجھر بھا یفھم بھا الھجتۃ لاشعار القوم باختتام الدعاء وھی المسئلۃ السابعۃ فذالک مما لاثبوت لہ ولا یخفیٰ فائلون بھا (ازاحۃ الشبہات ص)

یہ دعاء جو فرض نمازوں کے بعد امام اور مقتدی مل کر اجتماعی طریقہ سے کرتے ہیں اور اجتماع اسمیں مقصود سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی قصد ہو کہ امام اور مقتدی دعاء کے شروع میں سے لیکر دعاء کے آخر تک ایک دوسرے کے پابند ہوں۔ اور سب مقتدی امام کے منتظر ہوں۔ ہاتھ اٹھانے میں دعاء کے ابتداء میں اور ختم ہونے میں یعنی دعاء کے آخر تک اور امام و مقتدی سب دعاء کے آخر میں اپنے ہاتھوں کو منہ اور چہروں پر پھیرنے میں موافق ہوں سب کا ایک ہی وقت دعاء ختم کرنا ہو اور امام دعا کے آخر میں کچھ کلمات بلند آواز سے کہہ کر دعا ختم کرتا ہے جس سے مقصود مقتدیوں کو دعا کے ختم ہونے کا اطلاع ہوتا ہے۔ مقتدی بھی متوجہ ہو کر امام

کے ساتھ مل کر دفعۃً ہاتھوں کو چہروں پر مَل لیتے ہیں۔ اور یہ کتاب میں ساتواں مسئلہ ہے۔ اس قسم کے اجتماعی دعاء کے خیر القرون میں کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہم اس اجتماعی دعاء کے قائل ہیں۔ **تصریح پنجم** نیز مجدالدین فیروز آبادی "سفر السعادۃ" اور شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اما این دعاء کہ ائمہ مساجد بعد از سلام میکنند و مقتدیاں آمین آمین میگویند چنانچہ الآن در دیار عرب و عجم متعارف ہست از عادت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نہ بود و دریں باب ہیچ حدیث ثابت نہ شدہ۔

(شرح السفر السعادۃ ص۹۰)

یہ دعاء جو ائمہ مساجد سلام پھیرنے کے بعد کرتے ہیں۔ اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں۔ چنانچہ عرب اور عجم کے ملکوں میں رواج ہے یہ طریقہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ سے نہیں اور اس باب میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہوئی ہے (شرح السفر)

تصریح ششم:۔ (مولانا عبدالحی صاحبؒ نے مجموعۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے)

این طریقہ کہ فی زماننا مروج ہست کہ امام بعد از سلام رفع یدین کردہ دعاء میکند و مقتدی آمین می گویند در زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ بود چنانچہ ابن القیم در زاد المعاد تصریح کردہ

(مجموعہ حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ ج۱)

یہ طریقہ جو ہمارے زمانہ میں عام رواج ہے۔ کہ سلام پھیرنے کے بعد امام ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے زمانے میں نہ تھا جیسے ابن قیمؒ زاد المعاد میں اس کی صاف تصریح کرتے ہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ)

تصریح ہفتم: (علامہ احمد بن الحموی الحنفیؒ شرح اشباہ ونظائر میں ایک خاص مسئلہ کی بحث کے نتیجہ میں اس طرح لکھتے ہیں)

وصرّح ابن الحجر بان الاجتماع للدعاء برفعه بدعة اقول ما قال ابن الحجر هو الحق الذی لا مرية فيه فان تعريف البدعة صادق عليه حموی شرح الاشباه و النظائر لابن النجيم ص۲

اور ابن حجرؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر جمع کے ساتھ دعا کرنا بدعت ہے۔ میں احمد کہتا ہوں ابن حجرؒ نے جو کہا ہے وہ بالکل حق ہے جسمیں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ تعریف بدعت اس اجتماعی دعاء پر صادق ہے (حموی)

تصریح ہشتم

اور جناب مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی اپنے تفسیر "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں ہماری زمانہ کے ائمہ مساجد کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمادیں کہ قرآن وسنت کی تلقین اور بزرگان سلف کی ہدایات کو یکسر چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ہر نماز کے بعد دعا کی ایک مصنوعی سی کاروائی ہوتی ہے۔ بلند آواز سے کچھ کلمات پڑھے جاتے ہیں جو آداب دعاء کے خلاف ہونے کے علاوہ ان نمازیوں کی نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں جو مسبوق ہونے کیوجہ سے امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقیماندہ نماز پوری کر رہے ہیں غلبۂ رسوم نے اس بُرائی اور مفاسد کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے کسی موقع پر خاص دعاء پوری جماعت سے کرنا

مقصود ہو ایسے موقع پر ایک آدمی کسی قدر آواز سے دعا کے الفاظ کہے دوسرے آمین کہیں اس کا مضائقہ نہیں شرط یہ ہے کہ دوسروں کی نماز عبادت میں خلل کا موجب نہ بنیں اور ایسا کرنے کا طریقہ اور عادت نہ ڈالیں کہ عوام یہ سمجھنے لگیں کہ دعا کرنے کا طریقہ یہی ہے جیسا کہ آجکل عام طور سے ہو رہا ہے (معارف القرآن صفحہ ۵۷۸ ج ۳)

تصریح نہم :۔ حضرت جناب مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنے رسالہ سنت و بدعت میں لکھتے ہیں یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور شریعت اسلام کی احتیاط کی صریح مخالفت ہے کہ دعاؤں اور وظیفوں کو نماز فرض کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا کہ دیکھنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ وظیفے اور یہ دعائیں بھی گویا نماز کا جزء ہیں جو امام یہ دعائیں اور وظائف سب مقتدیوں کو ساتھ لیکر نہ پڑھے۔ اس کی نماز کو مکمل نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ اس پر طرح طرح کے الزام لگائے جاتے ہیں۔

(سنت و بدعت صـ ۱۹)

تصریح دہم :۔ (بزازیہ علی حاشیہ فتاوی ہندیہ کتاب الاستحسان میں لکھتے ہیں۔)

ویکرہ الدعاء عند ختم القرآن مکروہ ہے دعا رمضان میں ختم قرآن

فی رمضان او بجماعۃ خارجۃ کے موقع پر اور اس طرح اجتماعی دعا

لانه لم ينقل عن الصحابة قال الصفار ولولا ان اهل البلدة يقولون تمنعنا من الدعاء لمنعتهم والاشتغال بعد الفرض منهم باداء السنة اولى من الدعاء۔

(بزازیہ علی هامش هندیہ ص ۳۸۰ ج ۴)

کبھی صحابہ سے منقول نہیں صفار نے کہا ہے۔ اگر اس آبادی کے لوگوں کے اعتراض کے ڈر نہ ہوتا کہ تم ہمیں دعاء سے منع کرتے ہو تو میں ضرور ان کو اجتماعی دعا سے منع کرتا اور فرض نمازوں کے بعد بجائے دعاء کے سنتوں کی ادائی سے اشتغال بہتر ہے (بزازیہ)

تصریح یازدہم:- اور احکام الدعاء میں امام مالکؒ کے مذہب دعاء اجتماعی بعد الفرائض میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

كره مالك رضي الله تعالى عنه وجماعة من العلماء لائمة المساجد والجماعات الدعاء عقيب الصلوات المكتوبة جهرًا للحاضرين فيجتمع لهذا الامام التقدم والشرف بكونه نصب نفسه واسطة بين الله تعالى وعباده في تحصيل مصالح على يده في الدعاء فيوشك ان

امام مالکؒ اور علماء کی ایک جماعت اماماں مساجد وجماعات کیواسطے جہرًا دعا کرنے کو مکروہ و ناپسند کیا ہے۔ کیونکہ ایک تو اس میں امام کا لوگوں سے نماز میں آگے ہونا اور پھر یہ بزرگی کہ اس نے اپنے آپ کو خدا اور لوگوں کے درمیان واسطہ ٹھہرایا ہے۔ کہ گویا ان کے فائدے

نعظم نفسه ویفسد قلبه ویعصی ربه فی هذه الحالة اکثر مما یطیعه احکام الدّعاء ص۳۱	اسکے ہاتھ پر بذریعۂ دعا حاصل ہوتے ہیں۔ ان دونوں باتوں میں خطرہ ہے کہ اس میں کبر آئے۔ اور اس کا دل خراب ہو جاتے اور اس حالت میں وہ خدا کی اطاعت سے زیادہ اس کی نافرمانی کا مرتکب ہوتے۔

تصریح دوازدہم:۔

ابن عرفہ مالکیؒ جو کہ اپنے امام کے برخلاف دعاء کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر اجتماعیت دعاء میں ضروری سمجھی جاتے تو غیر جائز ہے۔

دعاء الامام عقیب الصلوة وتامین الحاضرین علی دعائه ان کان علی نیة انه من سنن الصلوة وفضائلها فغیر جائز احکام الدعاء ص۳۲	نماز کے بعد امام کا دعا کرنا اور حاضرین کا اس کے دعا پر آمین کہنا اگر یہ نیت ارادہ ہو کہ یہ سنن نماز اور اسکی فضائل میں سے ہے تو ناجائز ہے (احکام الدعاء)

تصریح سیزدہم:۔ اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ فتاوی الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں ۔۔

لم یکن النبی صلی الله علیه وسلم یدعو هو والمأمومون عقیب الصلوات	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مقتدی پانچ نمازوں کے بعد دعا نہیں مانگتے تھے

الخمس كما يفعله بعض الناس
عقيب الفجر والعصر ولا نقل
ذالك عن احد ولا استحب
احدٌ من الائمة ومن نقل ذالك
عن الشافعیؒ انه استحب ذالك
فقد غلط عليه الى قوله فان
المداومة على ما لم يكن النبي
صلى الله عليه وسلم يداوم
عليه في الصلوات الخمس ليس
مشروع بل مكروه كما لو داوم
على الدعاء قبل الدخول في
الصلوة او داوم على القنوت
في الركعة الاولى او في الصلوات
الخمس او داوم على الجهر بالاستفتاح
في كل صلوة نحو ذالك فانه مكروه
وان كان القنوت في الصلوات الخمس
قد فعله النبي صلى الله عليه
وسلم احيانا وقد كان عمرؓ

جیسے بعض لوگ نماز فجر یا عصر کے
بعد مانگتے ہیں نہ یہ دعا کسی سے نقل
ہوئی ہے نہ اماموں میں سے کسی نے
اسکو مستحب کہا ہے تو امام شافعیؒ
پر کسی نے غلط بات باندھی ہے کہ اس
نے اسکو مستحب کہا ہے (یہاں تک
کہ کہا ہے) بیشک اس کام پر دوام
کرنا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوام
نہ فرماتے تھے جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے
جیسا کہ کوئی نمازوں میں داخل ہونے
سے پہلے دعاء پر دوام کرے یا دعاء
قنوت ہمیشہ پہلی رکعت میں پڑھے
یا پانچوں نمازوں میں پڑھے یا ہر
نماز میں سبحانک اللّٰہم جہر کیا کر
پڑھے یا اس طرح کوئی کام کرے
تو بیشک مکروہ ہوگا۔ اگرچہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دعائے قنوت
کو پانچوں نمازوں میں پڑھتے تھے اور

يجهر بالاستفتاح احيانا وجهر رجل خلف النبي صلى الله عليه وسلم بنحو ذلك فاقره عليه فليس كل شرع فعله احيانا تشرع المداومة عليه ولو دعا الامام والماموم احيانا عقيب الصلوٰة لامر عارض لم يعد هٰذا مخالفاً للسنة كالذي يداوم عليه (الفتاوى الكبرى ص۱۸۰ ج۲ وص۱۸۱ ج۲)

ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہر سے پڑھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر رہنے دیا پس یہ بات نہیں کہ جو چیز کبھی کبھی جائز ہوگی وہ ہمیشہ کرنا بھی جائز ہوگی اور اگر امام اور مقتدی کبھی نماز کے بعد کسی نئے واقعہ کے وجہ سے دعا کریں۔ تو سنت کی مخالفت اس طرح نہ سمجھی جائیگی جس طرح کوئی ہمیشہ کرے۔

تصریح چہاردہم :- حافظ ابن القیمؒ نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھتے ہیں.

واما الدعاء بعد السلام من الصلوٰة مستقبل القبلة او المامومين فلم يكن ذلك من هديه صلى الله عليه وسلم اصلاً ولا روى عنه باسناد صحيح ولا حسن واما تخصيص ذلك بصلاتي الفجر والعصر فلم يفعل هو ولا الخلفاء

نماز سے سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا خواہ منہ جانب قبلہ ہو یا مقتدیوں کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں ہرگز نہ تھا اور نہ اس کی نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسناد صحیح یا حسن کے ساتھ آئی اور نماز صبح یا عصر کے ساتھ

ولا خلفائه ولا ارشد اليه امته
وانما هو استحسان رآه من رآه عوضاً
عن السنة والله اعلم وعامة الادعية
المتعلقة بالصلوة انما فعلها فيها
وامر بها فيها وهذا هو اللائق بحال
المصلي فانه مقبل على ربه يناجيه
مادام في الصلوة فاذا سلم منها
انقطعت تلك المناجات وزال ذالك
الموقف بين يديه وانصرف منه فكيف
يترك سواله في حال مناجاته و
القرب اليه ثم يسئل اذا انصرف
عنه ولا ريب ان عكس هذا الحال
هو الاولى بالمصلي ۔

زاد المعاد ص ۶۶ ج ۱

اسکی تخصیص کرنا بھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم
کا فعل نہیں نہ خلفاء راشدین کا نہ اپنی
ملت کو آپ نے اسکی راہنمائی کی ہے
بلکہ جس نے اسکو اچھا کہا ہے۔ تو
اپنی رائے سے سنت کے عوض میں
اچھا کہا ہے (واللہ اعلم) اور جن دعاؤں
کا تعلق نماز کے ساتھ ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر نماز ہی میں کرتے
تھے اور نماز میں انکا حکم دیتے تھے اور یہی
نمازی کے حال کے لائق بھی ہے۔ کیونکہ
وہ جب تک نماز میں ہے اپنے رب کی
طرف اس کی توجہ ہے اور اس کے ساتھ
راز کرنے والا ہے اور جب سلام پھیرا
تو یہ رازداری ختم ہو گئی۔ اور اس
کی سامنے کھڑا ہونا نہ رہا اور منہ پھیر لیا
تو جس وقت وہ رازداری اور قرب کی حالت میں ہے کیسا سوال کرنا چھوڑیگا
اور جب پھیر گیا تو سوال کرتا ہے حالانکہ اس معاملے کا عکس نمازی کیلئے بہتر
ہے۔ یعنی دعا بحالت نماز بہتر ہے (زاد المعاد ص ۶۶ ج ۱)

تصریح پانزدہم ۱۵:- اور شیخ الاسلام نے فتاویٰ کبریٰ میں پھر دوسری جگہ اجتماعی دعا کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

واذا دعا الامام والماموم عقیب صلوة الفرض جائز ام لا۔

الجواب:- واما دعاء الامام والمامومین جمیعا عقیب الصلوة فهو بدعة لم یکن علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم بل انما کان دعائه فی صلب الصلوة فان المصلی یناجی ربه فاذا دعا حال مناجاته له کان مناسبا واما الدعاء بعد انصرافه من مناجاته وخطابه فغیر مناسب وانما المسنون عقب الصلوة هو الذکر الماثور من النبی صلی الله علیه وسلم من التهلیل والتکبیر۔

(الفتاوی الکبری صہ ۱۸۴ ج ۱)

اور جب امام اور مقتدی فرض نماز کے بعد دعا کریں تو یہ جائز ہے یا نہ؟

الجواب نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر دعا کرنا بدعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ طریقہ نہ تھا بغیر اس کے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا نماز کے اندر مانگتے تھے کیونکہ نمازی اپنے رب کے ساتھ مناجات کرتا ہے پس مناجات کے وقت دعا کرنا اس کے لئے مناسب ہے اور مناجات و گفتگو سے فراغت کے بعد دعا غیر مناسب ہے اور نماز کے بعد سنت کے مطابق وہ ذکر کرنا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ یعنی لا الہ الا اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہنا

(فتاویٰ الکبریٰ)

تصریح شانزدہم :- شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ تیسری جگہ پر لکھتے ہیں

واما دعاء الامام والماموين جميعًا عقيب الصلوة فلم ينقل احدٌ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم (الی ان قال) فهٰهنا شيئان. احدهما دعاء المصلي المنفرد كدعاء المصلي لصلوة الاستخارة وغيرها من الصلوات ودعاء المصلي وحدهٗ امامًا كان اومأمومًا ۔ والثاني دعاء الامام والماموين جميعًا فهذا الثاني لاريب ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم لم يفعله في اعقاب المكتوبات كما كان يفعل الاذكار المأثورة عنه اذ لو فعل ذلك لنقل عنه اصحابه ثم التابعون ثم العلماء كما نقلوا ما هو دون ذلك ۔ (الفتاوي الكبرى) ١٥٨

امام اور مقتدیوں کی دعاء اجتماعی نماز کے بعد خواہ فرض ہو یا سنت کسی نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کی ہے (کچھ عبارت کے بعد پھر لکھتے ہیں) یہاں دو چیزیں ہیں ایک منفرد نمازی کی دعاء جیسے استخارہ کی۔ نماز کی بعد دعاء اسیطرح انفرادی نمازوں کے بعد کی دعاء اور امام و مقتدیوں کا علیحٰدہ علیحٰدہ دعاء ۔ اور دوسری قسم امام و مقتدیوں کا مل کر دعا کرنا ہے ثانی الذکر کے بارے میں کوئی شک نہیں کہ بنی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں کی ہے فرض نمازوں کے بعد ہاں ذکر اذکار حضرتؐ نے کئے ہیں جو کتب احادیث میں منقول ہیں۔ اگر حضورؐ یوں کرتے تو ضرور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ وعلماء اس کو نقل کرتے ۔ حالانکہ انہوں نے ہر عمل حضرتؐ سے روایت کیا ہے ۔ (کبریٰ)

تصریح ہفدہم:۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ چوتھے مقام پر لکھتے ہیں

لم ینقل احد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی بالناس یدعوا بعد الخروج من الصلوۃ ھو والمأمومون جمیعًا لا فی الفجر ولا فی العصر ولا فی غیرھما من الصلوات بل قد ثبت عنہ انہ کان یستقبل اصحابہ ویذکر اللہ ویعلمھم ذکر اللہ عقیب الخروج من الصلوات (الفتاوی الکبریٰ صفحہ ۳۹۱/ج۲)

کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل نہیں کیا ہے کہ حضرتؐ اور صحابہؓ نے فرض اور سنت نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کی ہو نہ نماز صبح کے بعد اور نہ عصر کے بعد بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ نماز سے سلام پھیر کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے طرف متوجہ ہو کر خود بھی ذکر کرتے اور صحابہ کرام کو بھی ذکر کرنا سکھاتے تھے۔ (فتاوی کبریٰ)

تصریح ہشدہم:۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ حدیث ابی امامہ میں لفظ دبر پر بحث کرتے ہوئے پانچ ویں جگہ پر پھر لکھتے ہیں۔

لکن ذالک لا یستلزم ان یکون دعاء الامام والمأمومین جمیعًا بعد السلام (الفتاوی الکبریٰ صفحہ ۱۷۱)

لیکن اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ امام اور مقتدیوں کی دعاء اجتماعی طور پر تھی سلام پھیرنے کے بعد (فتاوی کبریٰ)

تصریح نوزدہم :- حضرت جناب سید انور شاہ صاحبؒ محدث دیوبندی کشمیری مصنف عرف الشذی نفائس مرغوبہ پر تقریظاً لکھتے ہیں۔

نعم اصل سنة الدعاء یحصل بغیر رفع الیدین ولذا قل النقل فی الرفع بعد الصلوٰة وانما الرفع کمال فی السنة تحصل سنته به وبغیره فلاسبیل الی تبدیع من رفع ولا الی تجهیل من ترك واما الامور المحدثة من عقد صورة الجماعة للدعاء کجماعة الصلوٰة والانکار علی تارکها ونصب امام ثم ائتمام به فیه وغیر ذالك من قلة العلم وکثرة الجهل والجاهل اما مفرط او مفرط والله الموفق للصواب۔ (نفائس مرغوبہ ص ۳۶، ۳۷)	ہاں اصل سنت دعار بغیر ہاتھ اٹھائے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس لئے رفع یدین بعد نماز کمی کے ساتھ منقول ہے۔ہاں رفع یدین میں کمال سنت ہے پس ہاتھ اٹھانے والے کو بدعتی کہنا یا نہ اٹھانے والے کو جاہل بنانا صحیح نہیں ہے۔ اور امور محدثہ مثلاً جماعت نماز کی طرح دعار میں ہئیت اجتماعی بنانا اور شرکت نہ کرنے والے کو ملامت کرنا وغیرہ یہ سب قلت علم وکثرت جہل کے نتائج ہیں اور جاہل افراط و تفریط میں مبتلا رہو ہی جاتا ہے اور خدا ہی سیدھا راستہ کی توفیق دینے والا ہے۔ (نفائس مرغوبہ)

جناب انور شاہ صاحبؒ نے کیا خوب وضاحت فرمائی ہے اول یہ کہ سنت دعار میں بغیر ہاتھ اٹھانے کے بھی حاصل ہوتا ہے اسی وجہ سے دعا میں ہاتھ اٹھانا

خیر القرون سے کم ثابت ہوتا ہے خصوصاً نماز کے بعد دوم یہ کہ ہاتھ اٹھانا دعاء میں اصل سنت سے زائد چیز ہے جو کہ تکمیل سنت اس سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور نفس دعاء رفع کے بغیر بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ سوم نہ ہاتھ اٹھانے والے کو بدعتی کہنا مناسب ہے اور نہ ہاتھ نہ اٹھانے والے کو جاہل کہنا مناسب ہے چہارم دعاء کو خواہ مخواہ ہیئت اجتماعی کے ساتھ لازم سمجھنا۔ جیسے فرض نماز کے واسطے ہیئت اجتماعی ہوتی ہے یہ بدعت ہے جب کہ جمہوری سے دعا نہ کرنے والے پر نکیر کی جاتی ہے اور مقتدیوں کو امام کے ساتھ ایسے وابستگی کہ وہ ہاتھ اٹھائے مقتدی بھی ہاتھ اٹھائے وہ دعاء ختم کرے مقتدی بھی ساتھ ختم کرے۔ یہ سب قلت علم اور کثرت جہل کا نتیجہ ہے اور جاہل بالسنۃ افراط و تفریط یعنی اس کمی بیشی کا شکار ہوتا ہے۔

تصریح بیستم ۲۰ :۔ اور امام شاطبیؒ کتاب الاعتصام میں بدعات اضافیہ کی مفصل بحث کے نتیجے میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ومن امثلۃ هذا الاصل التزام الدعاء بعد الصلوٰۃ بالهيئة الاجتماع معلنا بها فی الجماعات (الاعتصام صـ ۲۵۲ جـ ۱)

مقصود اس سے یہ ہے کہ ایک چیز اصل میں صحیح اور جائز ہوتی ہے مگر تخصیص کے وجہ سے بدعت ہو جاتی ہے۔ دعا کو ہیئت اجتماعی سے اعلان کے ساتھ مانگنا اسی نوع کا ہے (الاعتصام)

تصریح بلیست و یکم[21]:۔ ایک اور جگہ امام شاطبیؒ یوں رقمطراز ہے۔

وقد جاء عن السلف النهي عن الاجتماع على الذكر والدعاء بالهيئة التي يجتمع عليها هؤلاء المبتدعون (اعتصام ص ۲۶۹ ج ۱)	اجتماعی شکل میں دعاء مانگنے اور ذکر کرنے میں جس کیلئے اہل بدعت جمع ہو کر مانگتے ہیں سلف صالحین سے منع وارد ہے (الاعتصام)

تصریح بلیست و دوم[22]:۔ آگے فرماتے ہیں۔ اعمال بدعیہ کے سلسلے میں

والتزام الدعاء جهرا بآثار الصلوة	نمازوں کے بعد جہراً دعا کا التزام (بدعت ہے)

تصریح بلیست و سوم:۔ آگے پھر ایک مقام پر بدعات کے متعلق ایک لمبی بحث کے بعد وضاحت کرتے ہیں۔

فقد حصل ان الدعاء بهيئة الاجتماعية لم يكن من فعله عليه الصلوة والسلام كما لم يكن من قوله ولا اقراره۔ (اعتصام ص ۳۵۲ ج ۱)	حاصل یہ نکلا کہ اجتماعی ہیئت کے ساتھ دعا مانگنا نبی علیہ السلام کا فعل نہ تھا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور اقرار بھی نہ تھا۔ (الاعتصام)

تصریح بلیست و چہارم:۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

لان الدعاء بآثار الصلوات جهرا	کیونکہ نمازوں کے بعد حاضرین کے سامنے

للحاضرین فی مساجد الجماعات لو کان صحیحًا شرعًا او جائزًا لکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اولی بذالک ان یفعلہ
الاعتصام ص ۳۶۵/۱

مساجد کے جماعات میں جہرًا دعا کرنا اگر درست و جائز ہوتی تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ حقدار تھے کہ وہ اس کو کرتے۔
(اعتصام)

تصریح بیست و پنجم:- علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ امام کو چاہیئے کہ امامت کے جگہ نہ بیٹھے۔ کیونکہ اسکو کبر اور ترفع جماعت پر حاصل ہوتا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ نے اسی وجہ سے کہا ہے۔

فکیف بما انضاف الیہ من تقدمہ آمامھم فی التوسل بہ بالدعاء والرغبۃ وتأمینھم علی دعائہ جھرًا قال ولو کان ھٰذا حسنًا لفعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین ولم ینقل احدٌ من العلماء۔ (الاعتصام ص ۳۵۳/۱)

پس امام کو کیوں غرور اور تکبر حاصل نہ ہوگا۔ جبکہ امامت کی جگہ بیٹھنے کے ساتھ اس کے وسیلہ اور ذریعہ سے دعاء بھی کی جانے لگے۔ اور مقتدی زور زور سے اس کی دعا پر آمین آمین کہنے لگیں۔ اگر یہ اجتماعی دعاء اچھی ہوتی ضرور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کیا کرتے حالانکہ ان سے کسی عالم نے نقل نہیں کیا ہے
(الاعتصام)

تصریح بلیست و ششم ۲۶ — پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

هذا ما نقل الشيخ بعد ان جعل الدعاء باثر الصلوة بهيئة الاجتماع بدعة قبيحة واستدل على عدم ذالك في الزمان الاول بسرعة القيام والانصراف لانه مناف للدعاء لهم وتأمينهم على دعائه (الاعتصام ج ۱ ص ۳۵۳)

یہ وہی ہے جسکو شیخ نے نقل کیا ہے اور اس نے اس دعاء اجتماعی کو جو کہ نماز کے بعد کی جاتی ہے بدعت قبیحہ کہا ہے اور اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ خیر القرون میں سلام پھیرنے ہی کے بعد مقتدی اور امام نہایت جلدی سے جگہ تبدیل کرکے اٹھ جاتے یا ایک دوسری طرف مڑ جاتے تھے دعاء کیلئے نہ ٹھہرتے تو دعا کہاں ہوتی اور اس پر آمین کہا (الاعتصام)

تصریح بلیست و ہفتم ۲۷

علامہ شاطبیؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

ثم القرافي قد عد ذالك (اي الدعاء بهيئة الاجتماع بعد الفرائض) من البدع المكروهة على مذهب مالكؒ وسلمه ولم ينكره عليه اهل زمانه۔

(الاعتصام ج ۱ ص ۳۵۴)

قرافیؒ نے اجتماعی دعا فرضوں کے بعد بدعات مکروہہ سے امام مالکؒ کے مذہب پر ذکر کیا ہے کہ مذہب امام مالکؒ میں دعاء اجتماعی بدعت مکروہہ ہے۔ اور قرافیؒ سے اپنی زمانہ کے کسی نے خلاف نہیں کیا ہے نہ انکار کیا ہے (الاعتصام)

تصریح بست و ہشتم ۲۸:۔ اعتصام میں اور جگہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں

ولو کان الاجتماع للدعاء اثر الصلوٰۃ جہراً للحاضرین من باب البر والتقوٰی لمعان (النبی ﷺ) اول سابق الیہ لکنہ لم یفعلہ اصلاً ولا احد بعدہ حتی حدث ما حدث۔ فدل علی انہ لیس علی ذلک الوجہ بر ولا تقوٰی (الاعتصام ص ۳۴ ج ۱)	اگر امام اور مقتدیوں کی اجتماعی دعا بلند آواز سے نمازوں کے بعد نیکی اور کار خیر ہوتی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی نہیں چھٹتی۔ لیکن حضرت نے نہ کبھی خود کی ہے اور نہ کسی صحابی اور تابعی وغیرہ نے یہ اجتماعی دعا کی ہے۔ حتی کہ مابعد میں بدعات پیدا ہوئیں۔ تو یہ عدم نقل اور عدم فعل خیر القرون دلیل ہے

اس پر کہ یہ اجتماع کی دعا کوئی نیکی اور کار خیر نہیں ہے۔

تصریح بست ونہم ۲۹:۔ علامہ محمد رشید رضا مصری مدیر مجلۃ المنار کتاب صیانۃ الانسان لمحمد بشیر سہسوانی کی تعلیقات میں لکھتے ہیں۔

الصحیح من القولین فی الاذکار والادعیۃ المأثورۃ بعد الصلوٰۃ انہا مستحبۃ من غیر تقیید لہا بالاجتماع ورفع الصوت الذی یجعلہا من الشعائر وہی لیست منہا اذ لم	نمازوں کے بعد اذکار اور منقولہ دعاؤں کے بارہ میں دونوں قولوں میں سے صحیح قول یہ ہے کہ یہ بیشک مستحب ہیں مگر اجتماعی اور اونچی آواز کے قید کے بغیر جسکو لوگوں نے شعائر دین کا درجہ

یأمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھٰذا التقیید ولا فعلہ اصحابہ ولا غیرھم من السلف ۔
(صیانۃ الانسان ص۲۲۶)

دیا ہے۔ حالانکہ وہ شعائر دین میں سے نہیں۔ کیونکہ نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قید کا حکم دیا نہ صحابہ نے ایسا کیا نہ معتمد سلف نے (صیانۃ الانسان ص۲۲۶)

تصریح ۳ سیتیم :۔ مظفر احمد عثمانی حنفی دیوبندی دعاء بعد السنت پر بحث کرتے ہوئے اعلاء السنن میں لکھتے ہیں :۔

ولا حجۃ لھم ایضاً فیما ورد من الترغیب العام فی الدعاء بعد کل صلوۃ فرضاً کانت او نافلۃ فانہ لیس فیہ ان یکون ھٰذا الدعاء بالاجتماع وبالانتظار ۔
(اعلاء السنن ص۱۶۴)

اور دعاء اجتماعی بعد سنتوں کے قائلین کیلئے کوئی دلیل نہیں ان احادیث میں کہ ان میں نماز کے بعد دعاء کی ترغیب آئی ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل کہ امام اور مقتدیوں کے دعا میں ایک دوسرے کا انتظار اور اجتماع ہو۔ بلکہ فرض نماز کے بعد اور نفل نماز کے بعد ہر ایک علیحدہ علیحدہ دعاء مانگتے تھے ۔۔۔۔۔۔

تصریح سی ویکم جناب مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی حنفی احکام الدعاء کے مقدمہ میں ایک سائل عبدالحکیم سکھروی جس نے دعاء کے متعلق چند سوالات

لکھ کر جناب مفتی صاحب سے دعاء کے بارے میں استفسار کیا ہے جناب مفتی صاحب نے مندرجہ ذیل جوابات لکھ کر دیئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ مروجہ مفاسد پر نظر کی جائے تو کسی مذہب و مشرب میں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی بعض مفاسد یہ ہیں (الف) صرف امام دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہتے رہیں تو ایسی صورت بنتی ہے کہ گویا امام صاحب اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ بارگاہ خداوندی میں عرض و معروض انہیں کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس محرومی اور بدنصیبی کی کیا انتہا ہے کہ رب کریم نے تو ہر ادنی سے ادنی کو اجازت بلکہ حکم دیا ہے کہ ہم سے بلاواسطہ مانگو ہم سب کی سنیں گے اور ہم خواہ مخواہ واسطہ ہی کو ضرور سمجھ لیں۔ خصوصاً امام کے لئے یہ صورت اور بھی زیادہ مضر ہے کہ گویا وہ خدائی تعالےٰ کے ایجنٹ بننا چاہتے ہیں۔

(ج) ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ مشترکہ حاجات و ضروریات کے علاوہ ہر شخص کے کچھ خاص ضروریات ہوتی ہیں مثلاً ایک شخص کا بیٹا یا بیوی سخت مرض میں مبتلا ہے اس کا دل تو اسمیں الجھا ہوا ہے کہ اس کی صحت کا دعا مانگوں اور امام صاحب اپنے رٹے ہوئے بول بول رہے ہیں وہ بیچارہ جبرًا قہرًا اس پر آمین کہہ رہا ہے۔ اس لئے مناسب صورت یہ ہی ہے کہ ہر شخص الگ الگ اپنی اپنی ضروریات کیلئے جس زبان کو سمجھتا ہو اس میں دعا کرے۔

(س) سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ امام دا زبلند دعائیہ کلمات پڑھتا ہے اور عام طور پر بہت سے لوگ مسبوق ہوتے ہیں۔ جو باقیماندہ نماز کی ادائیگی میں

مشغول ہیں ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین میں کسی سے یہ صورت منقول نہیں کہ نمازوں کے بعد وہ دعاء کریں اور مقتدی صرف آمین کہتے رہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ طریقہ مروجہ قرآن کے بتلائے ہوئے طریقۂ دعا کے بھی خلاف ہے اور صحابہ کرام کی سنت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے عام حالات میں اس سے اجتناب کر کے امام و مقتدی سب آہستہ دعاء مانگیں۔ ہاں کسی خاص موقع پر جہاں مذکورہ مفاسد نہ ہوں۔ کوئی ایک شخص جہراً دعاء کرے اور دوسرے آمین کہیں اس میں بھی مضائقہ نہیں۔

(۲) سنتوں اور نفلوں کے بعد پھر اجتماعی صورت سے دعا کرنا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ دین سے۔ رسول اللہ علیہ وسلم کی سنت تو اس بارہ میں یہ ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد مختصر دعاء کر کے مکان میں تشریف لے جاتے اور سنتیں نفلیں گھر میں پڑھتے تھے۔ صحیح بخاری میں بروایت ام سلمہؓ مذکور ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث اذا سلم یسیرًا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت عائشہ رضؓ صدیقہ منقول ہے۔ کان اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت وتعالیت یاذالجلال والاکرام یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتے تو صرف اتنی دیر مصلی پر بیٹھے تھے کہ یہ کلمات دعاء[۵] پڑھ لیں اللھم انت السلام الخ عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے بھی یہی سنت منقول ہے۔

۵۔ مفتی صاحب نے اللھم انت السلام کو دعاء کہنا ہوا ہے یا تسامح کیونکہ یہ ذکر ہے دعاء نہیں دیکھیے تفرض کے جواب ص ۱۴۵ پر

معلوم نہیں یہ طریقہ کب اور کس نے ایجاد کیا کہ سارے مقتدی بیٹھے ہوئے اس کا انتظار کرتے رہیں کہ جب امام صاحب سنت نفل سے فارغ ہوں ۔ تو پھر مل کر دعاء کریں ۔ اور اس کا ایسا التزام کرتے ہیں جیسے نماز کا کوئی جزء ہے جو چیز سنت سے ثابت نہ ہو اس کو بطریق سنت پابندی اور التزام کے ساتھ بجماعت ادا کرنا خود ایک بدعت ہے اور اپنی طرف سے ایک شریعت کا ایجاد کرنا اور معاذ اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر ایک حیثیت سے یہ الزام لگانا ہے کہ یہ نافع اور مفید طریقہ ان کو معلوم نہ تھا؟ یا معاذ اللہ جان بوجھ کر اس میں کوتاہی کرتے تھے ۔ ان ایجاد کرنے والوں نے امت محمدیہ پر احسان کر لیا کہ یہ طریقۂ نافعہ بتلایا معاذ اللہ ۔

اس دعاء اجتماعی میں اس کے علاوہ ایک دوسرا مفسد یہ بھی ہے کہ عام جاہل لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جیسے نمازوں کے بعد سنت مؤکدہ ضروری ہے ۔ ان کے بغیر نماز کی تکمیل نہیں ہوتی اسی طرح سب کے آخر میں یہ اجتماعی دعاء بھی نماز کی تکمیل کیلئے ضروری ہے یہ ایک عقیدہ کی غلطی ہے ، جو نہایت خطرناک ہے اور مزید مفسد یہ ہے کہ مسجد میں شریک جماعت ہونے والا جب یہ دیکھتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں آدھ گھنٹہ خرچ ہوتا ہے اور اس کو اتنی فرصت نہیں تو وہ سرے سے جماعت چھوڑ بیٹھتا ہے ۔ اگر سنت کے مطابق پانچ سات منٹ میں جماعت کا کام ختم کر کے ہر شخص آزاد ہو تو ہر کاروباری اور مشغول آدمی کو شرکت آسان نظر آئے ۔

اسی طرح تین تین مرتبہ دعا کرنے کی کوئی اصل سنت رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم میں نہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ صرف نماز فرض کے بعد مختصر دعاء جماعت کے ساتھ مانگنے کی تھی علہ۔ سنن اور نوافل مسجد میں پڑھتے ہی نہ تھے۔ ان کے دوسرے یا تیسری دعاء کا وہاں کوئی سوال ہی نہ تھا شاید کسی کو اس حدیث کے الفاظ سے مغالطہ لگا ہو جسمیں یہ مذکور ہے کہ جب

علہ (نوٹ) مفتی صاحب کا یہ فرمانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اوپر معلوم ہو چکی ہے کہ صرف نماز فرض کے بعد مختصر دعاء جماعت کے ساتھ مانگنے کی تھی۔
میں کہتا ہوں کہ اوپر کہاں پر یہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضور نے صحابہ کے ساتھ مختصر دعا جماعت کیساتھ کیا کرتے تھے۔ آپنے سائل عبدالحکیم سکھروی کے استفسار کے جوابات دیئے ہیں۔ ان میں نہ اوپر نہ بعد میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضور صلعم نے کبھی صحابہ کے ساتھ فرض نماز کے بعد دعا بالجمع کی ہو۔ بلکہ اوپر اور بعد دونوں میں متعدد تصریحات اس دعاء بالجمع کی نفی پر دال ہیں۔ چنانچہ وہ شق (الف) میں لکھتے ہیں کہ صرف امام دعاء کرے اور مقتدی اس پر آمین کہتے جائیں تو ایسی صورت بنتی ہے کہ گویا امام صاحب اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہے بارگاہ خداوندی میں عرض و معروض انہیں کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اس محرومی و بدنصیبی کی کیا انتہا ہے اور پھر لکھتے ہیں۔ اس لئے مناسب صورۃ یہی ہے کہ ہر شخص الگ الگ اپنی ضروریات کیلئے جس زبان کو سمجھتا ہو اس میں دعا کرے پھر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین میں کسی سے یہ صورت منقول نہیں کہ نمازوں کے بعد وہ دعا کریں۔ اور

اللہ تعالٰی سے کوئی دعا مانگتا ہوں تو بار بار دعا کرو تین مرتبہ تک تکرار کرو اس حدیث کا صحیح مفہوم تو یہ تھا کہ جو دعا کی جائے اسکو صرف ایک مرتبہ کہہ کر نہ چھوڑیں بلکہ ادب یہ ہے کہ بار بار کہیں اور کم از کم تین مرتبہ کہیں مثلاً کوئی شخص اللہ تعالٰی سے رزق مانگتا ہے تو صرف ایک مرتبہ "اللھم ارزقنی" کہہ کر نہ چھوڑے بلکہ بار بار کہے اللھم ارزقنی۔ اللھم ارزقنی۔ اس حدیث کی یہ تشریح خود راوی حدیث امام اوزاعیؒ سے کتاب الاذکار امام نوویؒ میں منقول ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ تین

مقتدی صرف آمین آمین کہتے رہیں۔ پھر لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو اس بارہ میں یہ ہے کہ فرض نماز پڑھنے کے بعد مختصر سی دعا کر کے مکان میں تشریف لیجاتے خود مفتی صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مختصر سی دعا کر کے یہ نہیں کہ مختصر سی دعا جماعت کیساتھ کر کے پھر لکھتے ہیں اور سنت یہ تھی کہ فرض نماز کے بعد کوئی اجتماعی ہیئت نہ بنائی جائے بلکہ ہر شخص آزادانہ اپنے طور پہ سنتیں نفلیں دعا۔ درود۔ تلاوت جس کام میں چاہے لگ جائے اس کے خلاف ایک مستقل شریعت اجتماعی ہیئت کی ایجاد کر ڈالی۔ اب ان سب عبارات و تصریحات مفتی صاحب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ مختصر دعا جماعت کے ساتھ مانگنے کی تھی۔ ہرگز مفتی صاحب کا جملہ نہیں یا ہوا کاتب سے بڑھ گیا ہے یا قصداً کسی مطلب پرست نا عاقبت اندیش نے اپنی طرف سے اپنی مطلب کیخاطر بڑھایا ہے۔ ورنہ مفتی محمد شفیع صاحب کی تمام تر تحقیق اس مکتوب میں اس جملے کی نفی و تردید کرتی ہے کیونکہ وہ بار بار لکھتے ہیں فرض نماز کے

مرتبہ کس طرح کرے تو فرمایا استغفراللہ استغفراللہ استغفراللہ۔ غرض حدیث
میں تکرار دعار کا مطلب تو یہ تھا کہ الفاظ دعار کو بار بار کہے نا واقف لوگوں نے
شاید اس کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ تین مرتبہ الگ الگ دعار کریں۔ حالانکہ اس صورة
میں تکرار دعار متحقق ہی نہیں۔ بلکہ یہ لوگ ہر مرتبہ کی دعار میں مختلف کلمات دعائیہ پڑھتے
ہیں تو دوہری غلطی میں مبتلا ہوئے حکم تھا تکرار دعار کا وہ تو کیا نہیں بلکہ صرف ایک
مرتبہ کہنے پر کفایت کی اور سنت یہ تھی کہ فرض نماز کے بعد کوئی اجتماعی ہیئت نہ
بنائی جائے بلکہ ہر شخص آزادانہ اپنے طور پر سنتیں نفلیں دعار۔ درود۔ تلاوت جس کام
میں چاہے لگ جائے۔ اس کے خلاف ایک مستقل شریعت اجتماعی ہیئت کی ایجاد
کر ڈالی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح رستہ اور
سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرماویں۔ (احکام الدعار از صلا تا صلا)

بعد کوئی اجتماعی ہیئت نہ بنائی جائے بلکہ آزادانہ اپنے طور . . . . . . دعار . . . . . .
میں لگ جائے۔ ایک مستقل شریعت اجتماعی ہیئت کی ایجاد کر ڈالی وغیرہ یہ سب
تصریحات میں تاکیداً اس اجتماعی دعار بعد الفرض کی تردید کی گئی ہے صاف معلوم
ہوا کہ اسمیں دس یعنی دخل اندازی اور اندراج ہے۔ جیسے کہ اکثر اہل حق کے
تصنیفات میں ہوا پرست ایسا کرتے ہیں۔ منہ

تصریح سی و دوم :- ابن الحاج مدخل جلد ثانی میں دعائے اجتماعی بعد نماز کے رد میں تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اذا انه لم یروان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاۃ فسلم منها وبسط یدیہ ودعا وامّن المامومون علی دعائه وکذالک الخلفاء الراشدون بعدہ رضی اللہ عنهم اجمعین وکذالک باقی الصحابة رضی اللہ عنهم اجمعین وشیئ لم یفعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا احد من الصحابة فلاشک فی ان ترکه افضل من فعله بل ھو بدعة کما تقدم (المدخل لابن الحاج ص ۲۸۳ ج ۲)

اس لئے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ امر بالکل منقول نہیں کہ انہوں نے نماز پڑھا کر سلام پھیر کر ہاتھوں کو پھیلا دیا ہو۔ اور مقتدی آپکی دعا پر آمین کہتے رہے ہوں۔ اور نہ آپ کے بعد خلفاء راشدین رض نے ایسا کیا ہے اور نہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے اس طرح منقول ہے اور جب کسی چیز کو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور نہ صحابہؓ میں سے کسی نے کیا ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے کرنے سے اس کا چھوڑنا بہتر ہے بلکہ اس کا کرنا بدعت ہوگا۔ جیسا کہ پہلے مدخل ابن الحاج میں گذر گیا۔

تصریح سی و سوم :- جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اپنی کتاب معارف السنن شرح ترمذی میں دعا کی حقیقت اور شرعی حیثیت پر مفصل بحث کرکے آخیر میں اپنی تحقیق ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

غير أنه يظهر بعد البحث والتحقيق أنه إن وقع ذالك أحيانا لمن حاجات خاصة لم تكن سنة مستمرة للنبي صلى الله عليه وسلم ولا للصحابة رضي الله عنهم وإلا لكان أن ينقل متواترا البتة. فإن ما يعمل به على رؤس الأشهاد كل يوم خمس مرات كيف يجهل ذكره فلا يكفي العموم في مثل هذه المواقع الخاصة.

(معارف السنن ج۳ ص۱۲۳)

بحث و تحقیق کے بعد یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ (جمع واری کی دعاء) اگرچہ نادر اوقات میں خاص حاجات کیلئے واقع ہوتی تھی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاری طریقہ نہ تھا نہ صحابہ کرام کا تھا ورنہ اس کی نقل ضرور تواتر کے ساتھ وارد ہوتی۔ کیونکہ جو کام پانچ وقت برسرعام کیا جاتا ہے وہ بلا ذکر کیسے رہ سکتا پس عام ترغیب دعا کی دلائل ان خاص موقعوں کی مخصوص دعا کو ثابت کرنے کے بارے میں معاون نہیں ہو سکتی ہیں۔

تصریح سی چہارم :- پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں

وبالجملة التزامه كسنة مستمرة دائمة يشكل أن يكون عليه دليل من السنة۔ (معارف السنن ج۳ ص۱۲۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ سنت جاری کی طرح ہمیشہ اس کا التزام کرنا سنت کے اندر اس کی دلیل مشکل ہے اجب سنت نہیں تو یقیناً بدعت ہے جو ضد ہے سنت کی)

تصریح سی وپنجم ۳۵ :- ایک دوسرے مقام پر یوں اظہار کر کے تحریر فرماتے ہیں

قد راج فی کثیر من البلاد الدعاء بھیئۃ الاجتماعیۃ رافعین ایدیھم بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ ولم یثبت ذلک فی عھدہ صلی اللہ علیہ وسلم وبالاخص بالمواظبۃ نعم ثبتت ادعیۃ کثیرۃ بالتواتر بعد المکتوبۃ ولکنھا من غیر رفع الایدی ومن غیر ھیئۃ اجتماعیۃ	بہت سے شہروں میں یہ عام دستور بن گیا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی شکل میں دعا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہ تھا دوام تو کجا۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرضوں کے بعد تواتر کے ساتھ بہت سی دعائیں ثابت ہیں۔ لیکن ہاتھوں کے اٹھانے اور اجتماعی شکل کے ساتھ نہیں بلکہ جدا بدون رفع کے (معارف السنن)
(معارف السنن ص ۴۰۹ ج ۳)	

تصریح سی وششم :- اُن کے زمانہ میں بعض احناف نے عام اور مطلق دعاؤں سے اجتماعی دعا کی کوشش کی ہے ان کا جواب اپنے شیخ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رح کے قول میں یوں دیا ہے۔

الاحتجاج بالعموم انما ینبغی فیما لم یرد للخاص حکم علیحدۃ ونفس ثبوت الرفع فی الدعاء امر اٰخر غیر ان الادعیۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم	دلیل عام کے ساتھ حجت پکڑنا وہاں مفید ہے جبکہ خاص کا حکم علیحدہ وارد نہ ہوا ہو اور نفس ثبوت رفع یدین دعا کے اندر ایک چیز ہے علیحدہ (جس کا انکار نہیں) مگر

فی اثر المکتوبات لم یثبت فیها الرفع ۔ (معارف السنن صفحہ ۳/۴۰۷)

فرضوں کے بعد ہاتھ کھڑا کر کے دعائیں مانگنا آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر گز ثابت نہیں ۔

ان تصریحات کے دیکھنے اور سننے کے بعد بھی اگر کوئی عوام سے مرعوب اور عادت سے مغلوب ہو کر یہ دعاء اجتماعی بعد الفرض نہ چھوڑے اور خداداد عزم اور ہمت سے کام نہ لے تو قیامت کے دن خدائے علیم وخبیر کو کیا جواب دیں گے ۔

ع الی دیان یوم الدین نمضی ، وعند اللہ تجتمع الخصوم ، اور علم وآگہی کے بعد پھر بھی وہی غلطی کرنا بڑی مصیبت میں گرفتاری ہے ۔

ع فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ، وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

باب سوم

سنت رواتب کے بعد اجتماعی دعاء کی رد میں

احادیث قولیہ وفعلیہ وآثار صحابہؓ اور اقوال فقہاء سے استدلال

اب سنت ونفل نماز کے بارے میں عادت نبویہ مبارکہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ بھی ملاحظہ کریں تاکہ دعاء اجتماعی مروج بعد السنتہ کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آجائے ۔

ع بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ۔ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

فصل اول فعلی احادیث ۔۔ سنتوں کو گھر میں پڑھنے کی ترغیب میں ۔

(۱) عن عبد الله بن شقيق رضي الله عنه قال سألت عائشة رضي الله عنها عن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت كان يصلي في بيتي قبل الظهر اربعًا ثم يخرج فيصلي بالناس الظهر ثم يدخل فيصلي ركعتين ثم يخرج فيصلي بالناس العصر ويصلي بالناس المغرب ثم يدخل فيصلي ركعتين ثم يصلي بالناس العشاء ويدخل في بيتي فيصلي ركعتين وكان يصلي بالليل تسع ركعات فيهن الوتر وكان اذا طلع الفجر صلى ركعتين رواه مسلم وزاد ابوداؤد ثم يخرج فيصلي بالناس الفجر (مشکوٰۃ ص۱۰۴ ج۱)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر باہر تشریف لیجاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر عصر کے وقت باہر جاتے اور عصر کی نماز پڑھاتے اور مغرب کے وقت مغرب کی نماز پڑھاتے پھر اندر آکر دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے اور نو رکعات نفل تہجد میں پڑھتے تھے اور اس نو رکعات کے اندر وتر بھی ہوتی اور جب صبح صادق طلوع ہوتا تو دو رکعت پڑھتے پھر باہر نکل کر دو رکعت فرض لوگوں کو پڑھاتے تھے (مشکوٰۃ ص۱۰۴ ج۱)

---

(۲) وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يصلي صلوٰة بعد الجمعة حتى ينصرف فيصلي ركعتين في بيته (رواه البخاري ومسلم مشکوٰۃ ص۱۰۴ ج۱)

ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ بیشتر اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد وہاں کوئی نماز نہ پڑھتے مگر جب وہ گھر تشریف لیجاتے پھر دو رکعت گھر کے اندر پڑھتے تھے روایت از بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ (

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سنت قبلیہ و بعدیہ یعنی فرائض سے پہلے اور بعد والی سنت گھر میں پڑھتے تھے۔ لفظ کان استمرار پر دلالت کرتا ہے کما فی میزان الصرف صک ہمیں بھی چاہیئے کہ گھر میں سنت قبلیہ اور بعدیہ پڑھنے کی عادت بنا ڈالیں اور عمل بالحدیث کا شرف حاصل کریں ؎

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن ✿ پس حدیث مصطفےٰ برجان مسلم داشتن

فصل دوم :- قولی احادیث سنتوں کو گھر میں پڑھنے کی ترغیب اور امامت کی جگہ چھوڑنے کی ترغیب میں۔

(۱) عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی مسجد بنی الاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلوتہم راٰھم یسبحون بعدھا (ای یصلون) فقال ھذہ صلوۃ البیوت فی الترمذی والنسائی قام الناس یتنفلون فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بھذہ الصلوۃ فی البیت۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۵ ج ۱)

ابو داؤد نے کعب بن عجرہ کی روایت نقل کی ہے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنی الاشہل میں تشریف لے گئے پھر اسمیں نماز مغرب پڑھائی پس دیکھا لوگوں کو کہ فرض نماز کے بعد نماز پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ یہ نماز گھروں کی ہے۔ ترمذی اور نسائی کی روایت میں ہے کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر نفل پڑھتے تھے تو فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو گھر میں لازم پکڑو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۵ ج ۱)

(۲) وعن ابن عمرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا فی بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوھا قبورًا (بخاری صـ۱۵۸/۱)

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازوں سے گھروں کو بھی حصہ دیا کرو اور انکو قبروں جیسے نہ بناؤ (بخاری)

---

(۳) عن عطاء الخراسانی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی الامام فی موضع الذی صلی فیہ حتی یتحول (رواہ ابوداود مشکوۃ صـ۸۸)

عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس جگہ پر نماز سنت اور نفل نہ پڑھے جس جگہ میں فرض پڑھی ہو۔ مگر اس جگہ سے دور ہو جائے (مشکوۃ صـ۸۸)

---

(۴) عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلوتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ۔ (مشکوۃ صـ۱۱۵)

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے اپنے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے سوائے فرض نماز کے کہ مسجد میں ادا کرنا لازمی ہے (مشکوۃ صـ۱۱۵)

(۵) وعن جابرؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضا احدکم الصلوۃ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب

فی المسجد فلیجعل لبیتہ نصیباً من صلوتہ فان اللہ جاعل فی بیتہ من صلوتہ خیرا رواہ مسلم ص ۲۶۵/۱)	تم میں سے مسجد میں کوئی فرض نماز پوری کرے ۔ تو گھر میں بھی نماز سے کچھ حصہ مقرر کرے کیونکہ اللہ تعالے اس کی نماز سے اسکی گھر میں خیر پیدا کرے گا ۔ (مسلم)
(۶) عن زید ابن ثابت رض قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم علیکم بالصلوۃ فی بیوتکم فان خیر صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوۃ المکتوبۃ (رواہ مسلم ص ۲۶۶)	بخاری و مسلم دونوں نے زید بن ثابت کی روایت نقل کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھروں میں نماز کو لازم پکڑو کیونکہ بہترین نماز آدمی کی وہ ہے جو گھر میں ہو۔ بغیر فرض نماز کے کہ وہ مسجد

میں ضروری ہے ۔ روایت کیا ہے اسکو مسلمؒ و بخاریؒ نے ۔

ـ خلاف پیمبر کسی رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

غور کا مقام ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قولیہ و فعلیہ احادیث آپ کے نظر سے گذریں جسمیں دعاء اجتماعی بعد السنن کی قباحت اور خلاف سنت ہونے کی واضح اور صریح ثبوت ملتا ہے خود بخود نفی اور عدم ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت نے سنتوں کو خود گھر میں پڑھنے اور ترغیب دینے کے بعد کہیں یہ ثابت نہیں کہ صحابہؓ دوبارہ مسجد و نکو دعاء باجمع کیلئے آئے ہوں

فصل سوم :۔ تعامل و آثار صحابہؓ سنت رواتب میں

تعامل سلف صالحین صحابہ اور تابعین سنت قبلیہ و بعدیہ میں دیکھئے تاکہ

دعاء اجتماعی بعد السنن کی حقیقت اور واضح ہو جاتی ہے ۔

(۱) عن عطاءؓ كان ابن عمر اذا صلى الجمعة بمكة تقدم فصلى ركعتين ثم تقدم فصلى اربعا وان كان بالمدينة صلى الجمعة ثم رجع الى بيته فصلى ركعتين ولم يصل فى المسجد فقيل له فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله (مشکوٰۃ ص ۱۰۵/۱)

حضرت عطاءؒ سے روایت ہے ۔ کہ ابن عمرؓ جب مکہ مکرمہ میں نماز پڑھتے فرض پڑھ کر آگے ہو جاتے دو رکعت پڑھ کر ذرا اور آگے ہو جاتے پھر چار رکعت پڑھتے اور اگر مدینہ منورہ میں ہوتے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر گھر تشریف لے جاتے دو رکعت نماز پڑھتے تھے مگر مسجد میں ٹھہر کر سنت نہ پڑھتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کیا ہے اس نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایسے کیا کرتے تھے (بحوالہ بالا مشکوٰۃ شریف)

امام احمدؒ نے سائبؓ بن یزید کی ایک روایت ذکر کی ہے

(۲) انه قال ولقد رأيت الناس فى زمن عمرؓ بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا حتى لا يبقى فى المسجد احد كانهم لا يصلون بعد المغرب حتى يصيروا الى اهليهم

انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں لوگوں کو دیکھا جب مغرب کی نماز (فرض) سے فارغ ہوتے تو سب چلے جاتے تھے کوئی بھی مسجد میں باقی نہ رہتا گویا کہ مغرب کے بعد نماز نہیں پڑھتے

یہاں تک کہ سب گھر واپس پہنچتے ۔

معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی یہ آج کل کی رواجی جہری اجتماعی دعاء کا وجود نہیں تھا نہ اسطرح تین تین دفعہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں مانگی جاتی نہ دعائے قضاء حاجت نہ ترقی اسلام نہ دعائے خیر نہ دعائے مردگان نہ دعاء صلح بین الاقوام کے نعرے مسجدوں میں لگائے جاتے تھے ۔ یہ نو مولود دعائیں خیر القرون کے زمانہ سے بہت مابعد کی پیداوار ہے ۔ خدا جانے کس نے اسکو ایجاد کیا ہے ۔ اگر ان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ و تابعین کوئی بہتری سمجھتے یا کار ثواب جانتے تو ضرور کرتے ۔ جب انہوں نے نہیں کیا ہے تو اسمیں کوئی بہتری نہیں ہو سکتی خواہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں لوگ اس کے عامل ہوں یا اس کی عقلی مصلحتیں بیان کرتے ہوں ۔ امام تفسیر ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ۔

واما اهل السنة والجماعة	اہل السنۃ والجماعت کہتے ہیں ہر فعل
فيقولون كل فعل وقول لم يثبت	اور قول کہ صحابہ کرام سے ثابت نہو
عن الصحابة رضى الله عنهم هو	وہ بدعت ہے کیونکہ اگر وہ فعل اور قول
بدعة لانه لو كان خيرًا لسبقونا	اچھا ہوتا تو صحابہ کرامؓ ضرور کرتے
اليه لانهم لم يتركوا خصلة	کیونکہ انہوں نے کوئی خیر اور نیکی
من خصال الخير الا وقد بادروا	کے کام نہیں چھوڑے ہیں ۔ مگر انہوں
اليها ۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۵۶)	نے سب سے پہلے اسکو کیا ہے ۔ مگر

افسوس ہے کہ صحابہ کے اعمال سے کھلی خلاف ورزی پر کسی کو ٹھیس نہیں پہنچتا ہے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

فصل چہارم :- سنن قبلیہ و بعدیہ گھر میں پڑھنے کے تائید فقہاء و علماء محققین کی تصریحات و ترغیبات سے۔

اب مزید علماء راسخین اور فقہائے کرام کے اقوال ملاحظہ کیجیئے کہ انہوں نے سنت اور نفل گھر میں پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ تو دوبارہ گھروں سے دعا اجتماعی کیلئے آنے کا کوئی وجہ نہیں ــــــــ کبیری نے لکھا ہے۔

والتطوع فی البیت افضل و ھذا غیر مختص بما بعد الفریضۃ بل جمیع النوافل ماعدا التراویح وتحیۃ المسجد الافضل فیھا المنزل۔

(الکبیری ص۳۸۲)

نفل و سنت کے نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے سنت قبلیہ ہو یا بعدیہ بلکہ سب نوافل گھر میں پڑھنا بہتر ہے سوا تراویح اور تحیۃ المسجد کے

(بحوالہ کبیری)

در مختار رقمطراز ہے

الافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنھا۔

(الدر المختار ص۶۷ ج۱)

نفل اور سنت گھر میں پڑھنا بہتر ہے بغیر تراویح کے کہ وہ مسجد میں بہتر ہے ہاں اگر گھر میں فوت ہونیکا خطرہ ہو تو پھر نفل سنت بھی مسجد میں پڑھے

(در مختار)

ہدایہ نے تصریح کی ہے

الافضل فی عامۃ السنن و النوافل المنزل المروی عن النبی علیہ السلام

(ہدایہ باب ادراک الفریضہ ج۱ ص[illegible])

بہتر یہ ہے کہ عامہ سنن و نوافل گھر میں پڑھے جائیں اور یہی روایت ہے نبی کریم سے

(ہدایہ)

صاحب لمعات نے یوں تصریح کی ہے

عربی	اردو
قد اختلف الروایات حدیثا	متعدد زمانوں سے روایات میں اختلاف
وقدیما فی انه هل یقوم بعد	ہے کہ آیا نمازی جب نماز فرض سے سلام پھیر سکے
اداء الفریضة متصلاً او یلبث	متصل فوراً کھڑا ہو جائے یا بیٹھا رہے اور
فی مکانه قاعداً اذا قام هل	جب کھڑا ہو جائے تو وہیں فرض نماز کی جگہ سنن و نوافل
یتطوع فی مکانه او یتحول	پڑھے یا جگہ ہٹ کر پڑھے ۔
فالمختار انه یقوم من غیر لبث	تو بہتر یہ ہے کہ فوراً کھڑا ہو
ان کان فی صلوة بعدها تطوع	(ہٹ کر) سنن و نوافل پڑھے بشرطیکہ
وکذا الامام من الظهر والمغرب	نماز ایسی ہو جسکے بعد نوافل اور سنن ہوں
والعشاء کره له المکث قاعداً	اور اسی طرح امام کیلئے نماز ظہر
فان شاء ان یصلی تطوعاً لم	اور مغرب اور عشاء کے بعد بیٹھ کر
یصلی فی مکانه بل یتاخر فیصلی	امامت کی جگہ پر ٹھہرنا مکروہ ہے
خلف القوم او حیث احب من	اگر امام سنت و نفل پڑھے تو امامت
المسجد خلا مکان امامه او	کی جگہ پر نہ پڑھے بلکہ صفوں کے پیچھے
یخرف یمنة او یسرة وان شاء	یا مسجد کے کسی بھی اور حصے میں پڑھ جائے بھی
رجع فی بیته یتطوع وان کان	اسکا رخ ہو یا دائیں بائیں ہو کر پڑھے چاہے
مقتدیا او یصلی وحده ان	تو اپنے گھر میں نوافل و سنن پڑھے ۔
لبث فی مکانه یدعو جاز وکذا	اور اگر مقتدی ہے یا اکیلے نماز پڑھ رہا ہے
ان قام الی التطوع فی مکانه او	تو اسی مقام پر ٹھہر کر دعا مانگنا جائز ہے

تقدم او انحرف يمنة او يسرة والكل	نیز اپنے مقام پر نفل کیلئے کھڑا ہو گیا
سواء وروى عن محمدؒ انه قال يستحب	یا آگے چلا گیا یا دائیں یا بائیں طرف
للقوم ايضًا ان ينقضوا الصفوف	پھر گیا یہ سب برابر ہیں۔ اور امام محمد
ويتفرقوا واما فى غيرها فقد ثبت	سے منقول ہے کہ فرمایا ہے قوم کے
فى الصحيح انه صلى الله عليه وسلم	لئے بھی مستحب ہے کہ صفوں کو توڑیں
كان يقعد فى مكانه بعد الفجر الى	اور منتشر ہو جائیں اور باقی نمازوں (عصر فجر)
طلوع الشمس لمعات للشيخ عبد الحق	میں تو صحیح حدیث میں منقول ہے کہ
محدث دهلوى على حاشيه مشكوٰة	آپ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے
(ص۸۸ باب الذكر بعد الصلوٰة)	سورج ابھرنے تک اپنی جگہ تشریف

فرما ہوتے رہتے تھے

اور فتح القدیر شرح ہدایہ خلاصۃ الفتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اذا سلم الامام من الظهر	جس وقت امام نے نماز ظہر و مغرب و عشاء
والمغرب والعشاء كره له المكث قاعدًا	میں سلام پھیر تو اس کیلئے بیٹھے رہنا
لكنه يقوم الى التطوع ولا يتطوع فى	مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ نفل وغیرہ پڑھنے کیلئے
مكان الفريضة ولكن ينحرف يمنة	کھڑا ہو جائے اور نفل بھی فرض کے مقام
او يسرة او يتأخر وان شاء رجع الى	پر نہ پڑھے الا یہ کہ دائیں یا بائیں جانب
بيته وان كان مقتديًا او يصلى	پھرے یا پیچھے کو ہو جاتے۔ اور اگر چاہے
وحده ان لبث فى مصلاه يدعو	تو اپنے گھر میں جا کر پڑھے اور اگر مقتدی ہے

جاز وكذا ان قام الى التطوع فى
مكانه او تقدم او تاخر او انحرف
يمنة ويسرة جاز والكل سواء
(الى قوله) وفى الصلوة التى
لا يتطوع بعدها يكره المكث فى
مكانه قاعدا مستقبلا ثم هو
بالخيار ان شاء ذهب وان شاء
جلس فى محرابه الى طلوع الشمس
وهو افضل ويستقبل القوم بوجهه
اذا لم يكن بحذائه مسبوق فان
كان ينحرف يمنة او يسرة والصيف
والشتاء سواء هذا هو الصحيح
هذا حال الامام وقوله والكل
سواء يعنى فى اقامة السنة اما
الافضل فقد صرح فيما ياتى بان
المنزل افضل فقد صرح فيما ياتى
بان المنزل افضل۔

(فتح القدير ص ۳۱۴ / ج ۱)

یا اکیلے نماز پڑھنے والا ہے وہ اگر مصلی
پر دعاء مانگے جائز ہے۔ اور اسی طرح اگر
اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر نفل پڑھے تو بھی جائز ہے
اور سب برابر ہیں (یہاں تک کہا ہے) اور
اس نماز میں جس کے بعد نفل وسنت نہیں
اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا قبلہ رخ ہو کر مکروہ ہے
پھر اسکی مرضی ہے اگر دل چاہے چلا جائے
اور اگر چاہے اپنے محراب میں سورج نکلنے تک بیٹھے
اور یہی بہتر ہے اور جب سامنے میں کوئی مسبوق
نماز پڑھنے والا نہ ہو تو قوم کی طرف رخ کرے
اور اگر موجود ہو تو دائیں یا بائیں پھر جائے اور موسم گرما
وموسم سرما سب برابر ہیں۔ یہی صحیح صورت ہے اور یہ
امام کا حال ہے اور یہ جو کہہ دیا کہ سب
برابر ہیں۔
یعنی ادائے سنت میں ورنہ بہتر
تو یہ ہے کہ سنن ونوافل گھر کے اندر پڑھے
جیسا کہ خود انہوں نے آئندہ میں
اس کی تصریح کی ہے۔

اور عالمگیری میں لکھتے ہیں ۔

الافضل فی السنن والنوافل
المنزل لقوله علیه السلام
صلوۃ الرجل فی المنزل افضل
الا المکتوبة (الی قوله) والامام
یتاخر عن مکان صلی فیه
فرضه لامحالة کذا فی الکافی
وذکر الحلوانی الافضل ان
یؤدی کله فی البیت الا
التراویح (الی قوله) ولکن
الافضل مایکون ابعد من
الریاء واجمع للاخلاص و
الخشوع کذا فی النھایة
(عالمگیری ص ۱۱۳ / ۱-۷)

افضل سنتوں اور نفلوں کے لئے میں گھر
ہے اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ فرض کے سوا
آدمی کی نماز گھر میں زیادہ بہتر ہے
(یہاں تک کہا) کہ امام اس جگہ سے
(جس پر نماز فرض ادا کر چکا ہے)
خواہ مخواہ پیچھے ہو جائے ۔ کافی
کتاب میں اسی طرح ہے اور حلوائی
نے ذکر کیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ
سب سنت و نوافل گھر میں ادا کرے
سوائے تراویح کے (آگے لکھتے ہیں)
مگر بہتر وہ ہے جو ریاکاری سے زیادہ
دور ہو ۔ اور اخلاص و خشوع کے
لئے جامع تر ہو ۔ اسی طرح نہایہ میں ہے

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے صلوۃ المرء فی بیته افضل من صلوته
فی مسجدی هذا الا المکتوبة حاشیہ مشکوۃ میں فی مسجدی

هٰذا پر لکھتے ہیں ۔

قوله فی مسجدی هٰذا
الا المکتوبة الخ هذا تتمیم ومبالغة
لارادة الاخفاء فان الصلوٰة
فی مسجد رسول الله صلی الله
علیه وسلم تعادل الف صلوٰة
فی غیره من المساجد سوی
المسجد الحرام وفیه اشعار
بان النوافل شرعت للقربة
الی الله تعالٰی واخلاصًا لوجهه
فینبغی ان تکون بعیدة من الریاء
ونظر الخلق والفرائض اُسِّسَت
لاشاعة الدین واظهار
شعائر الاسلام فهی جدیر
بان تقام علی رؤس الاشهاد
ذکره الشیخ حاشیة
مشکوٰة شریف
(ص ۱۱۵)

آپ کا یہ ارشاد کہ میری اس مسجد
میں آخیر تک یہ تتمہ اور کمال ہے
خفیہ پڑھنے کے مراد ہونے میں
اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنی
مسجد حرام کے علاوہ باقی مسجدوں
کی نسبت سے ہزار نمازوں کے
برابر ہے ۔ اور اس میں تنبیہ ہے
کہ نوافل (غیر فرائض) خدا تعالیٰ کے
قرب اور خالص اس کی رضا کیلئے
مقرر ہوئی ہیں ۔ تو اب مناسب
یہ ہے کہ ریاکاری اور مخلوق کی نظر
سے غائب ادا کی جائیں ۔ اور
فرض تو دین پھیلانے اور شعائر
اسلام کے ظاہر کرنے کیلئے وضع
ہوئے ہیں ۔ تو ان کیلئے مناسب
یہ ہے کہ برسر عام ادا کئے جائیں ۔

اور علامہ انور شاہ رقمطراز ہے

اداء السنن فی البیت سنۃ	سنت کو گھر میں ادا کرنا سنت
وافضل کما فی الھدایۃ وھذا	اور بہتر ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں
اصل المذھب (الی ان قال)	ہے۔ اور یہ اصل مذہب ہے
واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم	(آگے کہا ہے) اور نبی اکرم
فسنتہ المستمرۃ اداء السنن	صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول رہتا
فی البیت الا فی واقعتین	کہ سنت کو گھر میں ادا فرماتے تھے
فی رکعتی المغرب۔	مگر دو واقعے ایسے ہیں کہ مغرب کی
(عرف الشذی ص۱۶۱)	دو رکعت (سنت) مسجد کے اندر
	ادا کر دیے۔
قولہ افضل صلوتکم فی	یہ جو فرمایا ہے کہ تمہارے
بیوتکم الا المکتوبۃ۔ و	بہتر نماز وہ ہے جو تمہارے
بھذا قصر ابو جعفر الطحاوی	گھروں کے اندر ادا ہو۔ سوائے
احراز الثواب فی المسجد	فرض کے۔ اور اسی دلیل کی بنا
النبوی والمسجد الحرام	پر امام ابو جعفر طحاوی نے مسجد
والمسجد الاقصیٰ علی	نبوی اور مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ
المکتوبۃ فانہ لم یثبت	کے اندر نماز کا (زیادہ) ثواب حاصل
منہ علیہ السلام اداء السنن	کرنا صرف فرضوں کے ساتھ مخصوص
فی المسجد النبوی (عرف الشذی ص۱۶۲)	بتایا ہے کیونکہ حضور سے یہ نقل ثابت نہیں کہ سنتوں کو

قدیم علماء اور فقہا کی تصریحات سے خوب

واضح ہوگیا کہ سنتوں اور نفلوں میں سنت طریقہ

اور بہتر یہ ہے کہ گھروں میں پڑھے تو دعاء اجتماعی مروج کی نفی خود بخود ثابت ہوئی۔ کیونکہ گھروں سے دعاء اجتماعی مروج کیواسطے دوبارہ مسجد کو آنا عقلاً بھی حرج سے خالی نہیں اور نقلاً بھی کسی سے ثابت نہیں کہ وہ دوبارہ دعا کے واسطے مسجدوں کو آتے۔ اور یہی متقدین علماء اور فقہا نے صراحۃً رد بھی نہیں لکھی ہے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں یہ دعاء مروجۂ اجتماعی رواج نہ تھی۔

متأخرین علماء کے زمانہ میں جب دعاء اجتماعی نے رواج پایا تو انہوں نے صراحۃً رد اور انکار کیا اور کتاب و سنت کے رو سے اس دعاء اجتماعی کو بدعت و خلاف سنت قرار دیا۔

فصل پنجم :- دعاء اجتماعی بعد السنن کی رد میں علماء متأخرین کی تصریحات

(علامہ ظفر احمد عثمانی دیوبندی اعلاء السنن میں لکھتے ہیں)

رحم الله طائفة من المبتدعة في بعض اقطار الهند حيث واظبوا على ان الامام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قرأتهم اللهم انت السلام ومنك السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الامام عقب الفاتحة جهرًا بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذالك وقد جرى العمل منهم بذالك على سبيل الالتزام والدوام حتى ان بعض العوام اعتقدوا ان الدعاء بعد سنن والنوافل باجتماع الامام والمأموم مين ضرورتي واجب حتى انهم اذا وجدوا من

ہندوستان کے بعض اطراف کے اہل بدعت کی ایک جماعت کی حالت قابل شفقت ہے ۔ کہ ان کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ امام اور مقتدی فرض کے بعد اللّٰھم انت السلام الخ تک پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب نفلوں اور سنتوں سے فارغ ہو جاتے ہیں سورۃ فاتحہ بالجہر پڑھنے کے بعد امام صاحب دوبارہ دعا مانگتا ہے اور مقتدی اس پر آمین کہتے رہتے ہیں ۔ اور اس پر پابندی اور ہمیشگی کے ساتھ ان کا عمل جاری رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ بعض عوام یہ اعتقاد کرنے لگے ہیں کہ سنت اور نوافل کے بعد امام اور مقتدیوں کا مل کر

الامام تاخیرًا لاجل اشتغاله
بطویل السنن والنوافل اعترضوا
علیه قائلین انا منتظرون للدعاء
ثانیا وهو یطیل صلاته وحتی
ان متولی للمساجد یجبرون الا
مام الموظف علی ترویج هذا
الدعاء المذکور بعد السنن و
النوافل علی سبیل الالتزام و
من لم یرض بذلك یعزلونه
عن الامامة یطعنونه ولا یصلو
خلف من لا یصنع بمثل صنیعهم
وایم الله ان هذا امر محدث فی
الدین فقد عرفت فی الحدیث
الثانی عشر من المتن انه صلی الله
علیه وسلم لا یصلی الرکعتین
بعد الجمعة ولا الرکعتین بعد
المغرب الا فی اهله وهو حدیث
حسن وفی الثالث عشر

دعا کرنا ضروری اور واجب ہے
چنانچہ جب دیکھ لیا کہ امام
نے طویل سنتوں اور نوافل پڑھنے
میں دیر لگائی تو اعتراض کرنے
لگتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم دوسری
دعاء کیلئے انتظار میں ہوتے ہیں
اور یہ اپنی نماز کو طول دیکر پڑھتا ہے،
اور یہانتک کہ مسجد کا متولی تنخواہ
خور امام کو (ترویج دعاء مذکورہ پر
جو سنن اور نوافل کے بعد بطریق
پابندی مانگتے ہیں)۔ مجبور کرتا ہے
اور جو امام یہ طریقہ پسند نہ کرے
اسکو امامت سے برطرف کرتے ہیں
اور طعنے دیتے ہیں اور ایسوں کے
پیچھے نماز تک نہیں پڑھتے جو انکے
طریقہ پر عمل پیرا نہ ہو۔
قسم خدا کا یہ کام دین کے اندر نیا
گھڑا گیا ہے۔ پس ہمیں معلوم ہوا

منه انه صلى الله عليه وسلم
سئل ايما افضل الصلوة فى البيت
او الصلوة فى المسجد فقال الا ترى
الى بيتى ما اقرب الى المسجد فلان
اصلى فى بيتى احب الىّ من ان اصلى
فى المسجد الا ان تكون مكتوبة وهو
حديث صحيح او حسن ففى كل ذالك
دلالة على انّها دته الغالبة فى
اداء السنن والنوافل كانت،
صلوتهما فى البيت ولم يثبت
فى حديث ما انه كان يرجع الى
المسجد لاجل الدعاء بعدها
وايضا ففى ذالك من الحرج ما لا
يخفى وايضا فقد مر ان المندوب
ينقلب مكروها اذا رفع عن رتبته
لان التيامن مستحب فى كل شئ
من امور العبادة لكن لما خشى
ابن مسعود ان يعتقد وا وجوبه

(اس دوسری حدیث میں جو متن میں مذکور ہے)
کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے
بعد والی دو رکعت اور مغرب کے بعد
والی دو رکعت گھر ہی میں ادا فرماتے
تھے (یہ حدیث حسن ہے)
نیز متن کی تیسری حدیث میں ہے
کہ آنحضرتؐ سے دریافت کی گئی کہ نماز
گھر میں پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں تو فرمایا
کہ دیکھتا نہیں میرا گھر مسجد سے کتنے
قریب ہے لیکن اگر میں گھر میں نماز پڑھ
لوں یہ زیادہ پسند ہے مجھ کو اس کے نسبت
کہ مسجد میں پڑھ لوں الا یہ کہ فرض
نماز ہو کیونکہ وہ تو ہر حال میں مسجد میں
بہتر ہے (یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)
تو ان سب سے اس پر دلالت موجود ہے
کہ حضورؐ کی اکثر عادت سنن و نوافل
کے ادا کرنے میں گھر کے اندر ادا کرنے
کی تھی۔ اور کسی حدیث میں یہ بات ثابت

اشار الی کراھتہ فکیف
بمن اصر علی بدعۃ او منکر ولا
یتم احتجاج ھذہ الطائفۃ بما ورد
فی بعض الروایات انہ صلی اللہ
علیہ وسلم صلی النوافل
احیاناً فی المسجد کما روی
الطحاوی فی معان الآثار عن
ابن عباس ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صلی العشاء
ثم صلی بعدھا حتی لم یبق
فی المسجد غیرہ وکما روی ،
ابوداؤد عنہ کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یطول
القراءۃ بعد المغرب حتی یتفرق
اھل المسجد فان جواز فعل
النافلۃ فی المسجد لا ینکرہ احد
وانما الکلام فی الافضلیۃ
و فی الدعاء بعدھا بالاجتماع

نہیں کہ آپؐ ان کے بعد دعا کیلئے مسجد
میں دوبارہ تشریف لاتے تھے ۔
اور اسمیں جو حرج ہے وہ بھی
پوشیدہ نہیں اور یہ بات بھی گزر گئی
کہ مستحب کام کو اگر اپنے مرتبے سے
بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ ہو جاتا
ہے ۔ کیونکہ سب امور عبادات میں استحباب
فی التیامن (داہنے) میں ہے مگر حضرت
عبد اللہ ابن مسعودؓ کو خوف فساد
اعتقاد (کہ لوگ اسے واجب قرار نہ دیں)
اس کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ
کر دیا تو جو کوئی بدعت یا منکر پر اصرار
کرے کیا حال ہوگا اسکا ۔ نیز اس جماعت
کی دلیل اس سے پوری نہیں ہوتی کہ بعض
روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کبھی مسجد میں نفل پڑھتے تھے
جیسے امام طحاوی نے معانی الآثار میں
ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول

وقد ثبت افضليتها فى
البيت بالحديث القولى وهو،
مقدم على الفعلى كما تقرر
فى الاصولى فيحمل الفعل على
بيان الجواز وليس فى هذه
الاثار ولا فى غيرها انه صلى الله
عليه وسلم حين صلى النوافل
فى المسجد دعا بعدها مع القوم
بل الظاهر منها انه لم يزل
مشتغلا بالصلوة والقراءة
حتى تفرق اهل المسجد عنه
فاين فيه مايريدون من
اثبات الدعا بعد النوافل
مجتمعين بل لما كان فى
ذالك من اجبار الامام والمأ
مومين على فعلهم السنن
والنوافل فى المسجد وفيه
تغير للمشروع والافضل

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مسجد
میں عشاء کی نماز پڑھی
پھر اس کے بعد دوسری نماز پڑھی
یہاں تک کہ مسجد میں آپ کے علاوہ کوئی
باقی نہیں رہا۔
(نہ اس سے)۔ جو ابوداؤد نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم مغرب کے بعد لمبی قرأت پڑھتے
تھے یہاں تک کہ مسجد کے لوگ منتشر ہو جاتے
(کیونکہ مسجد کے اندر نفل پڑھنے کے جائز ہونے
سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ کلام افضلیت
اور بعد النوافل دعاء اجتماعی میں ہے
سنن کو گھر میں پڑھنے کی بہتری حدیث
قولی (جبکہ مرتبہ حدیث فعلی پر مقدم ہے) سے ثابت ہے
جیسا کہ اصول میں یہ قاعدہ ثابت ہے۔ تو
تو لا محالہ فعل کو محض جائز ہونے پر محمول کیا
جائیگا۔ اور ان آثار یا ان کے سوا کسی میں
یہ بات نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

وتضييق لما جعل الله
فيه سعة كان ذالك بدعة
في الدين محرمة فقد مر في
المتن عن ابي الاحوص ان
ابن مسعود قال اذا فرغ الامام
ولم يقم ولم ينحرف وكانت له
حاجة فاذهب ودعه فقد
تمت صلواتك ورجاله ثقات
واصرح منه ما في مجمع الزوائد
صفحہ ۲۱، وقال رجاله الصحيح،
عن ابن مسعود ايضا قال اذا
سلم الامام وللرجل حاجة فلا
ينتظره اذا سلم ان يستقبله
بوجهه وان فصل الصلوة
التسليم اه وفي كل ذالك دلالة
على جواز انصراف الماموم و
ذهابه الى حوائجه بعد فراغ
الامام من الصلوة وتسليمه

جس وقت نوافل کو مسجد میں ادا کیا تو اسکے بعد
لوگوں کے ساتھ دعا کی بلکہ ان سے ظاہر یہ ہے
کہ آپ کام اور وظائف پڑھنے میں مصروف ہوتے
تھے یہاں تک کہ اہل مسجد مسجد سے چلے جاتے تھے
تو اس میں یہ امر کہاں ہے؟ جو کہ یہ لوگ ثابت کرنا
چاہتے ہیں یعنی نوافل (وغیرہ) کے بعد اجتماعی
دعا کرنا۔ بلکہ جب اس مروجہ طریقہ میں امام
اور مقتدیوں کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے کہ سنن
اور نوافل مسجد میں ادا کریں اور اسمیں مشروع
اور افضل کام کو اپنے حال سے تبدیل کرنا ہے
اور جس چیز میں اللہ تعالے نے وسعت رکھی
ہے اسمیں تنگی پیدا کرنا ہے۔ حالانکہ پہلے متن
میں ابوالاحوص کی روایت میں یہ گذر گیا کہ
ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ کہ امام جس وقت نماز
فارغ ہوا اور قیام نہ کیا اور نہ جگہ تبدیل
کی اور اس کو کوئی کام درپیش ہو تو تم
چلے جاؤ اور اسکو چھوڑ دو کیونکہ تیری نماز
مکمل ہو چکی ہے۔ اور اسکے روات سب قابل

وفی التزام الدعاء بعد
السنن والنوافل تغیر لهذا الجواز
وتضییق علی الامام والقوم بلا
وجهٍ فانهم فی سعةٍ شرعًا
ان یصلوا النوافل فی المسجد
او فی البیت او حیث شاؤا او
ینصرفوا بعد المکتوبة الی حوا
ئجهم قال اللہ تعالیٰ فاذا قضیت
الصلوٰة فانتشروا فی الارض
وابتغوا من فضل اللہ، ولا
حجة لهم ایضًا فیما ورد من الترغیب
العام فی الدعاء بعد کل صلوٰة
فرضًا کانت او نافلةً فانه
لیس فیه ان یکون هذا الدعاء
بالاجتماع وبالانتظار ولا فیما
قاله الشرنبلالی فی
نور الایضاح وشرحه بعد قوله
القیام الی اداء السنة التی

اعتماد ہیں اور اس سے زیادہ صریح روایت
وہ ہے جو مجمع الزوائد میں نقل کی
ہے اور کہا ہے کہ اس کے راوی
صحیح کے راوی ہیں یعنی اس طرح
ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ جب
امام نے سلام پھیر لیا اور آدمی کا
کام ہو تو اس امام کا انتظار نہ کرے
بلکہ وہ سلام کے بعد قوم کو رُخ کرے اس
لئے کہ سلام پھیرنے سے نماز ختم ہوگئی۔
تو ان سب میں دلیل یہ ہے کہ مقتدی کیلئے
امام کی فراغت نماز اور سلام پھیرنے کے
بعد اپنے کاموں کے پیچھے چلے جانا جائز ہے
اور سنن ونوافل کے بعد اس دعا کی پابندی
کرنے میں اس جائز امر کو تبدیل کرنا
لازم آتا ہے اور امام اور قوم کو خواہ مخواہ
تنگی میں ڈالنا ہے کیونکہ شریعت نے ان کو
یہ آزادی دے رکھی ہے کہ نوافل کو مسجد
میں پڑھیں یا گھر میں یا جہاں ان کی مرضی ہو

تلی الفرض متصلاً
بالفرض مسنون مانصه و
یستحب ان یستقبل بعده ای
بعد التطوع الناس ویستغفرون
الله ثلاثاً ویقرؤن المعوذات و
آیة الکرسی ویسبحون الله و
یحمدونه ویکبرونه ثلاثاً و
ثلثین ثم یدعون لانفسهم
وللمسلمین رافعی ایدیهم
الخ فانه لا دلالة فیه علی قرأة
کل ذالك والدعاء بعدها
مجتمعین وان یفعل ذالك کله
فی المسجد فان صیغة الجمع لا
تستدعی الاجتماع والاصطحاب
اصلاً نص علی ذالك الاصولیون
فمعنیٰ کلامه ان المسلمین ینبغی
لهم قرأة الاوراد الماثورة بعد
المکتوبات بان یأتی کل احد بها

یا فرضوں کے بعد اپنے ضروریات کے
بعد پیچھے چلے جائیں (سب جائز ہے)
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
پس جب نماز ختم ہوئی تو تم زمین میں
پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرتے
رہو۔ اور اسی طرح ان اہل بدعت
کیلئے ان حدیثوں میں جو فرض یا نفل نمازوں
کے بعد دعا کی عام ترغیب پر مشتمل ہیں
کوئی حجت نہیں ہے اس لئے کہ اس ترغیب
میں یہ نہیں کہ یہ دعاء جمعواری اور ایک دوسرے
کے انتظار کرنے کے ساتھ مانگی جائے اور
نہ صاحب نورالایضاح شرنبلالی کے اس قول میں
ان کی دلیل موجود ہے جو نورالایضاح یا اسکی شرح
میں ہے کہ "کھڑا ہونا سنت کی ادا کرنے کے
واسطے جو فرض کے بعد ہوتی ہے فرض کے ساتھ
بلا تاخیر سنت ہے۔ جسکی عبارت یہ ہے
" اور امام کیلئے سلام کے بعد یہ مستحب ہے
کہ سنت کیلئے جو فرض کے بعد ہے۔ بائیں

علی حدة ویدعوا کل احد
بعدها لنفسه وللمسلمین لان
الشرنبلالی نفسه قد نص قبل
ذالك علی ان الافضل بالسنن
اداءها فیما هو ابعد من
الریاء واجمع للخلوص سواء
البیت او غیره آه ص ۱۸۲ فلما کان
الافضل بالسنن عنده البیت
ونحوه فکیف یمکن حمل کلامه
ویستغفرون الله ویحمدونه
الخ علی فعل ذالك فی المسجد
بالاجتماع وایضا فقد نص الشرنبلالی
قبله نقلا عن مجمع
الروایات علی انه اذا فرغ من
صلوته ان شاء قرأ اوراده
جالسا وان شاء قرأه قائما ولیس
معنی قوله یستحب للامام ان
یستقبل بعد التطوع الناس

جانب پھر جاتے اور اس کے بعد لوگوں
کی طرف رُخ کرے اور ۳۳ دفعہ استغفار
کہیں اور معوذات و آیت کرسی پڑھیں اور سبحان اللہ و الحمد للہ
اور اللہ اکبر ۳۳ دفعہ پڑھیں پھر اپنے لئے اور عام مسلمانوں
کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے (الخ) تو اس عبارت
میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ سب چیزیں پڑھیں
اور ان کے فراغت کے بعد کھڑے ہو کر دعا کیجائیں
اور نہ یہ کہ یہ چیزیں مسجد کے اندر کیجائیں کیونکہ لفظ جمع کا
تقاضا یہ نہیں کہ یہ کام جماعت کیساتھ ملکر کئے جائیں
جیسا کہ علامہ اصل نے اس امر کی واضح تصریح کی ہے
تو صاحب نور الایضاح کے قول کا معنی ہوگا کہ مسلمان
کیلئے مستحب ہے کہ فرض نماز کے بعد منقول اوراد
پڑھا کریں جس کا طریقہ (صحیح) یہ ہوگا کہ ہر ایک نمازی
علیحدہ پڑھ لیا کرے اور پھر ہر ایک علیحدہ اپنے اور
دوسرے مسلمانوں کیلئے دعا بھی کریں۔ کیونکہ
اس سے پہلے خود شرنبلالی نے اس کی تصریح کی ہے کہ سنن
کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ ایسی جگہ ادا کی جائیں جو ریا
کاری سے بہت دور اور اخلاص قلب کیلئے زیادہ جامع ہو
خواہ گھر ہو یا دوسرا مقام آخر تک ص ۱۸۲ پس جب سنتوں کیلئے ان کے نزدیک (بھی) گھر وغیرہ ہے

انه يستقبلهم لاجل الدعا بل معناه انه يستحب له ابطال الاستدبار الذي كان لاجل الامامة في المكتوبة سواء استقبلهم جالسا في مكانه او ذهب الى حوائجه كما صرح هو بالتخيير في كل ذالك في ص۱۸۲ لان في كل ذالك ابطال للاستدبار المذكور فافهم والله يهدي من يشاء الى صراط المستقيم ۱۲ اعلاء السنن من ص۲۱۲ الى ص۲۱۵ حصہ لمظفر احمد عثمانی الديوبندي،

تو اسکا کلام کہ اللہ سے استغفار مانگیں اور اسکی حمد کریں (وغیرہ) اس مطلب پر کیسا محمول کیا جا سکتا ہے؟ کہ یہ کام مسجد میں اجتماعی شکل میں کئے جائیں۔ اسکے علاوہ شرنبلانی نے پہلے مجمع الروایات سے نقل کرکے یہ تصریح کی ہے کہ امام جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اسکی مرضی ہے خواہ بیٹھ کر وظیفہ پڑھے خواہ کھڑے ہو کر (سب جائز ہے) اور صاحب نور الایضاح نے جو کہا ہے کہ امام کیلئے مستحب ہے کہ سنتوں کے بعد لوگوں کی طرف رخ کرے یہ مقصد نہیں کہ ان کے ساتھ دعا مانگے بلکہ مطلب ہے کہ امامت کی وجہ سے نماز میں اپنے قوم کی طرف جو پشت کر دی تھا وہ اب ختم کرے برابر ہے اپنے مقام پر بیٹھ کر انکی طرف منہ کرے یا اپنے کام کے پیچھے چلا جائے کیونکہ ان سب میں اجازت کی صراحت ص۱۸۲ پر ذکر کی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ ہر دو صورت میں استدبار ختم ہو جاتا ہے سمجھ لو۔ اللہ سیدھی راہ کی توفیق دیتا ہے۔

نقیب احمد رباطی عقد اللآلی والدرر در ثامنہ عشرۃ میں لکھتے ہیں۔

واما المقدمة الاولى وهي تلك الطريقة في الدعاء خلاف السنة النبوية فلان ما ثبت ونقل بالنقل

اور پہلا مقدمہ یہ ہے کہ یہ اجتماعی طریقہ دعا میں خلاف سنت نبویہ ہے کیونکہ حضورؐ اور صحابہ کا معمول جو صحیح صریح ذریعے سے ثابت ومنقول ہے

الصريح الصحيح من
معمول النبي صلى الله عليه
وسلم وصحابته انما هو انهم
اذا سلم الامام من المكتوبة
تفرقوا جميعًا عن امكنة
المكتوبة الامام والمقتديون
كلهم ذاهبين بالرواتب والنوافل
الى منازلهم وحجرهم الا ماشذ
وندر واتفق احيانًا من فعل
السنن في المسجد اما
لتعليم الجواز او لاجل
الاعتكاف في المسجد
او حالة غير الحضر ومع
هذا ايضًا لم يأتوا بالسنن
في امكنتهم ثم بالدعاء
بهيئة الاجتماع فالمعمول
المواظب للنبي صلى الله عليه
وسلم واصحابه انما هو التفرق

وہ یہ ہے کہ یہ حضرات جس وقت
امام صاحب فرض سے سلام
پھیر لیتا سب فرض کے جگہوں سے
متفرق ہوتے تھے۔ امام اور
مقتدی سب۔ اور سنت مؤکدہ
اور نفلوں کے لئے اپنے گھروں
اور کمروں میں تشریف لے جاتے تھے
ہاں کبھی شاذ و نادر تھوڑے اوقات میں
ایسا بھی ہوا ہو کہ سنتوں کو مسجد
میں ادا کیا ہو۔
یا بغرض تعلیم جواز یا مسجد کے اندر
اعتکاف کرتے کے وقت۔ یا
حالت سفر میں۔ مگر اس کے باوجود
ایسا کبھی نہیں واقع ہوا ہے
کہ انہوں نے سنتوں کو اپنی اپنی
جگہ پر ادا کر کے اس کے بعد اجتماعی
دعا کی ہو۔ پس نبی اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم اور صحابہ رض کی عادت و ہمیشگی یہی تھا

بالسنن عن أمكنتهم
وعدم الاجتماع للدعاء بعد
الرواتب فكانت السنة
الشرعية النبوية هي ترك
تلك الطريقة في الدعاء
فكانت هي خلاف السنة
المواظبة فكانت بدعة
شرعية وضلالة بينة.
(عقد اللآلي والدرر ص ۲۲۵)

کہ سنتوں کو اپنی جگہوں سے جدا
ہو کر پڑھتے تھے اور سنتوں کے بعد
اجتماعی دعاء نہیں کرتے تھے۔
پس طریقہ شرعی جو نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے
وہ یہ ہے کہ یہ طریقہ دعاء ہیئت
ہمیشہ والی سنت کے خلاف ہے
چھوڑا جائے۔ کیونکہ یہ طریقہ شرعاً
بدعت اور ظاہر گمراہی ہے:
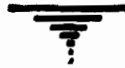
امداد المفتیین فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں سوال کیا گیا ہے کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا التزام بدعت ہے یا نہ؟ وہ لکھتے ہیں

الجواب:۔ نفس دعاء دبر الصلوۃ المکتوبہ تو بلاشبہ عام ہے۔ بعد المکتوبہ اور بعد السنن الرواتب کو۔ لیکن گفتگو نفس دعاء میں نہیں بلکہ دعا بہیئۃ اجتماعیہ میں ہے اس کی کوئی دلیل اور شاہد سلف اور خلف کے تعامل و آثار میں بعد الرواتب موجود نہیں۔ بہت سے علماء کو تو ہیئۃ اجتماعیہ بعد المکتوبہ کے ثبوت میں بھی کلام ہے۔ پھر اس نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ ختم مکتوبہ کے بعد مختصر سی دعاء مسنون پر ہر شخص عمل کرے تو خود بخود اجتماع سابق باقی رہ جائے گا بالقصد اجتماع دعاء کیلئے نہ ہوگا چند سطور چھوڑ کر پھر لکھتے ہیں سنتوں کے بعد ہیئۃ اجتماعیہ دعاء کے نہ اس پر تعامل ثابت ہے اور نہ کسی حدیث وا ثر سے اس کا ثبوت ہے۔ تو اس پر اجتماع اور اس اجتماع کا التزام بلاشبہ بدعت کی حد میں آجاتا ہے۔

فائدہ:۔ مفتی صاحب کے فرق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد ہر شخص مسنون دعاء پر عمل کرنے سے جو صورۃً ہیئت اجتماعی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ وقت ایک ہے حقیقت میں یہ اجتماع دعا کے لئے نہیں اور نہ یہ اجتماعیت دعاء کیلئے مقصد ہوگی۔ چنانچہ خط کشیدہ الفاظ پھر پڑھیں۔ وہ خود لکھتے بالقصد اجتماع دعاء کیلئے نہ ہوگا

توجب اجتماع امام اور مقتدیوں کے صرف صوتاً ہوا نہ مقصوداً ۔ کہ امام جب ہاتھ اٹھائے تو مقتدی بھی اٹھائیں جب وہ ہاتھ منہ پر پھیر دے تو مقتدی بھی پھیر دیں اور ان کے ساتھ دعاء ختم کریں ۔ ۔ اگر اس طرح نہ ہو بلکہ اگر احیاناً امام بدون دوام واعتقاد لزوم یا انکار ترک اپنا الگ دعاء مانگے ۔ اور مقتدی بھی ہر ایک الگ الگ اپنے طور پر اسی وقت دعا میں مشغول رہیں تو یہ بدعت کی فہرست میں یقیناً داخل نہیں کیا جا سکتا ۔ چنانچہ مفتی صاحب اسی فتاوی صفحہ ۲۴۲ میں دوسرے جگہ پر لکھتے ہیں ۔ اب رہا تسبیح و تہلیل کرنا پھر مجمع کے ساتھ دعا کرنا اور مجمع کا آمین کہنا یہ امور مجموعی حیثیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فعلاً مروی نہیں ہیں ۔

پھر صفحہ ۲۴۴ پر تیسرے جگہ لکھتے ہیں اب رہا یہ قصہ کہ کسی دعا جو ایک مجمع کے ساتھ کیجاتی ہو اور قوم اس پر آمین کہتی ہے ۔ سو اول تو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ عہد نبوت اور خلفاء راشدین رض کے تعامل سے یہ محض اقتران اتفاقی کے طور پر ثابت ہوتا ہے ۔ اس اجتماع کو ایسا مقصود بنا لینا کہ امام کو دعاء مخصوص کرنے کی اجازت نہو یہ خود حد سے تجاوز ہے اس لئے علامہ شاطبیؒ نے اسکو بدعت کہدیا ہے ۔ یہ بعد نماز کی دعاء یقیناً حدیث (ثوبان رض) میں داخل نہیں الخ ۔ موجودہ زمانہ میں فرض نماز کے سلام کے بعد امام اور مقتدی مل کر اجتماعی دعاء کرنا اور امام کو اس پر مجبور کرنا ۔ اگر امام اجتماعی دعاء سے احتراز کرے اسکو امامت سے معزول کرنا اور اس کے

پیچھے نماز نہ پڑھنا اسی طرح دعا کو نہ مفتی محمد شفیع صاحب نے جائز کہا ہے
اور نہ وہ اس کے قائل ہیں۔ نہ امداد المفتیین میں اس قسم کی دعا کا جواز موجود ہے اور نہ عزیز الفتاوی میں اس التزامی
اجتماعی دعا کا بعد فرض ثابت ہے ہر دو مفتی صاحبان اتفاقی دعاء یعنی وہ دعا جو کبھی کبھی بغیر التزام کے
ہو اور وہ بھی بعد الفرض اور اجتماعیت بھی صرف صورۃً ہو نہ مقصوداً اس کے جواز کے
محض قائل ہیں تو رواجی دعاء کے قائلین کا یہ کہنا کہ فتاوی دار العلوم میں دعاء
بہیئت اجتماعی بعد الفرائض ثابت ہے محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ جیسے اوپر
ذکر کر چکا ہوں کہ ان دو فتاؤں میں دعا بہیئت اجتماعی التزاماً کہ تارک پر طعن و تشنیع کیا
جا سکے۔ یا امامت سے معزول کیا جائے یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کیجاوے
ہرگز موجود نہیں نہ ان فتاؤں میں کہیں اس کا ثبوت ہے تو اسی وجہ سے مفتی محمد شفیع صاحب
نے رسالہ بدعت و السنۃ صفحہ ۱۹ پر اس اجتماعی دعاء بعد از فرض کو بدعت کہا ہے
اور اسی طرح معارف القرآن صفحہ ۵۸ ج ۳ میں اجتماعی دعاء جہراً کی رد موجود ہے اور
یہ دونوں تصانیف مفتی صاحب نے آخری عمر میں لکھے ہیں۔ فتاوی دیوبند اس سے
پہلے کی تصنیف ہے۔ بالفرض اگر اجتماعی دعا بعد الفرض کو اس نے امداد المفتیین میں بدعت
نہ کہا ہو یہ کہنا اس بناء پر ہے کہ اتفاقی ہو نہ التزاماً اور بالقصد اجتماع نہ ہو اور امام اس پر
مجبور نہ کیا جائے کہ امامت سے معزول کیا جاوے یا ان کے پیچھے بوجہ نہ کرنے اس دعاء کے نماز
نہ پڑھے۔ بعد میں جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ مثل جزو نماز سمجھا گیا ہے اور اس پر
نزاع اور معرکے ہو رہے ہیں نیز جناب کو دیگر علماء کے تصریحات نظر سے گزرے
تو اس نے آخری تصنیفات میں اس دعا کے عدم ضرورت اور بدعت ہونے کی تصریح کی

اور تردید لکھی ہے۔

اور احسن الفتاویٰ میں جناب رشید احمد صاحب لدھیانوی محدث وسابق مفتی دار العلوم کراچی لکھتے ہیں۔

امام کے ساتھ بہئیت اجتماعی دعا مانگنا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضوان علیہم تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں جسکا وجود ہی ثابت نہو اسے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جو امر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہو اسے ثواب تصور کرنا یہ سمجھنے کی مترادف ہے کہ (نعوذ باللہ) حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دین کو سمجھا نہیں یا پوری طرح پہنچایا نہیں اس لئے دین ناقص رہا جس کی تکمیل آج ہم کر رہے ہیں حالانکہ ارشاد ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

آج ہم اپنے عمل سے اس آیۃ کریمہ (قول رب العلمین) کی تکذیب کر رہے ہیں۔

(انتہی بقدر الحاجۃ احسن الفتاویٰ ص۱۲۲ ج۱)

جناب محدث انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی نفائس المرغوبہ پر تقریظ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

واما الامور المحدثۃ من عقد صورۃ الجماعۃ للدعاء لجماعۃ الصلوٰۃ والانکار علی تارکھا ونصب الامام ثم اتمام بیمنیہ وغیر ذالک من	اور یہ نئی ایجاد کہ دعا بہیئۃ اجتماعی کیجائے جیسے فرض نماز جمعواری کے ساتھ اور اس اجتماعی دعا کو چھوڑنے والا۔ پہ انکار کرنا امام پر اجتماعی دعا لازم کرنا اس کیساتھ الحاح کرنا

قلة العلم وكثرة الجهل والجاهل اما مفرطٌ او مفرّطٌ والله الموفق للصواب ۔ (نفائس مرغوبہ ص۳۷)

اور امام کے تابعداری کرنا ہاتھ اٹھانے اور ختم کرنے میں جیسے اقتدار نماز میں ہوتا ہے یہ سب قلت علم اور کثرت جہل کے نتائج ہیں اور جاہل افراط و تفریط میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے

اور جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کفایت المفتی میں چند سوالات کے جوابات میں لکھتے ہیں ۔

سوال :۔ فرض نماز کے بعد امام بلند آواز سے دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں ؟ یہ ٹھیک ہے کہ سنن و نوافل کے بعد انتظار کرنا اور اجتماعی دعا مانگنا سنت کے خلاف ہے مگر فرضوں کے بعد دعا مانگنا تو ثابت ہے ۔

المستفتی ۴۹۱ محمد انور ضلع جالندھر، ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

الجواب (۵۴۱) اس طریقہ کو ضروری اور لازمی نہ سمجھا جائے تو مباح ہے ۔ مگر سنن و نوافل کے بعد سب کا موجود رہنا اور پھر اس طریقہ سے یہ دعا مانگنا واجب الترک ہے ۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی ص۲۸۰ ج۳)

سوال :۔ نماز کے بعد تین دفعہ دعا مانگنے سے روکنا کیا صحیح ہے ۔ ایسا ہی جمعہ کی رات سورۃ الملک پڑھنے سے روکنا اور اسکو بدعت کہنا ہیئت اجتماعی کیا ٹھیک ہے ۔ المستفتی ۹۵۷ مولوی عبدالحکیم ضلع پشاور ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

الجواب (۵۴۳) نماز کے بعد تین تین بار دعا مانگنے کا التزام بدعت ہے سورہ ملک کو بہیئت اجتماعی پڑھنے کو رسم بنالینا بدعت ہے۔

(محمد کفایت اللہ)

تنبیہ:۔ یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت شریفہ اور اکثری طرز عمل تو یہی تھا کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔ لیکن حضورؐ سے احیاناً یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد میں بھی آپؐ نے سنن اور نوافل پڑھے ہیں اس لیے اگر لوگ فرضوں کے بعد سنن اور نوافل مسجد میں پڑھ لیں تو یہ ناجائز یا مکروہ نہیں مگر سنن و نوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا مروجہ طریقہ ہرگز ثابت نہیں ہے اس لیے اس کا التزام یقیناً لائق ترک ہے

(کفایت المفتی ص ۳۱۳ ج ۳)

اولی اور افضل یہ ہے کہ امام اپنے مکان یا حجرے میں جا کر سنتیں پڑھے اور اسی طرح لوگ بھی اپنے مکانوں میں جا کر سنتیں پڑھیں اگر مقتدی سب ایسا نہ کر سکیں تو جو کر سکتے ہوں وہ کرلیں اور تمام کے تمام نہ کر سکیں تو وہ امام کو اس اولیٰ اور افضل عمل سے نہ روکیں۔ اگر امام فرض پڑھا کر مختصر ماثور ذکر و دعاء پڑھ کر حجرے میں چلا جائے تاکہ سنن و نوافل کو اپنے حجرے میں افضل اور مسنون طریقہ پر ادا کرے تو جانے دو اسکو ایک غیر ثابت اور غیر مسنون رواجی دعاء کیلئے ایک مسنون عمل سے کیوں روکا جاتا ہے۔ انتہی الکلام

فیما اذا صلی السنۃ فی محل الفرض لا تفاق کلمۃ المشائخ علی ان الافضل فی السنن حتی سنۃ المغرب المنزل فلا یکرہ الفصل بمسافۃ الطریق (ردالمحتار نقلاً عن الحلبی کفایت المفتی ص ۳۱۵ ج ۳)

مؤلفین فتاویٰ دیوبند اور مفتی کفایت اللہ صاحب کے نظریہ ان کے مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ یہ حضرات دعاء بہیئت اجتماعی بعد السنن کے مطلقاً قائل نہیں اور بعد الفرض بہیئت کذائیہ کے جواز یا اباحت کے محض اس بنا پر قائل ہیں کہ لازم نہ سمجھی جائے اور تارک پر طعن وتشنیع وغیرہ مفاسد سے خالی ہو۔ اور نہ لازم ہے اور نہ واجب مگر اہل ہوا حضرات بدعت کے بدنامی سے بچنے اور عوام کو ورغلانے کیلئے ان فتاوؤں سے ثبوت کے سعی ناکام کرتے ہیں۔ اگر یہ حضرات ضد اور حسد پر اڑ کر یہ رویہ تبدیل نہ کریں تو کبھی اصلاح نہیں آجائیگی۔

؎ متی یبلغ البنیان یوماً تمامہ
اذا کنت تبنیہ وغیرک یھدم

۴۔ باب چہارم

(سنت فعلی کے اتباع کی ترغیب میں)

اللہ تعالےٰ کی محبت اور رضاء اور جنت کی بے انتہا نعمتیں اتباع رسول اور عمل بالسنۃ میں ملتی ہیں ــــــ

(۱) قل ان کنتم تحبون اللہ کہدیجیئے اے پیغمبر اگر اللہ تعالےٰ کی محبت

فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم (آل عمران ۳۱/۳ ع)

چاہتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھیگا تمہارے گناہ معاف کرے گا اور اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے ۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الاخرۃ (احزاب ۲۱/۲۲ ع)

اور تم کو رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت میں بہترین اقتداء ہے اسکیلئے جس کا یقین ہو خدا اور آخرت کا ۔

(۲) عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امابعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد ؐ وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۷/۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اما بعد بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے ۔ اور بہترین طریقہ محمد ؐ کا طریقہ ہے اور بہت برے نئے اعمال دین میں بدعت کے اعمال ہیں ۔

(۳) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ کل امتی

ابوہریرۃ رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر

یدخلون الجنۃ الا من ابی قیل ومن ابی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابیٰ

(رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۲۷)

امتی میرا جنت میں داخل ہو جائیگا مگر منکر سوال کیا گیا کہ منکر کون ہے۔ فرمایا علیہ السلام جسنے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور جس نے میری اطاعت نہ کی وہ میری سنت کا منکر ہے (مشکوٰۃ)

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا الیٰ ھدیً کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلک من اجورھم شیئًا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لا ینقص ذالک من آثامھم شیئًا۔

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ج۱ ص۲۹)

ابو ہریرۃ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے ہدایت کیطرف دعوت دی اسکو پورا اجر ملے گا اور پورا اجر اپنے اتباع کے عمل کا بھی کر ان کے ثواب میں کمی نہیں کیجائیگی اور جو گمراہی کی دعوت دیتا ہے اس پر اپنے گناہ کے علاوہ متبعین کے گناہ کا بوجھ بھی پڑیگا اور اتباع کرنیوالوں کو بھی عذاب سے چھٹکارا نہیں ملے گا۔

(۴) عن العرباض قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عرباض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی

(الیٰ ان قال) فانه من يعش منكم بعدی فسیریٰ اختلافاً كثيرةً فعليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة۔

(رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجه)
(مشکوٰة صفحہ ۳۰)

(یہاں تک کہ فرمایا) جو شخص تم میں سے زندہ رہیگا وہ میرے بعد بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس تم میرے اور میرے خلفاء راشدین ہدایت یافتوں کا طریقہ مضبوط پکڑے رکھو اسکو احتیاط سے تھامے رکھو اور اسکو ڈاڑھ کے دانتوں سے مضبوط پکڑتے رہو اور دین میں نئے پیدا شدہ کاموں سے بچتے رہو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے

(۵) وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به

رواه فی شرح السنة
(مشکوٰة صفحہ ۳۰)

عبد اللہ ابن عمرؓ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہرگز کوئی کامل مؤمن نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنی رائے اور خواہش میرے دین کا تابع نہ بنا لے

(۶) عن عمرو بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدين

عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ليأرز الى الحجاز كما تأرز الحية	بیشک دین حجاز کیطرف سکڑ جائیگا
الى جحرها وليعقلن الدين من	جیسا سانپ اپنے سوراخ کی طرف
الحجاز معقل الاروية من	اور دین حجاز کی طرف سکڑ جائیگا جیسے
رأس الجبل ان الدين بدا ء	آہو پہاڑ کی چوٹی کیطرف پناہ لیتی ہے
غريبا وسيعود كما بدأ فطوبى	اور دین پردیسی کی طرح ہو جائیگا جیسے
للغرباء وهم الذين يصلحون ما	ابتدائے اسلام میں تھا اہل دین جو
افسد الناس من بعدى من	پردیسی کیطرح بے یار و مددگار ہوں گے
سنتي ـ	ان کو مبارک ہو یہ لوگ وہی ہیں کہ میرے
(رواه الترمذی مشکوٰۃ ص۳۰)	مٹے ہوئے سنتوں کی احیاء کریں گے

جو لوگوں نے نظر انداز اور متروک کردی تھیں (مشکوٰۃ)

---

(۷) وعن مالك بن انس مرسلا	اور مالک بن انس رضؓ سے مرسل روایت
قال قال رسول الله صلى الله	ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
عليه وسلم تركت فيكم امرين	نے میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی
لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب	ہیں۔ ایک خدا کی کتاب دوسری میری
الله وسنة رسوله ـ	حدیث و سنت جب تک ان پر
(مشکوٰۃ ص۳۱ ج۱)	تمہارا عمل ہو۔ تم ہرگز گمراہ نہیں

ہو جاؤ گے (مشکوٰۃ ص۳۰)

(۸) وعن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء (رواہ مسلم ص۲۹ ج۱)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام ابتداء میں بھی بے یارو مددگار تھا آخر پھر بے یارو مددگار رہیگا۔ مبارک ہو اہل دین بے یارو مددگار پریشان حال والوں کو (مشکوٰۃ)

---

(۹) وعن بلال بن الحارث المزنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احیی سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاها اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بها لا ینقص ذالك من اوزارهم شیئا (مشکوٰۃ ص۳۰ ج۱)

بلال بن حارث مزنی سے روایت ہے فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے میرے مردہ اور متروک سنت کو زندہ کیا اسکو اپنی مزدوری (ثواب) دیا جائیگا اور جس نے انکی عوض سے عمل بالسنۃ کیا ان کا بھی ثواب دیا جائیگا مگر متبعین کے اجر میں بھی کمی نہیں کیجائیگی اور جو آدمی بدعت جو گمراہی ہے ایجاد کریگا جو اللہ اور رسول کو ناپسندیدہ عمل ہے ان کو اپنی بدعت کا سزا اور جس نے انکی عوض سے بدعت کی پیری کی، انکو سزا ہے

بدعت بھی دیجائیگی۔ مگر متبعین کی سزا میں بھی کمی نہیں کیجائیگی۔

باطل رسوم و بدعات کی حاکمیت و استیلا نے بصیرت و بصارت انسانی پر ایسے دبیز پردے ڈالدیئے ہیں کہ نور سنت بیضا، کسی کو نظر نہیں آتا!

اور نہ رسم و بدعت کی ظلمت و کدورت میں خود بدعت و رسم باطل کے منحوس نقائص جو الک نظر آتے ہیں۔

؎ النجم تستصغر الابصار طلعتہ
والذنب للعین لا للنجم فی الصغر

باب پنجم

(بسنت "ترکی" کے اتباع و ترغیب میں)

جاننا چاہیئے کہ امت پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری جیسے کرنے میں لازم ہے ویسے ہی نہ کرنے میں لازم ہے اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے اور اسمیں ثواب کا عقیدہ رکھتا اور عمل دین سمجھتا ہے جس کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔ وہ عمل بدعت ہے یا ایسا کرنا جسکو حضورؐ نے اتفاقاً کیا ہو اسکو دین سمجھ کر ہمیشہ کرنا یہ بھی بدعت ہو جاتا ہے۔ ذیل حوالہ جات پر غور سے نظر ڈالکر خود انصاف سے فیصلہ کریں

(۱) والمتابعة كما تكون في الفعل تكون في الترك ايضاً فمن واظب على فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع مرقات شرح (مشکوٰۃ بحوالہ راہ سنت ص ۸۹)	تابعداری فعل کی طرح چھوڑنے میں بھی ضروری ہے پس جو اس کام پر دوام اور ہمیشگی کرے گا جو شارعؑ نے نہ کیا ہو وہ بدعت ہے اور کرنے والا مبتدع ہو جائیگا (راہ سنت)
(۲) اتباع ہمچنان کہ در فعل واجب ہست در ترک نیز می باید پس آنکہ مواظبت کند بر فعل آنچہ شارع نہ کردہ باشد مبتدع باشد کذا قال المحدثون (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲)	تابعداری جسطرح فعل میں واجب ہے چھوڑنے میں بھی چاہیئے پس جو آدمی ہمیشگی کرتا ہے ایسے کام پر جو شارعؑ نے نہ کیا ہو وہ بدعتی ہے۔ محدثین کا قول یوں ہی ہے (اشعۃ اللمعات)
(۳) تركه سنة كما ان فعله سنة۔ الجنة لاصحاب السنة (مولفہ عبد الغنی دیوبندی) منقول از سید جمال الدین محدث شرح سنہ ابو حنیفہؒ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑنا بھی سنت ہے جیسے کرنا دونوں میں تابعداری لازمی ہے الجنۃ لاصحاب السنۃ میں ہے (عبد الغنی دیوبندی)
ويكره ان يتنفل بعد طلوع الفجر باكثر من ركعتي الفجر لانه عليه السلام لم يزد عليها مع حرصه على الصلوٰة (ھدایہ ص ۸۶ ج ۱)	اور طلوع فجر کے بعد صبح کی دو رکعت کے علاوہ نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ نہیں کیا حالانکہ نماز کے ساتھ ان کی محبت بہت تھی (ہدایہ)

صاحب ہدایہ نے آٹھ رکعت پر زیادتی مکروہ ہونے کی دلیل یوں بیان کی ہے ۔

ودلیل الکراھیۃ انہ علیہ السلام لم یزد علی ذالك ولو لا الکراھۃ لزاد تعلیماً للجواز (ھدایہ ص۱۴۷/۱)	اور کراہیت کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر زیادت نہیں کی اور اگر کراہیت نہ ہوتی تو تعلیم جواز کی غرض سے کرتے (ہدایہ)

اور در مختار میں سورۃ فاتحہ بنیت قرأت نماز جنازہ میں پڑھنے کی کراہیت کی دلیل یہ ذکر کی ہے ۔

لعدم ثبوتھا فیھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (درالمختار ص۹۱/۱)	فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ فاتحہ نماز جنازہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے ۔ (درمختار)

نیز ہدایہ باب العیدین میں ہے

ولا یتنفل فی المصلی قبل صلوٰۃ العید لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یفعلہ ذالك مع حرصہ علی الصلوٰۃ ثم قیل الکراھۃ فی المصلی خاصۃ وقیل فیہ و فی غیرہ عامۃ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم	عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے نفل نہ پڑھے ۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا ہے اس کے باوجود کہ نماز کی رغبت ان کو زیادہ تھی ۔ پھر کہا گیا ہے کہ کراہت عیدگاہ کے ساتھ خاص ہے کسی نے کہا ہے کہ عیدگاہ وغیرہ سب

لم یفعله (ھدایہ ص ۱۴۳/۱) میں عام ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے (ہدایہ)

اور صاحب الجنۃ لاصحاب السنۃ نے عالمگیری۔ درمختار۔ فتاوی عجیب، فتاوی ابراہیم شاہی اور کنز العباد شرح الاوراد سے نقل کیا ہے

یکرہ الدعاء عند ختم القرآن بجماعۃ لان ھذا لم ینقل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن الصحابۃ۔ (الجنۃ لاصحاب السنۃ ص ۱۴۳)

مکروہ ہے دعا کرنا ماہ رمضان میں ختم قرآن کے وقت یا غیر رمضان میں ختم قرآن کے وقت جماعت کے ساتھ کیونکہ یہ چیز حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے منقول نہیں ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک فتوی۔

ان رجلاً یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوۃٍ فنہاہ علی رض فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم إنّ اللہ لایعذب علی الصلوۃ۔ فقال علی رض وانی اعلم ان اللہ تعالی لایثیب علی فعلٍ حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحث علیہ فتکون صلوتک عبثا والعبث

ایک آدمی نے عید کے دن نماز پڑھنے سے پہلے نفل پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو منع کیا پس اس آدمی نے کہا کہ ای امیر المومنین میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالے مجھ کو نماز پڑھنے پر سزا نہیں دیگا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بیشک میں بھی جانتا ہوں کہ جو کام رسول اللہ

حرام فلعله تعالے یعذبك به　　صلے اللہ علیہ وسلم نے ترک کیا ہو۔ یا اس کا
لمخالفتك لرسوله علیه السلام　　حکم نہ دیا ہو اس پر اللہ تعالےٰ ثواب
(الجنة ص۱۶۵ ونظم البیان ص۱۰۰ لمجمع البحرین)　　نہیں دیتا ہے تو تیری نماز عبث ہو گی
اور عبث کام حرام ہے پس تجھ کو شاید اللہ تعالےٰ سزا دے۔ کیونکہ تو نے اس
کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے (بحوالہ بالا الجنۃ)

مذکورہ بالا حوالوں سے روز روشن کی طرح صاف واضح ہو گیا کہ متابعت
امت نبویؐ پر فعلی سنت یعنی وہ سنت جس کو نبی کریم صلے اللہ وسلم نے کی ہو۔ یا
ترغیب دلائی ہو یا ان کے حکم فرما چکے ہوں جسکو قولی وفعلی سنت کہا جاتا ہے
یا تقریری سنت یعنی صحابہؓ نے حضورؐ کے سامنے کوئی عمل کیا ہو
یا کوئی قول یا بوقت عدم حضور کوئی عمل و قول صحابہ سے سرزد ہوا ہو اور حضرتؐ
کو اس پر علم و آگہی بعد میں حاصل ہوئی ہو اور حضرت نے اس پر کوئی نکیر نہ کی
ہو ان مذکورہ سب سنتوں کی متابعت امتؐ لازم ہے　نیز سنت "ترکی" یعنی
وہ مواقع جسمیں کرنے سے کوئی مانع موجود نہ ہو پھر بھی اس نے وہ عمل نہ کیا ہو
اس میں بھی امت پر وہی موقعوں میں ترک یعنی عدم فعل لازم ہے جیسے مذکورہ
تصریحات فقہاء آپ نے سن لیں کہ وہ لکھتے ہیں یہ کام کریں لعدم فعل رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم والصحابۃ رضی اللہ عنہم اور فلاں کام پر مواظبت نہ کریں لعدم فعلہ
منہ علیہ السلام علی الاستمرار او لعدم فعلہ مع حرصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علےٰ عمل الطاعۃ
والصحابہؓ تو زیر بحث اجتماعی دعاء فرضوں کے بعد اور نوافل اور سنتوں اور نماز

جنازہ اور ضیافت وختمات وتعلیم اور وعظ و نصیحت وغیرہ کے بعد سنت" ترکی میں داخل ہے اس کا نہ کرنا لازم ہے اور دعا جو ان موقعوں میں اجتماعی طریقہ سے ہو رہی ہے خلاف سنت ترکی ہے جو واجب الترک ہے۔ مزید بصیرت اور تشفی کیلئے چند آثار از صحابہ کرام رضؓ اور اقوال علماء راسخین ملاحظہ فرمالیں۔

• قال ابوبکر الجصاص قال یعلی بن امیہ طفت مع عمر بن الخطاب رضؓ فلما کنت عند الرکن الذی یلی الحجر اخذت استلمہ فقال ماطفت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قلت بلی قال أفرئیتہ یستلمہ قلت لا قال لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ — (احکام القرآن ج ۱-۷ ص ۹۱)

ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ یعلی بن امیہ نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسا تھ طواف بیت اللہ کیا جب میں اس رکن بیت اللہ کو پہنچا جو کہ حجر اسود کے قریب ہے یعنی اسکو مسح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی طواف نہیں کیا ہے۔ میں نے کہا ہاں جی کیا ہے تو اس نے فرمایا کہ تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رکن کو مسح کرتے دیکھا ہے میں نے کہا نہیں دیکھا ہے۔ کہا کہ تم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء لازم ہے (احکام القرآن)

واخرج الطحاوی عن ابن عباس رضؓ ان معاویۃ بن سفیان

طحاوی میں ہے کہ فرمایا ابن عباس رضؓ نے کہ معاویہ بن سفیان رضؓ بیت اللہ کا

طاف بالبيت الحرام فجعل يستلم
الاركان كلها فقال ابن عباس رض
لم تستلم هذين الركنين ولم
يكن رسول الله صلى الله عليه
وسلم يستلمها فقال معاوية
ليس شئ من البيت مهجورا
فقال ابن عباس رضي الله عنه
لقد كان لكم في رسول الله
اسوة حسنة قال صدقت
شرح المعانی الآثار مناسک ج ۱ ص ۳۳۵)

طواف کرتے اور سب ارکان کو مسح
کرتے تو ابن عباس رض نے اس سے
دریافت کیا کہ غربی دو رکنوں کو تم کیوں
مسح کرتے ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و
سلم ان کا مسح نہیں کرتے تو حضرت
معاویہ رض نے کہا کہ بیت اللہ کی کوئی
چیز متروک نہیں (اس میں کیا حرج ہے) تا
تو حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ تم
کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا
لازم ہے آیت کو پڑھا تو حضرت معاویہ رض
نے تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ (شرح معانی الآثار ص ۳۳۵ ج ۱)

● - وتركه سنة في حقنا يعني
ان ما تركه يسن لنا تركه ان
لم يقم دليل آخر على طلبه
منا كما ان فعله سنة يسن
لنا اتباعه فيه الا لدليل على
انه من خصائصه ۔
(الزرقانی علی المواہب ص ۲۹۳ بحوالہ عقد
الآلی ص ۲۲)

جس چیز کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
نے چھوڑا ہے ہمارے حق میں سنت پر
عمل یہ ہے کہ ہم بھی اسی چیز کو چھوڑیں گے
اگر دوسری دلیل کرنے کی موجود نہ ہو
جیسا کہ کوئی چیز حضرت نے کیا ہو ہمارے
لئے اس کا کرنا سنت ہے اور کرنے
میں تابعداری لازم ہے ہاں اگر کوئی

دلیل سے ثابت ہوا کہ اس پر عمل کرنا آپکے خصوصیات میں سے ہے پھر اسمیں اتباع لازم نہیں ہے ۔ (الزرقانی علی المواہب صـ ۲۹۲/۷)

• فان ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ کما ان فعلہ سنۃ فاذا استحببنا فعل ما ترکہ صلی اللہ علیہ وسلم کان نظیر استحبابنا ترک ما فعلہ ولا فرق ۔ (اعلام الموقعین صـ ۳۷۱/۲)

جس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کیا ہو ہمارے لئے بھی اس کا ترک اور چھوڑنا سنت ہے جیسا کہ ہمارے لئے کرنا سنت ہے اس چیز کا جسکو حضور نے کیا ہو ۔ اگر ہم اس فعل کو مستحب جانیں جسکو آنحضرت نے نہیں کیا ہو تو اسکی مثال یوں ہے کہ ہم مستحب جانے ترک اس فعل کا جسکو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اس قسم کی مخالفت کا کوئی فرق نہیں ہے ۔

• قالوا کما ان فعل ما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان سنۃ کذالک ترک ما ترک علیہ السلام مع وجود المقتضی وعدم المانع منہ ۔ (مجالس الابرار صـ ۱۲۵)

علماء نے کہا ہے جیسے نبی اکرم صلے اللہ کی فعلی سنت پر عمل سنت ہے ویسے ہی ترکی سنت پر بھی عمل سنت ہے جس عمل کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور اس عمل کا مقتضی موجود ہو اور مانع اس وقت میں کوئی نہو مگر پھر بھی حضرت نے نہ کیا تو اس کا نکرنا سنت ہے ۔ (مجالس صـ ۱۲۵)

• فما کانوا علیہ من فعل او ترک ... جس عمل کو خیر القرون نے کیا ہو یا چھوڑ دیا ہو

فهو السنة والامر المعتبر وهو الهدى (الموافقات ص ۴/۳۷) اسیطرح کرنا نہ کرنا سنت ہے ان کا اقتدا لازم ہے اور مقصد ہدایت یہی ہے۔
(جو کہ کرنے میں کرنا ہے اور چھوڑنے میں چھوڑنا ہے)۔ (الموافقات)

•۔ تو ان آثار صحابہ اور اقوال سلف و علماء ربانیین سے خوب واضح و مبرہن ہوا کہ امت اجابت کیلئے جیسے تابعداری اور اقتداء سنت فعلی میں لازم ہے ویسے ہی سنت ترکی میں بھی لازم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یعلی ابن امیہؓ کو رکن یمانی کے مسح کرنے سے اس بناپر منع فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا مسح نہیں کیا ہے۔ اور حبر امت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باقی دو رکنوں سے منع کرتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان ارکان کو مسح نہیں کیا ہے۔ حضرت یعلیؓ اور حضرت معاویہؓ نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ صریح نہی کی دلیل دکھا دیں تو مانیں گے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان ارکان کے مسح کرنے سے کہاں نہی فرمائی ہے (جیسے آجکل کے مبتدعین کو جب دعاء اجتماعی بعد الفرض، بعد سنن رواتب، بعد نماز جنازہ، بعد ختم القرآن، وقت فاتحہ میت و تعزیہ، وقت ضیافت، وعظ نصیحت کے بعد، بوقت ملاقات حاجی اور دفن کیے بعد قبر پر وغیرہ وغیرہ سے منع کیا جاتا ہے تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں منع کیا ہے نہی صریح دکھا دو معلوم ہوتا ہے کہ مبتدعین سنت ترکی میں تابعداری کے قائل نہیں ہیں وہ پوری امتی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں اعاذنا اللہ منہ) ورنہ ان کو یہی دلیل کافی تھی کہ یہ دعائیں اس ہیئت اجتماعیہ مروجہ

کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی ہیں۔ جب آپ نے نہیں کی ہیں تو امت کو نہ کرنا چاہیئے مگر ناسمجھ کو کیا کہیئے ۔

جہالت کا پڑا ہے فہم و دانش پر تیرے پردہ ۔ ارے کمبخت اتنا بھی کبھی تو نے نہیں سوچا

پہلا قاعدہ :۔ ایک قاعدہ ذہن نشین کرنا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ ہر حکم شرعی میں ان کے درجے کے مطابق اعتقاد اور عمل رکھنا اور کرنا ضروری ہے امر مندوب پر اصرار سنت کی درجہ میں اور سنت پر مع اعتقاد لزوم ایسے اصرار کہ کبھی نہ چھوڑے واجب کی درجہ میں اور واجب کو فرض جیسے اعتقاد کرنا بالکل فرض کے درجے میں داخل کرنا ہے ۔ یہ بھی تغییر حکم شرعی ہے اور حکمت احکام شرع سے انحراف ہے کہ شارع نے وسعت کی خاطر احکام میں درجات رکھے ہیں کہ امت پر ضیق (تنگی) نہ آئے جس نے عملاً یا اعتقاداً درجات کا لحاظ نظر انداز کر کے اس نے احکام شرعیہ میں خلط ملط اور حکمت شارع کی صریح خلاف ورزی اور تجاوز کیا جو قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔

۔ عن عبد اللہ ابن مسعودؓ	عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
رضی اللہ عنہ قال لا یجعل	روایت ہے کہ فرمایا تم میں سے کوئی
احدکم للشیطان نصیباً	شیطان کیلئے گمراہی کا حصہ پیدا نہ کرے
من صلوٰتہ یریٰ ان حقا علیہ	کہ وہ یہ اعتقاد رکھے گا کہ وہ نماز سے
ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد	نہ پھرے گا مگر دائیں طرف کو میں نے رسول

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيرا ينصرف عن يساره۔
(رواه البخاري ومسلم مشكوٰة ص ۸۷ ج ۱)

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ دیکھا کہ وہ بائیں طرف پھیرتے تھے۔
(مشکوٰة)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری حنفی وغیرہ علماء لکھتے ہیں۔

فيه من اصرّ على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة او منكر
(مرقات ص ۱۴ ج ۲)

اس میں یہ بات بھی آگئی کہ جو امر مستحب پر دوام کرتا ہے اور اس کے ساتھ واجب کی طرح معاملہ رکھتا ہے اور رخصت پر عمل نہیں کرتا تو شیطان نے اس سے گمراہ کرنے کا مقصود حاصل کر لیا پس جو بدعت یا منکر پر دوام کرتا ہے اس کا کیا حال ہوگا (مرقات)

امام ابو اسحاق غرناطیؒ لکھتے ہیں

فالعمل بالنافلة التي ليست بسنة على طريق العمل بالسنة اخراج للنافلة من مكانها المخصوص بها شرعا ثم يلزم من ذلك اعتقاد العوام فيها ومن لا علم عنده انها سنة

پس سنت کے طریقہ کے برابر نفل پر عمل کرنا یہ نفل کو اس خاص مقام سے جو شرع میں ہے نکالنا ہے اس کے علاوہ عوام اور جاہلوں کا اس سے یہ عقیدہ بنجاتا ہے کہ وہ اسکو سنت خیال کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ

وهذا افساد عظيم لان اعتقاد ما ليس سنة والعمل بها على حد العمل بالسنة نحو من تبديل الشريعة (الى قوله) ومن هٰهنا ظهر عذر السلف الصالح فى تركهم سنناً قصداً لان لا يعتقد الجاهل انها من الفرائض كالاضحية وغيرها كما تقدم ذالك ولاجله ايضاً نهى اكثرهم عن اتباع الاثار -

(الاعتصام ص ۳۴۶/۱)

بڑی خرابی ہے کیونکہ جو چیز سنت نہ ہو اسکو سنت جاننا اور اس پر عمل سنت کے طرح کرنا ایک قسم شریعت کو بدلنا ہے (یہاں تک کہا ہے) اور یہاں سے سلف صالح کے بعض سنتوں کو قصداً چھوڑنے کا عذر کرنا ظاہر ہوتا ہے تاکہ جاہل آدمی یہ اعتقاد نہ رکھے۔ کہ سنت فرض کام ہے جیسے قربانی وغیرہ جس طرح اول ذکر ہوا اور اسی وجہ سے بہتیروں نے آثار وعلامات کی پیروی سے منع کیا ہے -

(اعتصام)

اور یہ اجتماعی رواجی دعائیں مستحب و مندوب بھی نہیں کیونکہ ندب بھی حکم شرعی ہے جس کی ثبوت کیلئے دلیل شرعی درکار ہے اور دلیل شرعی صحیح و صریح ان کے اثبات کیلئے کوئی نہیں اور قیاس سے احکام کو بمقابلہ سنت ثابت کرنا شریعت کے ساتھ مقابلہ ہے اور شریعت جدیدہ ہوگا۔

چنانچہ ابن دقیق العید احکام الاحکام میں تحریر فرماتے ہیں۔

لان الحکم باستحبابه على تلك — کیونکہ اس کو اس خاص ہیئت پر مستحب ہونے

الهيئة الخاصة يحتاج | کا حکم دینا دلیل شرعی کا محتاج ہے
دليلاً شرعيًا ولابد | اور اس سے چارہ نہیں ۔

(احکام الاحکام ج۱ ص۵۱ بحوالہ المنہاج ص۱۱۲) (الحکام الاحکام ج۱ ص۵۱ ۱۶۷)

مستحب احکام شرع میں وہ ہے جسکو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو اور اس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ کام سلف صالحین یعنی خیر القرون کا عمل رہا ہو زیر بحث دعاء اجتماعی نہ حضورؐ نے خود کیا ہے نہ خیر القرون میں یہ طریقہ تھا نہ اس کا کوئی مدعی تھا نہ کسی کا معمول تھا۔ چنانچہ پہلے بار بادلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے

سنۃ هذا شعار الصالحين ومن مضى | من سادة الزهاد والعلماء

دوسرا قاعدہ :- ایک اور قاعدہ بھی یاد رکھنا مفید ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کی سنت اور بدعت ہونے کا اشتباہ ہوا تو علمائے اسلام کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب کسی امر کے متعلق دلائل کے اعتبار سے اشتباہ ہو کہ آیا یہ سنت ہے یا کہ بدعت تو اس کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ فعل بدعت کا ضرر اور نقصان ترک سنت سے دین میں زیادہ ہے جیسا کہ علامہ برکلی آفندی حنفیؒ طریقۂ محمدیہ میں لکھتے ہیں ۔

ثم اعلم ان فعل البدعة اشدّ | پھر جان لے کہ بدعت کا کرنا سنت

ضررًا من ترك السنة بدليل ان الفقهاء قالوا اذا تردد الحكم في شيءٍ بين كونه سنةً او بدعةً فتركه لازم واما ترك الواجب هل هو اشدّ من فعل البدعة او على العكس ففيه اشتباهٌ ۔
(طريقه محمديه ص ۳۲۱)

کے چھوڑ دینے سے ضرر اور نقصان میں زیادہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ جب کسی چیز کا حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہوا تو اس کا چھوڑنا لازم ہے اور یہ کہ واجب کا چھوڑنا بدعت کے کرنے سے زیادہ ضرر رساں ہے یا معاملہ برعکس ہے، تو اس میں شبہ ہے (طریقہ محمدیہ)

○ — علامہ ابن نجیم حنفیؒ نے یہ فیصلہ بھی کر دیا ہے کہ بدعت کے خوف سے واجب کو بھی چھوڑ دیا جائے گا چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔

ويلزم أن ما تردد بين بدعةٍ وواجبٍ اصطلاحيٍ فانه يترك كالسنة ۔
(البحر الرائق ص ۱۲۵ ج ۱)

اور جو چیز بدعت اور واجب اصطلاحی کے درمیان دائر ہو اس کا چھوڑنا لازم ہے جیسا کہ سنت کا بھی یہی حکم ہے یعنی بوجہ شبہ بدعت چھوڑ دیا جائے (بحر الرائق)

اِنْ تردّد الحكم بين كونه سنةً او بدعةً كان ترك السنة راجحا على فعل البدعة
(شامی بحوالہ منہاج ص ۱۵)

، جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو اس وقت سنت کا چھوڑنا راجح ہوگا بدعت کے کرنے پر ۔
(راہ سنت ص ۱۰۵ خلاصۃ الفتاوی بحوالہ الطریقہ محمدیہ)

وما تردد بين البدعة والسنة يترك (عالمگیری صفحہ ۱۶۹/۱)

اور جو سنت و بدعت کے درمیان متردد ہو جاتے چھوڑ دیا جائے (عالمگیری)

فقہائے کرام کے اس مسلمہ قاعدہ کی تائید رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے اس ارشاد سے بھی ہوتا ہے جسکو عطیہ السعدی رضی اللہ عنہ کی روایت سے امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع مالا بأس به حذرًا لما به بأس (مشكوة ص۲۴۲)

فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ پرہیزگاروں کا مقام نہیں پائیگا جب تک بے خطرے چیز کو خطرناک چیز کے شبہے کیوجہ سے نہ چھوڑے۔ مشکوۃ ص۲۴۲

عن نعمان بن بشيرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحلال بَيِّنٌ والحرام بَيِّنٌ وما بينهما امور مشتبهات لا يعلمون كثيرًا من الناس فمن اتقى الشبهات استبرء لدينه وعرضه و

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حلال ظاہر اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جنکو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شبہوں سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کیا اور جو شبہوں میں گر پڑا وہ حرام

من وقع فی الشبہات وقع فی میں گر پڑا۔
الحرام ۔ الحدیث روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے
(رواہ البخاری ومسلم مشکوۃ صفحہ ۲۴۱) (مشکوۃ صفحہ ۲۴۱)

اب ان روایات وعبارات میں اس امر کا واضح ثبوت موجود ہے کہ جب کوئی چیز ایسی ہو کہ اس میں سنت کا لحاظ کرکے اس پہلو کی ادا کرنے سے بدعت کا اندیشہ ہو سنت کے پہلو سے صرف نظر کرتے ہوتے اسکو مطلقاً چھوڑنا ضروری ہوگا اس لئے کہ اسکے ساتھ بدعت کا پہلو بھی شامل ہے سنت تو ہے سنت اگر کوئی چیز بدعت اور فقہاء کرام کے اصطلاحی واجب کے درمیان بھی دائر ہو تو اس کو بھی چھوڑنا لازم ہے کیونکہ اس سے فی الجملہ بدعت کا ترویج کا اندیشہ ہے اور بدعت اتنی قبیح ترین جرم ہے کہ شریعت مطہرہ اس کے وجود نامسعود کو کسی حال میں برداشت نہیں کرتی چہ جائیکہ اس کی ترویج کیجائے ۔ ہ

؎ وخیر امور الدین ما کان سنۃً ؎ وشر الامور المحدثات البدائع ؎

باب ششم

(آیات قرآنیہ واحادیث رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) دعاء کی ترغیب میں)

واضح رہے کہ کثرت سے آیات قرآنیہ واحادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

میں دعا کی ترغیبات آئی ہیں کہ بندہ ہر حال میں اور ہر زمان میں اللہ تبارک وتعالےٰ کے انعامات وعنایات بلا نہایت کا محتاج ہے۔ اسکو چاہیئے کہ ہر دم اور ہر قدم پر اللہ تعالےٰ کا دھیان رکھے اور اسی کو ہی اپنی بے بسی عجز ونیاز کی داستان پیش کرتا رہے اور اپنی حاجات ومشکلات میں اسی کو ہی پکارے اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے قرآن حکیم میں ہر رسول ونبی کی پکار اور عجز ونیاز کا ذکر کیا ہے کہ اُن حضرات کو بھی دنیوی زندگی میں گوناگوں مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا مگر انہوں نے ہر حالت اور حاجت میں اللہ تعالےٰ ہی کو پکارا ہے اسی سے مدد اور استعانت مانگی ہے فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ آپ بھی ان کے پیروی لازم پکڑو اور احادیث نبوی کے ذخیرہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر موقع کی دعاؤں کی ذکر موجود ہے کہ اس نے زندگی کے تمام شعبوں میں ہر ہر مقام کی دعا بتائی ہے اور امت کو ترغیب دلا کر ہدایت کی ہے کہ ہر حال اور ہر موقع میں اللہ ہی سے مانگا کرو اسی کو ہی پکارو اور ہمیشہ اسی کا دھیان رکھ کر غافل وبے نیاز نہ بنو لہذا ہم کو چاہیئے کہ سنت رسول پر عمل کرتے ہوتے ہر مقام کی دعا یاد کرکے خود پڑھے اور دوسروں کو بتادے اور ہر حال میں صرف اور صرف اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے مدد مانگے وبس۔

ـه ۤ اللہ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤالَہٗ ۤ وابن آدم حین یُسْئَلُ یَغْضَبُ

وقال ربکم ادعونی استجب لکم — تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا (المومن آیہ ۲۰) (حوالہ بالا)

وقوله تعالےٰ اجیب دعوة الداعی اذا دعانی (سورہ بقرہ ع ۲۳ آیت ۱۸۶)

دعا کرنے والے کی دعاء قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے (بقرہ)

حدیث الدعاء مخ العبادہ (رواہ ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۴)

دعاء عبادت کا مغز ہے (رواہ ترمذی مشکوٰۃ)

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یوں حدیث نقل کی ہے

من فتح له منكم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة وما سئل الله شيئًا احب اليه من ان يسأل العافية ۔ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۵)

جس آدمی کیلئے تم میں سے دعاء کا دروازہ کھولا گیا تو اس کیلئے رحمت کے دروازے کھولے گئے اور خدا تعالےٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ محبوب اسے عافیت مانگنا ہے (مشکوٰۃ)

ومن سلمان رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ربكم حيي كريم يستحي من عبده اذا رفع يديه ان يردهما صفرا اخرجه الاربعة الا النسائی وصححه الحاکم (بلوغ المرام صفحہ ۱۱۵)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیشک تمہارا رب حیا والا اور مہربان ہے اپنے بندہ سے ان کو حیا آتی ہے جب بندہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائیگا اور وہ بندہ کی دعا قبول نہ فرمائے اسکا ہاتھ خالی چھوڑ کر کچھ نہ دیکر (بلوغ المرام)

وعن الفضل بن عباس رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (الی ان قال) وتقنع یدیک یقول ترفعہما الی ربک مستقبلا ببطونہما وجہک وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذالک فھو کذا وکذا قال ابوعیسی وقال غیرابن المبارک فی ھذا الحدیث من لم یفعل ذالک فھو خداج۔ (ترمذی ص ۸۶ ج ۱)

اور فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیث کے کچھ جملوں کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھاؤ اپنے رب کے دربار میں اور ہاتھوں کے ہتھیلی منہ کے سامنے رکھ کر اور کہو یارب یارب اور جس نے اس طرح دعاء نہ مانگی تو وہ ایسا ہے ایسا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں ابن مبارک کے علاوہ اور محدثین نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ جس نے اس طرح دعاء نہ مانگی تو وہ آدمی نامراد ہوا۔

(ترمذی)

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ لیس شئی اکرم علی اللہ من الدعاء (رواہ الترمذی مشکوۃ ص ۱۹۴)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ فرمایا رسول خدا نے کہ اللہ تعالی کے ہاں دعا کے سوا۔ اور کوئی چیز زیادہ عزت والی نہیں ہے۔ (مشکوۃ)

وعن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

الله صلى الله عليه وسلم لا يرد
القضاء الا الدعاء ولا يزيد
في العمر الا البر
(رواه الترمذي مشكوة ص۱۹۵)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ قضاء اور قدر کے فیصلے صرف دعا سے
واپس ہوتے ہیں اور عمر میں زیادتی صرف
نیکی سے آتی ہے۔ (مشکوۃ)

وعن ابن عمرؓ قال قال رسول
الله عليه وسلم ان الدعاء ينفع
مما نزل ومما لم ينزل فعليكم
عباده الله بالدعاء۔
(رواه الترمذي مشكوة ص۱۹۵)

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث نقل
کرتے ہیں۔ فرمایا رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم نے کہ دعا نازل شدہ مصیبت
اور غیر نازل شدہ مصیبت دونوں کیلئے نفع
مند ہے تو دعا کو لازم پکڑو خدا کے بندو چھوڑو نہیں (مشکوۃ)

وعن مالك ابن يسار قال
قال رسول الله صلے الله عليه
وسلم اذا سئلتم الله فاسئلوه
ببطون اكفكم ولا تسئلوه بظهورها
وفي رواية ابوداؤد فاذا فرغتم
فامسحوا بها وجوهكم۔
(مشكوة ص۱۹۵ ج۱)

اور مالک بن یسار سے روایت ہے
فرمایا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم
نے جب اللہ تعالے سے سوال کرتے
ہو تو ہاتھوں کے ہتھیلی اپنے منہ کی طرف کرکے
ہاتھ اٹھا کر دعا مانگو اور ہاتھوں کے پشت
منہ کیطرف کرتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے
دعا نہ مانگو۔ اور ایک روایت میں ہے
پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو ہاتھوں کو اپنے منہ پر مل لو۔ (مشکوۃ) بہرحال بندہ
کو چاہیئے جو بھی مانگنا ہے اللہ ہی سے مانگے

از خدا خواہ ہر چہ خواہی اے پسر
کہ نیست در دست خلائق خیر و شر

باب ہفتم

مخالفین سُنت کے اعتراضات اور ان کے جوابات

اب اہل ہوا کے چند اعتراضات یا استدلالات اور بے جا تاویلات ذکر کئے جاتے ہیں جو کہ فی الحقیقت کوئی وزن اور حیثیت نہیں رکھتے ہیں "لا یسمن ولا یغنی من جوع" کے سوا کچھ نہیں پھر ہر ایک کے مفصل جوابات اور دندان شکن رد ملاحظہ کے قابل ہے کہ کیسا جالۂ عنکبوت کیطرح تار تار اور پاش پاش ہو کر مثل سراب کے ناپید کر دیئے گئے ہیں "لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیٰ من حی عن بینۃ" حق کو ثابت اور باطل کو مضمحل کر دیا گیا ہے۔

پہلا اعتراض اور اس کا جواب:۔ اجتماعی دعاء کے شائقین باب ماسبق میں ذکر شدہ مطلق اور عام آیات و احادیث سے دلیل پکڑتے ہیں جو کہ مطلق دعاء کی ترغیب میں آئی ہیں کہتے ہیں، جب مطلق دعا کی ترغیب قرآن و احادیث میں موجود ہے۔ تو دعاء بہیئت اجتماعیہ کذائیۃ بھی دعا ہے اور مطلق دعاء کے مفہوم میں داخل ہے۔ تو اس کے کرنے میں کیا حرج ہے۔

الجواب:۔ ان آیتوں اور حدیثوں کی دلالت نفس دعاء کے مامور بہ اور مرغوب فیہ ہونے پر ثابت اور مسلم ہے اس میں کسی کو اختلاف اور جھگڑا نہیں اور نہ یہ محل بحث ہے جہاں کسی موقع پر دعا کرنا مقصود ہو ہر ایک اپنی اپنی حاجت اور

مراد کی دعا کسی زبان میں چاہیئے علیٰحدہ علیحدہ مانگ سکتا ہے۔ ہاں دعاؤں میں الفاظ ماثورہ کی رعایت اولیٰ و افضل ہے مگر دعاؤں میں ہیئت اجتماعیہ قید زائد ہے اس کیلئے دلیل درکار ہے اور دلیل کوئی نہیں استسقاء کا واقعہ اس کیلئے دلیل نہیں بن سکتا کہ عبادات امور توقیفی سماعی ہیں۔ ان میں رائے اور قیاس نہیں چل سکتا ایک موقع و مقام کی عبادات معہ کم و کیف دوسرے موقوع و مقام کی عبادت پر قیاس نہیں کی جائے گی۔ مگر یہ اہل بدعت حضرات ہیں جن بدعات میں وہ مبتلا ہیں وہ بعید از کار قیاسات و بے جا تاویلات سے اثبات کی سعی ناکام کرتے ہیں۔

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت ؛ وای غریم فی التقاضی غریمها

تیسرا قاعدہ۔ یہاں بھی ایک اور قاعدہ یاد رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ان آیتوں اور حدیثوں کی مراد اور تفسیر وہی معتبر و متعین ہوگی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت اور عام تعامل سے مخالف نہ ہو ورنہ بدعت اور گمراہی ہوگی۔ یعنی نصوص مطلقہ کہ جن میں عبادات کا امر یا ترغیب آئی ہو اگرچہ بظاہر مطلق یا مجمل ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعامل صحابہ کی وجہ سے مقید و مفسر ہوگئی ہیں۔ اور ان نصوص پر عمل کرنے کا طریقہ وہی معتبر و متعین ہوگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف اولین کے تعامل کے موافق ہو نہ مخالف اور ان کا مفہوم و مطلب بس وہی مراد و متعین ہوگا۔ جو ان کے فہم سے ثابت ہو۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

میزان در معرفت حق و باطل فہم صحابہ
رضی اللہ عنہم و تابعین است چنانچہ این جماعت
از تعلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم با نضمام
قرائن حالی و مقالی فہمیدہ اند و دران تخطیہ
ظاہر نہ کردہ واجب القبول است۔
(فتاوی عزیزی صہ ۱/۱۵۶)

حق و باطل کی شناخت کا ترازو صحابہ رضی
اور تابعین کا فہم ہے چنانچہ اس جماعت
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم
سے قرائن حالی و مقالی کے منضم کرنے
سے سمجھا ہے اور اس میں غلطی ظاہر
نہیں کی گئی ہے۔ واجب القبول ہے۔

واصحابی حجۃ وھدایۃ
وطریقہم لی روضۃ ورویض

وعن عبد اللہ ابن مسعود
رضی اللہ عنہ اتبعوا آثارنا
ولا تبتدعوا فقد کفیتم۔
(الاعتصام صہ ۱/۹۰)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کیگئی ہے کہ وہ فرماتے تھے ہمارے
نقش قدم پر چلو اور بدعات پیدا نہ کرو
تمہاری ذمہ داری لی گئی ہے۔ (الاعتصام)

اور علامہ سعد رومی مصنف مجالس الابرار تحریر فرماتے ہیں۔

لیس لاحد ان یضع العبادات
الا فی مواضعہا التی وضعہا
فیہا الشرع ومضی علیہا السلف
مجالس الابرار صہ ۳۰۷

کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ عبادات
کو ان مقامات کے سوا دوسرے
مقامات میں رکھے کہ جہاں شرع
نے رکھے ہیں اور اس پر سلف صالحین
گذرے ہیں ــ مجالس الابرار صہ ۳۱۷

اور حافظ ابن دقیق العید رح لکھتے ہیں

وقریب من ذالك ان
تکون العبادة من جهة الشرع
مرتبة علی وجه مخصوص
فیرید بعض الناس ان
یحدث فیها امرا آخر لم
یرد به الشرع زاعما انه
یندرج تحت عموم فهذا
لا یستقیم لان الغالب علی
العبادات التعبد ومأخذها
التوقف (احکام الاحکام ص۱۵)

اور اس کے قریب یہ بھی ہے کہ
عبادات شرع کیجانب سے ایک مخصوص
وجہ پر مرتب ہو پس بعض لوگ اسمیں
ایک ایسا امر زیادہ کرتے ہیں کہ شرع
میں وہ وارد نہو اس گمان کی بنا پر کہ
عام کے اندر داخل ہے درست نہیں ہے
اس لئے کہ عبادات میں شان بندگی
غالب ہے اور اس کا مدار اس پر ہے
کہ شرع میں اس کی نقل آئی ہو۔
(احکام الاحکام)

اور صاحب مجالس الابرار دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

وهکذا یقال بکل من اتی
فی العبادات البدنیة المحضة
بصفة لم تکن فی زمن الصحابة
رضی الله عنهم اجمعین۔
(مجالس الابرار ص۱۳۲)

اور اسیطرح کہا جائیگا ہر اس آدمی
کو جو عبادات بدنی خالص میں کوئی ایسی
صفت پیدا کرے جو زمانہ صحابہ رض میں نہو
(یعنی اسکو بدعت وحرام کہا جائیگا)۔
(مجالس الابرار)

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وہ حضرات نزول وحی کی وقت موجود تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے براہ راست شاگرد تھے اور حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طویل زندگیاں گذاریں۔ انہوں نے مذکورہ آیات اور احادیث سے اجتماعی دعار کو نہیں نکالا ہے اور نہ اس پر اپنی زندگی میں نہ دواماً نہ احیاناً عمل کیا ہے اور نہ کہیں ان شائقین علم وعمل کر رُهْبَانٌ فِي اللَّيْلِ وَفُرْسَانٌ فِي النَّهَارِ سے ثابت ہے کہ انہوں نے دعار اجتماعی فرض نمازوں اور نفل وسنتوں اور مجالس وعظ اور درس قرآن وحدیث کے بعد اور نماز جنازہ اور ختم قرآن وغیرہ کے بعد کی ہو اور نہ اس کی ترغیب دلائی ہے اور نہ کہیں انہوں نے نہ کرنے والے پر طعن وتشنیع ونکیر کی ہے بلکہ وہ ساری امت کو پکار پکار کر مشفقانہ طریقے سے کہتے ہیں اِتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ ہمارے نقش قدم پر چلو نئے نئے طریقے عبادات میں مت نکالو۔ نیز مذکورہ تصریحات سے ثابت ہوا کہ عبادات توقیفی ہیں ان کی این اور کم اور کیف تقیید واطلاق سماعی ہے امت محمدیہ ان میں شرع کا بتلایا ہوا حکم اور سلف صالحین صحابہ خیر القرون کے تعامل کے پابند رہے گی۔

دعار زیر بحث بھی عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے اس میں بھی اجتماعیت جہر تقیید وتخصیص شرع کی تعلیمات پر موقوف ہے اجتماعی جہری رواجی دعائیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ عظام سے کہیں ثابت نہیں نہ انہوں نے کہیں اس کی ترغیب دی ہے ومن ادعی فعلیہ البیان بلکہ ان کے تعلیمات اور تعامل سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انفراداً انفراداً دعا حسب حاجت

دموقع مانگتے اور آہستہ آہستہ دعا کیا کرتے تھے سوائے واقعہ استسقاء کہ وہاں

اجتماعی دعاء ہوئی ہے مگر بعض علماء کے نزدیک وہاں بھی اجتماع صوری اور اتفاق تھا

کہ وقت اور مقام ایک تھا قصداً اجتماع مقصود بذاتہ نہ تھا اس لیئے کہ صحابہ نے جو

ہاتھ اٹھائے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہیئت اجتماعیہ کا حکم نہیں

فرمایا نہ حدیث میں اس کا دعویٰ ہے۔ وَمَنْ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ اَنْ یَّاْتِیَ بِالدَّلِیْلِ عَلٰی اَنَّ ہٰذَا الدُّعَاءَ

بِہَیْئَتِ الْاِجْتِمَاعِ کَانَ مَقْصُوْدًا اور بعض علماء نے ام سلیمؓ کے گھر میں دعاء اجتماعی سمجھا ہے

مگر سچی بات یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ ہر واقعہ کے دعاء دعاء اجتماعی نہ تھی اس

واقعہ کے کسی طریقہ میں دعاء اجتماعی کا وجود نہیں بلکہ اس واقعہ کے تمام طرق سے

یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ اور دوسرے گھر والوں

کیلئے دعاء مغفرت و دعاء برکت فرمائی تھی۔ "ومن ادعی فعلیہ البرہان" کیونکہ مطلق چیز سے

مقید چیز ثابت نہیں ہوتی جیسے اس کا ذکر مندرجہ ذیل عبارت فیض الباری میں ملاحظہ

فرمادیں نیز بارہواں اعتراض کے جواب میں آئے گا۔

نیز علماء کرام نے لکھا ہے کہ کسی آیت و حدیث کا مطلب ہرگز نہ لیا جائیگا

جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عملی زندگی کی مخالفت لازم

آتی ہے بلکہ وہی مطلب و مفہوم متعین و معتبر ہوگا جس کو ان حضرات نے لیا

ہو اور ان کے عمل اور کردار و اقوال سے ثابت ہو چنانچہ حضرت مولانا انور شاہ

صاحب کشمیری رحؒ لکھتے ہیں۔

أن التمسك بالعموم والاطلاق عموم و اطلاق سے دلیل لینا وہاں مفید ہے

انما یفید فیما لم تنقل عادتہ الشریفۃ واما اذا نقل خصوص فعلہ وسنتہ فھو الاسوۃ الحسنۃ لمن کان یرجو اللہ والدار الآخرۃ۔

(فیض الباری ص ۱۶۷ ج ۲)

جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ نقل نہ کی گئی ہو اور جب آنحضرت کا فعل و طریقہ منقول ہوا ہو تو بس وہی بہترین نمونہ عمل ہے۔ اس آدمی کیلئے جو خوف خدا و آخرت دل میں رکھتا ہو۔

فکل من اتی بشئ مخالف لما کان علیہ متقدموا ھذہ الامۃ وسلفھا فھو مردود علیہ محجوج بفعلھم وبما نقل عنھم۔

(المدخل ص ۹۵ ج ۱)

پس جو بھی کوئی ایسی چیز لے آوے جو اس امت کے متقدمین و سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہو تو وہ اس پر مردود ہے اور ان کے منقول طریقہ کے خلاف ہونے کیوجہ سے باطل ہے

(المدخل بحوالہ صدر)

قال حذیفۃ رضی اللہ عنہ کل عبادۃ لم یتعبد ھا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوھا فان الاول لم یدع للآخر مقالاً فاتقوا اللہ یا معشر القراء وخذوا بطریق من کان قبلکم (الاعتصام ص ۱۲۲ ج ۲)

حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر عبادت جو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کی ہو اس کو نہ کرو کیونکہ اگلے نے پچھلے کیلئے کوئی کہنے کا موقع نہیں چھوڑا ہے پس اے جماعت خوانندگان خدا سے ڈرو اور جو اگلے لوگ گزرے ہیں ان کا طریقہ لازم پکڑو۔ (یعنی صحابہ کرام کا طریقہ)

تو ان تصریحات سے حاصل یہ نکلا کہ جس عمل کا مقتضی اور موجب وسبب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون کے عہد مبارک میں موجود ہو اور مانع کوئی نہ ہو پھر بھی انہوں نے وہ عمل اس مخصوص کیفیت کے ساتھ نہ کیا ہو تو وہ عمل جو بعد میں اس مخصوص کیفیت کے ساتھ ہو رہا ہو۔ لیکن خیر القرون کے عمل کے موافق نہ ہو نہ کسی آیت وحدیث کا مدلول ہو تو یہ عمل بدعت ناجائز اور حرام ہے موجب گرفت وعذاب ہے مثلاً یہ مروجہ اجتماعی دعا جو فرض نماز کے سلام کے بعد سنن ونوافل کے بعد اور طعام وضیافت کھانے کے بعد اور وعظ ونصیحت اور تعلیم وگشت اور نماز جنازہ اور دفن میت اور ختم قرآن کے بعد تعزیہ کے موقع حاجی لوگوں کے حج جانے کے موقع اور آنے کے موقع اور مجاہدین کو رخصت کرنے کے موقع اور تبلیغی جماعت کے الوداع کے موقع اور شادیوں اور غموں اور ولیمہ کے دعوت کھانے کے موقع پر اور مریضوں کے عیادت کے موقع نکاح بندی کے موقع اور صلح بین الخصوم کے موقع پر خیرات صدقات مساکین کو دینے کے موقع جمیع مل کر ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے ہیں جسکو ایک ایسا طریقہ بنایا ہے گویا شریعت کا ایک منصوص حکم ہے اور نہ کرنے والے کو مستحق ملامت سمجھتے ہیں یہ طریقہ اس کیفیت اجتماعیت کے ساتھ خصوصاً علے الدوام نہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ اور نہ صحابہ کرام رضی نہ تابعین اور تبع تابعین سے ثابت ہے نہ انہوں نے کسی کو اس کی ترغیب دی ہے حالانکہ یہ سارے مواقع ان کے زندگی میں بار بار پیش آتے تھے۔ کسی بھی موقع پر نہ وہ دعا کیلئے اکھٹے ہوئے ہیں۔

اور نہ انہوں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر یہ دعائیں کی ہیں نہ کہیں اجتماعیت کی ادنیٰ سا اشارہ ملتا ہے۔ سہ

ہواؤں کا رخ بتا رہا ہے ضرور کوئی طوفان آ رہا ہے ٭ نگاہ رکھنا سفینے والو اٹھی ہے موجیں ،کدھر سے پہلے

ایک شبہ اور اس کا جواب۔ ممکن ہے کہ یہاں ان مواقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ و تابعین نے دعا اجتماعی کی ہوگی۔ شاید کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہم تک نہ پہنچایا ہو۔؟

الجواب :۔ یہ بالکل ممکن ہی نہیں کیونکہ صحابہ کرام نے ہر موقع کی دعائیں حرف بحرف لفظ بلفظ یاد کر کے امت مسلمہ تک پہنچائی ہیں۔ چنانچہ دعا وقت تکبیر تحریمہ اور رکوع و سجدہ اور تشہد کے اندر بعد السلام اذان کے بعد مسجد میں داخل کے وقت نکلتے وقت وضو کے ابتداء وضو کے درمیان اور وضو کے بعد صبح کو دو رکعت سنن رواتب کے بعد سجدہ تلاوت کے اندر دو رکعت استخارہ کے بعد گھر سے نکلتے وقت اور داخل ہوتے وقت سفر پر روانگی کے وقت سفر سے واپسی کے وقت مصیبت زدہ کو دیکھنے کے وقت، سوتے جاگتے وقت دودھ پینے۔ نیا کپڑا پہننے بارش برسنے، کسی جانور پر یا کسی اور سواری پر سوار ہوتے وقت، کسی مرغ کے اذان دینے، گدھے کے رینگنے کے وقت، نیا چاند دیکھنے کے وقت افطاری کے وقت۔ بیت الخلاء کے اندر جانے کے وقت، باہر آنے شیشہ میں چہرہ دیکھنے کے وقت۔ نیا میوہ کھانے۔ میزبان کو مہمانی کے

وقت۔ قرض سے رہائی کی دعاء۔ اور شادی کے ساتھ اول ملاقات کی دعاء۔ اہلیہ کے ساتھ ہمبستری کی دعاء، چھینک آنے کی دعاء اور چھینک والے کو جواب دینے کی دعاء، بیمار پرسی کے وقت کی دعاء، بیمار پر دم کرنے کی دعاء، سورج نکلنے کی وقت کی دعاء، شام آنے کیوقت کی دعاء، تیز و تند آندھی کے وقت کی دعاء، کسی آفت یا وبا آنے کی وقت اور کسی قبر کی زیارت کے وقت کی دعائیں غرض ہر ہر موقع کی دعائیں صحابہ کرام نے لفظ بلفظ ہو بہو محفوظ کر کے امت مسلمہ تک پہنچا دیں اور سخت محنت کر کے ہر ہر موقع پر جن الفاظ اور کیفیت کے ساتھ جو دعائیں آنحضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے صحابہ کرام نے وہی الفاظ اور وہی کیفیت یاد کر کے تابعین تک اور تابعین نے تبع تابعین تک بچے بعد دیگرے قرناً بعد قرن یہ امانت پہنچا دی لیکن مذکورۃ الصدر مقامات میں ان سے کوئی دعاء اجتماعی منقول نہیں یہ کیوں اصل وجہ یہ ہے کہ ان موقعوں میں نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعاء اجتماعی کی ہے اور نہ اس کی ترغیب دی ہے ورنہ صحابہ اس کی نقل میں ہرگز کوتاہی نہ کرتے جیسا کہ باقی امور دین کی نقل میں نہیں کی ہے اور ان حضرات پر ایسی بدگمانی بھی گناہ عظیم ہے ۔) باوجودیکہ مقتضیات اسباب اوقات اور مواقع اس وقت بھی موجود تھے اور دعاء بھی عبادات میں سے ایک عبادت ہے بلکہ مُخ العبادات ہے اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین ہر عبادات میں پیش پیش تھے اور عبادات کے وہ زیادہ محب و حریص تھے اور آخرت کے زیادہ فکر مند تھے اور خدا سے بہت

زیادہ ڈرنے والے تھے ان سے کبھی امور دین کی نقل میں غفلت اور سستی اور کاہلی اور لاپرواہی سرزد نہ ہوتی ہے پھر وجہ کیا ہے کہ انہوں نے یہ دعائیں مروج اجتماعی یکسر چھوڑی ہیں۔ اصل وجہ اور علت یہ ہے کہ یہ اجتماعی بدئی دعائیں نہ دین ہیں نہ موجب ثواب ہیں۔ بلکہ خلاف سنت اور بدعت و ناجائز اور واجب الترک ہیں۔ بلکہ دین میں زیادتی ہے اور شریعت کاملہ میں نیا اضافہ ہے۔ اَمْ شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ کے قبیل سے ہیں اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک گونہ اعتراض ہے کہ نعوذ باللہ اس نے فریضہ رسالت میں غفلت یا کوتاہی لاپروائی برت لی ہے کہ جو چیز دین میں مطلوب اور کار ثواب تھی اسکو نہ بیان کیا نہ کبھی ساری زندگی میں اس پر عمل کیا نعوذ باللہ من ہذا الاعتقاد السیئ ایسی نئی چیزوں کے ایجاد کرنے والوں کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقال ابن الماجشون سمعت مالکاً یقول من ابتدع فی الاسلام بدعۃ یراھا حسنۃ فقد زعم ان محمداً صلے اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ لان اللہ یقول الیوم اکملت لکم دینکم فما لم یکن یومئذٍ دیناً فلا یکون

ابن ماجشون کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا فرماتے تھے کہ جس نے اسلام میں کوئی بدعت نکالی جسکو وہ بھلائی سمجھتا ہے تو گویا اس نے یہ گمان کیا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ادائی رسالت میں خیانت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے

الیوم دینًا۔ ہیں کہ میں نے تمہارے واسطے

(الاعتصام ص۵۱ ج۱) آج تمہارا دین کامل کر دیا ہے پس

جو کام اس وقت دین نہیں تھا۔ وہ آج بھی دین نہیں ہے۔

اور امام شاطبیؒ کی رائے کامل دین میں نئی ایجادات اور اضافہ کرنے والے

کے بارے میں سنیں۔

هذا الذی ابتدع فی دین	یہ آدمی جو خدا کے دین میں بدعت
الله قد صیر نفسه نظیرًا و	نکالتا ہے تحقیق اس نے اپنے آپکو
ضاهیًا للشارع حیث شرع	شارع علیہ السلام کا مقابل اور مشابہہ
مع الشارع وفتح للاختلاف	بنا دیا کہ اس نے شارع کے ساتھ
بابًا ورد قصد الشارع فی	نئی شریعت نکالی اور اختلاف کا دروازہ
الانفراد وکفی بذلك یعنی	کھولدیا اور شارع کے مقصد کو رد
قبیحًا۔ (الاعتصام ص۵۱ ج۱)	کر دیا کہ وہ احکام وضع کرنے میں

منفرد ہے اور اس سے بڑھ کر برائی کیا ہو سکتی ہے۔

؎ از خدا خواہیم توفیق ادب ٭ بے ادب محروم ماند از لطف رب

ــــــــ

دوسرا اعتراض یہ۔ اہل بدعت کہتے ہیں آج کل دنیا میں بڑی بڑی

غلطیاں موجود ہیں۔ بیٹی اور بہن کا مہر جائز سمجھ کر کھایا جاتا ہے شراب خوری

رشوت ستانی دوسروں کا حق مارنا فحاشی عریانی ظلم استبداد عام ہوتی جا رہے ہیں

زنا ڈکیتی چھوری دھوکا وغیرہ اس قسم کے جرائم روزافزوں ہیں ۔ الحاد دہریت ، پرویزیت ، انکارِ حدیث ، قادیانیت ، انکارِ ختمِ نبوت اور صحابہ کرام پر تنقید و تنقیص وغیرہ وغیرہ دین ومذہب کے خلاف نئے فتنے اٹھ رہے ہیں ایسی وقت میں دعا کی بحث ، اسقاط اور مصافحہ عیدین اور تراویح میں ختم قرآن پر اجرت اور میت کے گھر میں کھانا اور تعزیہ میں بار بار ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرنا اور تین دن سے زائد تعزیہ کیلئے گھر میں بیٹھے رہنا اور تعزیہ دینا ، لعابِ دہن بیچنے کو ناجائز کہنا اور قرآن مجید کو وبائی امراض کے دفع کیلئے ہوا میں پکڑنے پر انکار کرنا ، اسماء اللہ اور قرآنی آیات کے تعویذ حیض و نفاس اور حالت جنابت اور قضائے حاجت کے وقت اپنے پاس رکھنا اور بھینس ، گائے بکریوں ، دنبوں گدھوں اور کتوں کے گلوں میں لٹکا دینا ۔ امامت کے اجرت میں امام کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ دینا قبروں پر گنبد بنانا ان پر مجاور بٹھانا نذریں نیازیں مردہ اولیاء کے اکٹھا کرنا ، لنگر چلانا اور قبروں سے مٹی بغرض شفاء لیجانا اور مزارات اولیاء پر اجابت دعا کیلئے جانا سفر کرنا ، ان کو وسیلہ بنانا وغیرہ وغیرہ موجودہ مروجہ بدعات اور رسوم سے بحث و مباحثہ کرنا آجکل لغو اور بیکار ہے ۔ امت مسلمہ خاص کر علماء کے درمیان اختلاف کا سبب تو ہیں مگر ان بحثوں میں دین کا خدمت نہیں اور نہ یہ اتنے زیادہ اہم اور ضروری مسائل ہیں کہ ان کو موضوع بحث بنایا جاوے اور خاص کر انہیں مسائل کوئی ذی شعور انسان لگ جائے

الجواب:۔ واقعی سچ ہے کہ شراب خوری رشوت ستانی وغیرہ جرائم اور دہریت و پرویزیت، قادیانیت وغیرہ وغیرہ فتنوں کا انسداد اور نہ اہم اور اشد ضروری ہے۔ علماء اور عام مسلمانوں کیلئے ایسے وقت میں غفلت مناسب نہیں ہے مگر مذکورۃ الصدر بدعات و رسومات کا انسداد و روک تھام بھی لغو اور بے کار نہیں ہے اور نہ دینی لحاظ سے یہ غیر ضروری مسائل ہیں بلکہ یہ ان فتنوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ جن فتنوں کا سائل نے تذکرہ کیا تھا اکثر وہ ہیں جسکو عام مسلمان بھی بے دینی سمجھتے ہیں جہاں تک بدعات و رسومات کا تعلق ہے اس کو سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے دین کے نام سے پیش کیا جاتا ہے جسکو سادہ لوح مسلمان بھی اپنے لاعلمی کے وجہ سے دین اور کار ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ لہٰذا دین حقہ کا امت مسلمہ تک پہنچانا یہ علماء کا فریضہ ہے جسکی کوتاہی پر مواخذہ ہوگا بلکہ ان مسائل کو دین کے ترازو میں تولنا دین کا افضل مشغلہ اور بہترین خدمت ہے اور دین کا عین مقتضیٰ ہے۔ اور شرک کے بعد تو بدعت بدترین جرم اور گناہ کبیرہ اور سنگین گناونی غلطی ہے سنت نبویہ سے بغاوت اور اسکی توہین ہے اور دین اسلامی محمدی میں ناقابل تلافی نقصان ہے۔ جو خدا اور رسول کی نظر میں سنگین بغاوت اور خطرناک گناہ ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ اہل بدعت کو الٹی نظر آرہا ہے اس سوال کا مفصل جواب آئندہ فصل میں قرآن و حدیث کے آئینہ میں

اذا لم تکن للمرء عین صحیحۃ ٭ فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر

فصل

(بدعت اور بدعتی کا ذم قرآن وحدیث سے)

(۱) ومن اضل ممن اتبع هواه بغیر هدی من الله۔ (القصص پ ۲۰ ع ۵)

اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلتا ہے۔ (القصص)

(۲) من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا (پ ۵ ۱۱۵ النساء ع)

(اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے) جو ہدایت کے ظاہر ہونیکے بعد رسول کی مخالفت کرتا ہے اور مومنوں کے راستہ کے سوا چلتا ہے ہم اسکو اسی کے راستہ پر جانے دیتے ہیں اور اسکو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

(۳) وقال تعالیٰ۔ ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا لست منهم فی شیء انما امرهم الی الله ثم ینبئهم بما کانوا یفعلون (پ ۸ الانعام ع)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بیشک جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور گروہ ہو گئے آپ ان میں سے بالکل نہیں بس ان کا کام اللہ کے حوالے ہے پھر اللہ ان کو انکے کیئے کا خبر دیگا۔

قالت عائشة رض قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عائشة

حضرت عائشہ رض فرماتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ رض

(ان الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعًا) من هم؟ قلت الله ورسوله اعلم قال هم اصحاب الاهواء واصحاب البدع۔ واصحاب الضلالة من هذه الامة يا عائشة إن لكل ذنب توبةً ما خلا اصحاب الاهواء والبدع ليس لهم توبةٌ و انا بريءٌ منهم وهم مني براء (الاعتصام ص۶۰/۱)

جن لوگوں کا ذکر اس آیت (ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعًا) میں ہے کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا یہ اپنی خواہشوں پر عمل کرنے والے بدعتی لوگ ہیں۔ اور اس امت کے گمراہ لوگ ہیں اے عائشہ! ہر گناہ کی توبہ ہے ماسواء اپنی خواہش پر عمل کرنے والوں اور بدعت کرنے والوں کی کہ ان کی توبہ نہیں (کیونکہ توبہ کرتے نہیں ہیں) اور میں ان سے بیزار ہوں اور یہ مجھ سے بیزار ہیں۔

۴ وقال الله تبارك وتعالیٰ ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءتهم البينات۔ (۱۰۵ آل عمران ع)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان جیسے نہ ہو جو فرقے فرقے ہو گئے اور واضح دلائل آنے کے بعد آپس میں مختلف ہوتے۔ حضرت قتادہؓ سے

عن قتادة في قوله تعالیٰ (كالذين تفرقوا واختلفوا) يعني اهل البدع۔ (الاعتصام ص۵۶/۱)

اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں (کالذین تفرقوا واختلفوا) منقول ہے کہ مراد اہل بدعت ہیں۔

(۵) وقال تعالیٰ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ قال ابن عباس تبیض وجوہ اھل السنۃ وتسود وجوہ اھل البدعۃ (الاعتصام ص۵۶ ج۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس دن میں بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اہل سنت ہیں اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ اہل بدعت ہیں

(۶) وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ الآیۃ (سورۃ انعام) فالصراط المستقیم ھو سبیل اللہ الذی دعا الیہ وھو السنۃ والسبل ھی سبل اھل الاختلاف الحائدین عن الصراط المستقیم وھم اھل البدع وعن مجاھد فی قولہ ولا تتبعوا السبل قال البدع والشبھات (الاعتصام ص۵۵ ج۱)

اور (اس آیت میں) کہ بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو تم اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اس کے راستے سے جدا کرے گا پس سیدھا راستہ خدا کا راستہ ہے جس کی طرف اس نے بلایا ہے اور وہ سنت پر عمل کرنے کا راستہ ہے اور دوسرے راستے اختلاف کرنے والوں کے راستے ہیں۔ جو سیدھے راستے سے پھیر رہے ہیں۔ اور وہ بدعت پر عمل کرنے والے ہیں۔ اور مجاہدؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ (ولا تتبعوا السبیل) فرمایا ہے کہ یہ بدعات اور شبہوں والے راستے ہیں

(۱) عن عائشۃ رضی قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے

من احدث فی امرنا هذا
ما لیس منه فهو رد ۔
(رواه البخاری ومسلم از مشکوۃ ص ۲۷ ج ۱)

بھی ہمارے اس کام (دین) میں
وہ طریقہ پیدا کیا جو اس میں نہیں
وہ مردود ہے۔ (مشکوۃ)

(۲) عن جابر رض قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم فی
خطبته، اما بعد فان خیر الحدیث
کتاب الله وخیر الهدی هدی
محمد صلی الله علیه وسلم وشر الامور
محدثاتها وکل بدعة ضلالة
رواه مسلم مشکوۃ ص ۳ ج ۱
وفی روایة للنسائی وکل محدثة
بدعة وکل بدعة فی النار
(الاعتصام ص ۶۸ ج ۱)

حضرت جابر رض سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے خطبے میں فرمایا۔ اس کے بعد
سنو کہ بہترین کلام خدا کا کلام ہے
اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے زیادہ
برے کام وہ ہیں جو نئے پیدا کئے
گئے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے
(مسلم) اور نسائی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ہر نیا کام بدعت
ہے اور ہر بدعت آگ میں لیجاتی ہے۔

(۳) فی موطا لامام مالک رح قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم
فلیذادن رجال عن حوضی
کما یذاد البعیر الضال اناديهم
الا هلم الا هلم فيقال

اور موطا امام مالک رح میں ہے کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ کچھ لوگ حوض میں سے روک دیئے جائیں گے
جس طرح روک دیا جاتا ہے اپنے مالک
سے بچھڑے ہوئے اونٹ کو۔ میں

انهم قد بدلوا بعدك فاقول فسحقا فسحقا قال ابو اسحاق

ان کو آواز دوں گا ادھر آؤ ادھر آؤ پس کہا جائیگا کہ تحقیق انہوں نے تیرے بعد دین کو بدل ڈالا تھا۔ تو میں کہوں گا کہ پھر ان کیلئے ہلاکت ہو انکیلئے ہلاکت ہو ابو اسحاق کہتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے اسکو اہل بدعت پر چسپاں کیا ہے۔

حملہ جماعۃ من العلماء علی انہم اہل البدع (اعتصام ج۱)

(۴) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صوما ولا صلوۃ ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جہادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما یخرج الشعرۃ من العجین (رواہ ابن ماجہ ص۶)

حضرت حذیفہ رضی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبول نہیں فرماتا اللہ تعالے کسی بدعتی سے نہ روزہ نہ نماز نہ خیرات نہ حج نہ عمرہ اور نہ جہاد نہ فرض نہ نفل اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے کہ آٹے سے بال کو نکال دیا جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے

کہ مبتدع مشرک بالرسول ہے اور بدعت اشراک بالرسالت ہے کیا خوب کہا ہے

زباں سے کہ گیا توحید کا دعوے تو کیا حاصل ۔ بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

(۵) عن عبد اللہ ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب البدعۃ حتی یدع بدعتہ (ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا تعالے نے انکار کیا ہے کہ کسی بدعتی کا عمل قبول کرے

جب تک وہ اپنی بدعت کو نہ چھوڑے۔

اور امام محمد بن وضاح قرطبی متوفی ۲۸۶ھ نے اپنی کتاب البدع والنہی عنہا میں بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

حلت شفاعتی لامتی الا صاحب البدعۃ۔ (کتاب البدع والنہی عنہا ص۲۶)

میری شفاعت میری امت کیلئے حلال کی گئی ہے۔ بجز صاحب بدعت کے

(۲) عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حجب التوبۃ عن کل صاحب بدعۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط مجمع الزوائد ص۱۸۹

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالے نے بدعت کرنے والے کیلئے توبہ کا دروازہ بند کیا ہے۔ (مجمع الزوائد)

فصل دوم سوال مذکور کے جواب میں

(بدعات اور بدعتیوں کا ذم اقوال سلف میں)

(مزید سلف صالحین کے اقوال بدعت اور بدعتی کے شناخت اور قباحت میں ملاحظہ فرمالیں)

من الذین کشف العیب عن کل کاذب ؛ وعن کل بدعی اتی بالمصائب

(۱) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال یا معشر القراء استقیموا فقد سبقتم

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے (اپنے شاگردوں) سے کہا کہ اے جماعت خوانندوں کی تم

سبقاً بعیداً وان اخذتم یمیناً وشمالاً لقد ضللتم ضلالاً بعیداً (بخاری ص ۱۰۸۱ ج ۲)

سیدھے چلو بڑا مرتبہ پاؤ گے اگر خدا نخواستہ) تم دائیں بائیں ہو گئے یقیناً دور کی گمراہی میں جا گرو گے۔

(۲) وعنہ ایضاً قال اخوف ما اخاف علی الناس اثنتان ان یؤثروا ما یرون علی ما یعلمون وان یضلوا وھم لا یشعرون قال سفیان ھو صاحب البدعۃ (کتاب البدع والنہی عنہا ص ۳۵)

اور اسی طرح ان سے منقول ہے۔ کہ فرمایا کہ میں لوگوں پر دو چیزوں سے زیادہ ڈرتا ہوں (۱) کہ جو چیز دیکھتے ہیں اسکو اس پر ترجیح دینگے جو جانتے ہیں (۲) اور یہ کہ گمراہ ہو جائیں گے اور ان کو پتہ بھی نہ ہوگا۔ سفیانؒ کہتے ہیں کہ مراد اس سے بدعت پر عمل کرنے والا ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی نے کسی کا سلام پہنچایا تو جواب میں فرمایا ـــــــــــــــ

بلغنی انہ قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرأہ منی السلام۔ اخرجہ ابوداؤد وابن ماجہ مشکوۃ ص ۲۲ ج ۱)

مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے بدعت ایجاد کی ہے اگر واقعی اس نے بدعت ایجاد کی ہے، تو پھر میری طرف سے اسکو میرا سلام نہ کہنا۔

(۴) حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

صاحب البدعۃ لا یزداد اجتہاداً روزہ اور نماز میں جتنی زیادہ کوشش

اجتہاداً وصیاماً وصلوۃً الا ازداد من اللہ بعداً (کتاب البدع والنہی عنہا ص۲۷)

کرے گا اتنا ہی خدا تعالیٰ سے زیادہ دور ہوتا جائے گا۔ (کتاب البدع)

(۵) ابوادریس خولانیؒ فرماتے ہیں

لان اسمع نباحیۃ المسجد تحترق احب الیّ من ان اسمع فیہ ببدعۃ لیس لہا مغیّر (کتاب البدع ص۳۷)

میں اگر یہ سنوں کہ مسجد کا کوئی کونا جل رہا ہے یہ بات مجھ کو اتنی ناپسند نہیں جتنا کہ میں یہ سنوں کہ اس میں بدعت ہو رہی ہے اور اسکو منع کرنیوالا کوئی نہیں۔

(۶) اور حضرت ابی قلابہ تابعیؒ کا ارشاد ہے

ان اہل الاہواء (ای اہل البدع) اہل ضلالۃ ولاأری مصیرہم الا الی النار۔ (الاعتصام ص۸۳/ج۱)

یقیناً اہل بدعت گمراہی والے ہیں اور ان کا ٹھکانا میں دوزخ ہی میں خیال کرتا ہوں۔ (الاعتصام)

(۷) وعن الحسن لاتجالس صاحب الھوی (ای اہل البدعۃ) فیقذف فی قلبک ما تتبعہ علیہ فتھلک او تخالف فیمرض قلبک

الاعتصام ص۸۳/ج۱ وعنہ ایضاً لاتجالس صاحب بدعۃ فانہ یمرض قلبک۔

حضرت حسن بصریؒ سے نقل ہے کہ صاحب بدعت کے پاس نہ بیٹھا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل میں کوئی بات ڈالدے گا جسکی تم پیروی کرو گے پس ہلاک ہو جاؤ گے یا تم خلاف کرو گے تو تمہارا دل بیمار ہو جائیگا۔ اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ بدعتی کے پاس نہ بیٹھا کرو کیونکہ وہ تمہارے دل کو بیمار کرے گا۔

(۸) وعن ابی قلابۃ لا تجالس اھل الاھواء ولا تجادلوھم فانی لا آمن ان یغمسوکم فی ضلالتھم ویلبسوا علیکم ما کنتم تعرفون قال ایوب وکان واللہ من الفقھاء ذوی الالباب۔ (الاعتصام ص۸۳ج۱)

اور ابو قلابہ کہتے ہیں کہ اہل بدعت کے پاس نہ بیٹھا کرو اور نہ ان کے ساتھ بحث کرو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمکو اپنی گمراہی میں ڈوبا دینگے اور (دین کی باتیں) جو تم جانتے تھے وہ تم پر خلط ملط کردیں گے۔ ایوب کہتے ہیں بخدا ابو قلابہؒ بڑے سمجھدار علماء میں سے تھے۔ الاعتصام

(۹) وعن ابراھیم ولا تکلموھم انی اخاف ان ترتد قلوبکم (الاعتصام ص۸۴ج۱)

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ان اہل بدعت کے ساتھ گفتگو نہ کرو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے دل حق سے پھر جائیں گے ——— (الاعتصام ص۸۴ج۱)

(۱۰) وعن یحیٰی بن ابی کثیر قال اذا لقیت صاحب بدعۃ فی طریق فخذ فی طریق آخر۔ (الاعتصام ص۸۴ج۱)

یحیٰی ابن کثیر نے کہا ہے کہ جب تمہارے بدعتی سے ملاقات ہو۔ تو اس کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے کو چل۔

بدعتی کی تعظیم کو شریعت اسلامیہ نے بڑا سنگین جرم قرار دیا ہے

(۱۱) عن ابراھیم بن میسرۃ قال

ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (مشکوٰۃ ص۳۱ ج۱)

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر اس کی مدد کی۔

بے ادب تنہا نہ خود را ساخت بد ؛ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

فصل سوم۔ مبتدع کے پیچھے نماز کا حکم ائمہ فقہ اور فقہاء کے نزدیک

(۱) قال ابو یوسفؒ لا تجوز الصلوٰۃ خلف المبتدع شرح فقہ اکبر لملا علی قاری ص۱

ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے۔ کہ بدعت کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

(۲) وجملتہ ان کان من اھل قبلتنا ولم یغل فی ھواہ حتی لم یحکم بکونہ کافرا یجوز الصلوٰۃ خلفہ ویکرہ۔ (خلاصۃ الفتاوی ص۱۴۹ ج۱)

حاصل یہ ہے کہ اگر ہمارے اہل قبلہ سے ہے اور اپنی بدعت میں حد سے نہیں گزرا کہ اس پر کفر کا فتوی لگ جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز تو ہے مگر مکروہ ہے۔

سوال :۔ بدعتی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ مکروہ تحریمی ہوتی ہے فتاوی رشیدیہ ص۲۹۸

سوال :۔ بدعتی کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

جواب :۔ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے فقط فتاوی رشیدیہ لمولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی ص۲۹۹

۵۔ سوال :۔ اگر جامع مسجد کا امام بدعتی ہو یا فاسق ہو اس وجہ سے اپنی محلہ میں جمعہ کر لینا (پڑھ لینا) اولی ہے یا نہیں اور اگر بدعتی امام کے پیچھے مقتدی بھی بدعتی ہوں تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی یا نہیں؟

جواب :۔ بدعتی کے اقتداء سے اپنا جمعہ اور جماعت الگ کر لینا بہتر ہے بدعتی کے پیچھے اس جیسوں کی نماز بھی مکروہ ہے فقط فتاوی رشیدیہ ص۲۹۸

(۶) فانہ (ای الفاسق) لا یؤمن ان یصلی بھم بغیر طھارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال۔ (شامی بحوالہ احسن الفتاوی ص۲۶۱)

فاسق آدمی سے یہ خطرہ ہے۔ کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھائے پس وہ بدعت والے کی طرح ہے کہ اسکو امام بنانا ہر حال میں مکروہ ہے۔

(۷) وکذا تکرہ امامۃ المبتدع اذا کانت بدعتہ غیر مکفرۃ باتفاق (ای الائمۃ)۔ (کتاب الفقہ علی مذاھب الاربعہ ص۴۲۹)

اور اسی طرح بدعتی کو امام بنانا مکروہ ہے اگر اس کی بدعت کفر کی حد تک نہ پہنچی ہو اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے (ورنہ بالکل ہی ناجائز ہے)

(۸) سوال :۔ جو شخص خائن و بدعتی وغیرہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب :۔ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے

(عزیز الفتاوے دیوبند ص۲۲۱)

(۹) وقال ابن القاسم ارٰی الاعادة فی الوقت علیٰ من صلی خلف اهل البدع وقال اصبغ یعید ابدًا ۔

اور امام ابن القاسم کہتے ہیں کہ اگر وقت نماز ختم نہیں ہوا تو اس آدمی کیلئے جو اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھ چکا ہو دوبارہ پڑھنا ضروری سمجھتا ہوں اور اصبغ تو کہتے ہیں کہ ہر حال میں نماز دوبارہ پڑھے ۔ خواہ وقت باقی ہو یا نہ ہو

(۱۰) وقال احمد بن حنبل لا یصلی خلف احدٍ من اهل الاهواء اذا کان داعیًا الیٰ هواه وقال اصحابنا تکره الصلوٰة خلف صاحب هوی وبدعة (الیٰ ان قال) وکان ابوحنیفةؒ لا یری الصلوٰة خلف المبتدع ومثله عن ابی یوسفؒ (الیٰ ان قال) وفی المبسوط یکره الاقتداء بصاحب البدعة (عمدة القاری شرح بخاری لبدرالدین العینی الحنفی صـ ۲۳۲)

اور احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ان اہل بدعت میں سے کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے جو اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے ۔ اور ہمارے علماء نے کہا ہے کہ صاحب ہوا و بدعت کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ آگے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ بدعت والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تھے اور اسی طرح کا روایت امام ابو یوسفؒ سے ہے آگے پھر لکھتے ہیں کہ مبسوط میں ہے کہ بدعت کرنے والے کے پیچھے اقتداء کرنا مکروہ ہے ۔

اب مذکورہ بالا دلائل بدعت اور بدعتی کی شناعت و برائی اور اس کے سوء خاتمہ و انجام بد کے سننے اور بدعت کی برائی و قباحت کو جانتے ہوئے

کوئی صاحب عقل وذا انصاف اور عذاب قہار سے ڈرنے والا انسان بدعت کو کیوں پسند کرے یا کیوں بدعت کو نہ چھوڑ کر اس سے توبہ نہ کرے۔ اگر لاعلمی اور بے شعوری سے کہیں بدعت پر دوام کیا ہو یا عمل بدعت کی دعوت اور ترغیب دی ہو یا متبع سنت کو برا بھلا کہا ہو یا ان سے حسد یا عداوت دشمنی رکھی ہو یا اذیٰ نقصان پہنچایا ہو یا اس کی غیبت کی ہو اور سادہ لوح مسلمانوں کو اہل توحید والسنۃ سے نفرت دلائی ہو۔ اور ان کی دینی نصائح اور تعلیمات اور رفاقت ونصرت سے روک دیا ہو اور استفادہ سے محروم کیا ہو اور اہل حق پر افتراء و بہتان باندھا ہو اور ناروا فتواؤں کا مورد بنایا ہو۔ تو آئے خدا غفور رحیم سے معافی مانگے اور خلوص دل سے تائب اور نادم ہو کر ماضی پر آہ آنسو بہائے اور آئندہ متبعین سنت کی نصرت رفاقت دلی دوستی اختیار کرے۔ قوی امید ہے کہ رب غفور ماضی سے درگزر فرمائے گا اور نیز زیر بحث اجتماعی دعاء وغیرہ امور بدعت کو چھوڑ کر سنت پر ہر کام میں عامل بنجائے کہ یہی نجات کا ذریعہ ہے بلکہ تلافی مافات کیلئے دعوت حق اپنائے اور لومۃ لائم کا پرواہ کئے بغیر سنت کا مشغلہ اختیار کرے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کر کے بدعت اور رسم کے میل کچیل سے ظاہر و باطن دھو ڈالے۔ ہر موقع ومحل کے مطابق سنت شفیع المذنبین پر عمل کرتے ہوئے شیدائی بن جائے یا کم سے کم دوسروں کو اپنے قول وعمل سے اس بلائے خطرناک میں گرفتار نہ کرے

بدعت پر مُصر رہ کر کسی محلہ و بستی کا امام بن کر لوگوں کی نمازوں کی تباہی کا سبب نہ بنے صاحب ابداع فی مضار الابتداع کی نصیحت پر عمل کرے۔ جو وہ لکھتے ہیں۔

فمن حق المبتدع اذا ابتلى بالبدعة ان يقتصر على نفسه حتى لا يحمل مع وزره وزر غيره وان لا تفعل فى مواضع اللتى هى مجتمعات الناس او المواضع اللتى تقام فيه السنن وتظهر فيها اعلام الشريعة والا كان ذالك كالدعاء اليها بالتصريح فان المظهر لها على هذا الوجه كانه يقول هذه سنة فاتبعوها وعلى حسب كثرة الاتباع يعظم عليه الوزر وان لا يستحقرها فان ذالك استهانة بها والاستهانة بالذنب اعظم من الذنب۔

پس جو کوئی خدانخواستہ بدعت میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ اس کا معاملہ بند رکھے تاکہ اپنے گناہ کے ساتھ دوسرے کا گناہ اس پر نہ پڑے نیز ایسے مقامات میں بدعت نہ کی جائے۔ جو لوگوں کی جمعواری کی جگہیں ہوں یا جن میں شریعت کے کام ادا کئے جائیں۔ اور شریعت کی نشانیاں ظاہر کی جاتی ہوں ورنہ بدعت کی طرف بمنزلہ صریح دعوت کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ جو اس کو اس طریقہ کے ساتھ ظاہر کرے گا گویا یوں

ص ۶۴
(الابداع فی مضار الابتداع) کہتا ہے کہ یہ سنت کام ہے اس کی تم بھی پیروی کرو پس جتنے اس کی تابعداری کرنے والے ہوں گے۔ اس کا وبال اتنا ہی زیادہ ہوگا اور بدعت کو معمولی گناہ نہ سمجھے کیونکہ معمولی سمجھنا بدعت کو آسان امر خیال کرنا ہے اور گناہ کو آسان امر خیال کرنا اصل گناہ سے بڑھ کر ہے

شعر: یا مریض القلب عرج للعلاج
جملۃ التدبیر تبدیل المزاج

تیسرا اعتراض اور اسکا جواب

معدودے چند افراد یا جماعت کے علاوہ کثیر تعداد اور بڑے بڑے مشائخ اور بزرگ اس اجتماعی دعا پر عامل ہیں۔ اگر یہ طریقہ خلاف سنت ہوتا تو یہ حضرات کیوں اس طریقہ کو مختلف موقعوں میں معمول بناتے۔

الجواب:۔ حق و باطل کے امتیاز کیلئے قلت و کثرت کوئی دلیل نہیں کہ جو کثیر ہوں تو وہ اہل حق ہوں گے اور جو قلیل ہوں وہ اہل باطل ہوں گے بلکہ معاملہ برعکس ہے ہر امت اور ہر زمانہ میں حق والے تھوڑے گذرے ہیں اور اہل باطل کئی گنا زیادہ گذرے ہیں اور ہر وقت یہی ہوتا گیا ہے اور ہوتا رہے گا کہ حق والے تھوڑے ہوں گے۔ اگر کوئی کثرت کو حق سمجھکر ان کی صف میں شامل ہوجائے وہ گمراہ اور تباہ ہوجائیگا اور رہ راست سے اس طرح بھٹک جائیگا کہ کبھی حق کو نہیں پائیگا۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ نے اکثریت گمراہوں کی صفت بتائی ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ
(۱۱۶ سورۂ انعام ع ۱۴)

اگر تم زمین پر رہنے والوں کی اکثریت کی بات مانو گے تو وہ تم کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔

(۲) وقال تعالیٰ وان کثیرا من الناس عن آیاتنا لغافلون
(سورۂ یونس ۹۲ ع ۹)

اور فرمایا ہے اور زیادہ لوگوں میں سے ہماری آیتوں سے بے پرواہ ہیں۔

اور

(۳) وقال وما اکثر الناس ولو حرصت بمومنین ۔
(۱۰۳ سورہ یوسف ع ۱۱)

فرمایا ہے اور اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے خواہ آپ جتنا زیادہ چاہیں۔

اور

(۴) وقال وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ۔
(۱۰۶ یوسف ع ۱۲)

فرمایا ہے۔ اور انہیں سے اکثر لوگ جو خدا پر ایمان لاتے ہیں تو ساتھ ہی شرک بھی کر لیتے ہیں۔

(۵) وقال وما کان اکثرھم مؤمنین
(۱۲۱ ۔ شعراء ع ۷)

اور فرمایا ہے۔ مگر تم میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں

(۶) وقال ولکن اکثرکم للحق کارھون
(۷۸ زخرف ع ۷)

اور فرمایا ان میں اکثر لوگ حق کو نہیں چاہتے ہیں۔

(۷) وقال فمنھم مھتد وکثیر منھم فاسقون (الحدید ع ۲) اور فرمایا کچھ ہدایت پر آگئے اور اکثر نافرمان ہیں

(۸) وقال ولقد صدق علیهم ابلیس ظنه فاتبعوه الا فریقا من المؤمنین ۔
(پ۲۲ سورۃ السبا ر ع)

اور فرمایا ہے تحقیق شیطان نے ان کے متعلق اپنا گمان سچا کیا کہ ایماندار لوگوں کے ایک ٹولے کے بغیر سب نے اس کی تابعداری کی اور عمرو

(۱) وعن عمرو بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تأرز الحیة الی جحرها ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاروية من رأس الجبل ان الدین بدأ غریبا وسیعود کما بدأ فطوبی للغرباء وهم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی رواه الترمذی
(مشکوۃ ص۳۱)

بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک دین حجاز کی طرف پناہ لیگا جس طرح سانپ اپنی سوراخ کی طرف پناہ لیتا ہے۔ اور دین حجاز میں جگہ تلاش کریگا جسطرح نخچیر پہاڑ کی چوٹی میں جگہ تلاش کرتا ہے دین شروع میں ناآشنا تھا اور اخیر میں پھر ناآشنا ہو جائے گا۔ جس طرح شروع میں تھا۔ پس ناآشنا لوگوں کیلئے بڑی خوشی ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے کہ میرے بعد میری جن سنتوں کو لوگوں نے خراب کیا تھا۔ یہ ان کو پھر درست کریں گے ۔

وفی روایة لابن وهب رض قال علیه الصلوة والسلام طوبی للغرباء

اور ابن وہب رض کی روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا پس بڑی خوشی

الذین یمسکون بکتاب اللہ حین یترک ویعملون بالسنۃ حین تطفی ـــــ

(الاعتصام ص۱۹/ج۱)

ہے ان ناآشنا لوگوں کیلئے جو خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑیں گے جب عام لوگ اس کو چھوڑ دیں گے تو وہ میری طریقوں پر عمل کریں گے جبکہ مٹ چکی ہوگی

وفی روایۃ انہ سئل عن الغرباء قال الذین یحیون ما امات الناس من سنتی

(اعتصام ص۱۹/ج۱)

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپؐ سے دریافت کی گئی کہ ناآشنا لوگ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ وہ جو ان سنتوں کو زندہ کریں گے جنکو لوگوں نے ترک کر دیا تھا۔

(۲) وعن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم حتی یأتی امر اللہ ۔

(رواہ مسلم ـ صیانۃ الانسان ص۳۱۷)

اور حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے ایک جماعت حق کے ساتھ ہمیشہ غالب ہوگی۔ اگر کوئی ان کی مدد نہ کرے تو ان کو نقصان نہیں ہوگا۔ یہانتک کہ خداوند قدوس کا امر پہنچے۔

(۳) وعن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری

ليأتين على امتي كما اتى على بني
اسرائيل حذو النعل بالنعل حتى
ان كان منهم من اتى امه علانية
لكان في امتي من يصنع ذلك
وان بني اسرائيل تفرقت على
ثنتين وسبعين ملة وتفرقت امتي
على ثلاث وسبعين ملة كلهم
في النار الا ملة واحدة قالوا
من هي يارسول الله قال ما انا
عليه واصحابي ۔ رواه الترمذي
في مسند احمد وابي داؤد عن معاوية
ثنتان وسبعون في النار وواحدة
في الجنة وهي الجماعة وانه سيخرج
في امتي اقوام تتجارى بهم
تلك الاهواء كما تتجارى
الكلب لصاحبه لا يبقى
منه عرق ولا مفصل الا دخله
(مشکوٰة صفحہ ۳۰)

امت پر ایک ایسی حالت آئے گی
جیسے بنی اسرائیل پر آئی تھی ۔
جس طرح ایک جوتی دوسری کی برابر
ہوتی ہے کہ اگر (خدانخواستہ)
ان میں سے کسی نے اپنے ماں کی
ساتھ کوئی بُرا کام علانیہ کیا تھا
تو میری امت میں سے بھی ایسے
لوگ ہوں گے جو یہ کام کریں گے
اور بنی اسرائیل تو بہتر فرقوں میں
تقسیم ہوئے تھے اور میری امت
تہتر فرقے بنے گی ۔ سب کے سب
آگ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ
صحابہؓ نے سوال کیا کہ وہ کونسا فرقہ
ہے ۔ فرمایا جو میرے اور میرے
اصحاب کے طریقے پر ہوں گے ۔ اس کو ترمذی
نے روایت کیا ہے اور مسند احمد و سنن
ابی داؤد میں امیر معاویہؓ سے اسی طرح
منقول ہے کہ بہتر فرقے آگ میں ہونگے

اور ایک (فرقہ) جنت میں اور وہ فرقہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اور میری امت میں بعض ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن کے اندر یہ بدعات پھیل جائیں گی جیسا دیوانہ کتے کی بیماری اُس کے کاٹے ہوئے آدمی کے اندر پھیل جاتی ہے۔ کوئی رگ اور جوڑ ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں وہ بیماری نہ گھس جاتی ہو

(۴) عن الحسن قال سنتکم واللہ الذی لا الٰہ الا ھو بینھما بین الغالی والجافی فاصبروا علیھا رحمکم اللہ فان اھل السنۃ کانوا اقل الناس فیما مضیٰ وھم اقل فیما بقی الذین لم یذھبوا مع اھل الاتراف فی اترافھم ولا مع اھل البدع فی بدعھم وصبروا علیٰ سنتھم حتی لقوا ربھم فکذالک ان شاء اللہ فکونوا۔
(رواہ الدارمی صیانۃ الانسان ص۳۲۸)

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا (شاگردوں سے) کہ خدا کی قسم تمہارا سنت طریقہ ان دو یعنی حد سے گزرنے والے (بدعتی) اور پیچھے رہنے والے تارک عمل (فاسق) کے درمیان ہے پس تم سنت ہی پر جمے رہو۔ خدا تم پر رحم کرے گا۔ کیونکہ سنت والے پہلے بھی تھوڑے تھے اور آئندہ میں بھی تھوڑے ہوں گے جو نہ سرمایہ داروں کے ساتھ سرمایہ کاری میں گرے اور نہ اہل بدعت کے ساتھ بدعتوں میں مشغول ہوئے اور اُس وقت تک سنت پر قائم رہے کہ اپنے رب سے جا ملے تو تم بھی خدا کی مرضی ان جیسے ہو جاؤ۔

(۵) عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یأتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص۳۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت (زمانہ) آجائے گا جب کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اور قرآن حکیم کے صرف حروف رہ جائیں گے۔ مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ آسمان سے نیچے تمام مخلوق سے زیادہ بُرے علماء ہوں گے۔ گمراہی انہیں میں سے نکلی گی اور اس کا اثر آخر میں بھی انہیں پر پڑیگا

(۶) وعن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر۔ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۴۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک وقت آئے گا کہ دین پر جمنے والا ایسا تنگ ہوگا گویا آگ کے انگارے کو ہاتھ میں لیا ہو۔

(۷) حدثنا یوسف بن اسباط قال قال سفیان یا یوسف اذا بلغک

یوسف بن اسباط نے سفیان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ کہا اے یوسف! جب

عن رجل بالمشرق انہ صاحب سنۃ فابعث الیہ بالسلام واذا بلغک عن آخر بالمغرب انہ صاحب سنۃ فابعث الیہ بالسلام فقد قل اھل السنۃ والجماعۃ (تلبیس ابلیس لابن الجوزی ص۱۸)

جب تم نے سن لیا کہ مشرق میں کوئی سنت پر عمل کرنے والا ہے تو اس کو سلام بھیجو اور اگر تم نے یہ بات سنی کہ کوئی دوسرا مغرب میں سنت پر عمل کرنے والا ہے تو اسکو بھی سلام بھیجو یہ اس لئے کہ اہل سنت والجماعت بہت ہی تھوڑے ہو گئے

(۸) عن سفیان الثوری قال استوصوا باھل السنۃ خیرًا فانھم غرباء (تلبیس بلبیس ص۱۹)

سفیان ثوری کہتے ہیں سنت طریقہ پر چلنے والوں کے بارے میں نیکی کرنے کی وصیت قبول کرو کیونکہ یہ لوگ بمنزلہ مسافروں کے ہیں (۹) حضرت

(۹) وعن سفیان ؒ قال اسلکوا سُبل الحق ولا تستوحشوا من قلۃ اھلہ۔ (الاعتصام ص۳۴/۱)

سفیانؒ فرماتے ہیکہ حق کے راستہ پر چلو اور اہل حق کی کمی کے وجہ سے مت گھبراو

اور ابن الحاج مدخل جزء اول میں لکھتے ہیں۔

(۱۰) وفی حدیث آخر ناسٌ قلیلون صالحون بین ناسٍ کثیرٍ من یبغضھم اکثر ممن یحبھم (المدخل ص۶۳/۱)

اور ایک دوسری حدیث میں یوں ہے کہ (ناجی لوگ) تھوڑے نیک لوگ ہوں گے زیادہ بروں میں ان کی دشمنی کرنے والے ان کے ساتھ محبت کرنیوالوں سے زیادہ ہونگے

(۱۱) وقال الثوری اذا رأیتم العالم کثیر الاصدقاء فاعلموا انہ مخلط لانہ ان نطق بالحق ابغضوہ (المدخل ص ۶۳/۱۳۷)

حضرت ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کسی عالم کو جسکے دوست زیادہ ہوں تو جان لو کہ اسکے دین میں خرابی ہے کیونکہ اگر وہ حق کہتا تو لوگ اس سے بغض دشمنی رکھتے (یعنی یہ دوستی حق نہ کہنے کا نتیجہ ہے)

مذکورۃ الصدر آیات قرآنی سے خوب بیان اور عیاں ہوا کہ اکثریت کی پیروی تباہی کی مترادف ہے کیونکہ اکثریت بے دینوں اور گمراہوں اور غافلوں اور فاسقوں اور دین سے ناسمجھ لوگوں کی ہوتی ہے نیز ۱ عمرو بن عوف کی حدیث سے دین کی غربت مددگاروں اور دینداروں کی قلت ثابت ہوتی ہے اور ۲ حدیث ثوبانؓ میں فرمایا گیا ہے کہ حق والے صرف قلیل طائفہ رہ جائیگا اور حدیث ۳ عبداللہ ابن عمرؓ میں تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ حق پر ثابت قدم رہ کر جنت کا مستحق ہوگا۔ اور بدعات دیوانے کتے کے زہر کیطرح امت محمدی صلی اللہ کے جسم کے ہر رگ وریشہ میں سرایت کرکے تباہ وبرباد کریں گی۔ اور ۴ حضرت حسنؒ کے ارشاد کو دیکھئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ سنت کی تابعداری کرنیوالے گذرے ہوئے زمانہ میں بھی تھوڑے تھے آئندہ ہر زمانے میں بھی تھوڑے ہوں گے۔ اور ۵ حدیث علی رضی اللہ عنہ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو کہ اسلام سے صرف رسم اور قرآن سے اسم باقی رہ جائے گا۔ ان کا صحیح پیروکار کوئی نہ ہوگا اور اس زمانہ میں مساجد

صورۃ(زنگ روغن اور چراغاں رنگ برنگی) کے اعتبار سے آباد ہوں گی۔ مگر ہدایت اور سنت سے خالی اور ویران ہوں گی اسی زمانے کے علماء نہایت شریر اور فتنہ انگیز ہوں گے فتنہ اور شر کے بانی مبانی بھی علماء ہوں گے۔ جیسے آجکل کے مبتدعین علماء ہر بدعت جو کہ شر اور فتنہ ہے اور امت میں اختلاف ڈالنے کا سبب ہیں انہیں کی ایجاد اور سرمایہ ہے اور انہیں کے زیر سرپرستی خوب پھلتی پھولتی ہیں اور حدیث ع۔ میں حضرت انس سے ارشاد نبوی ہے کہ دین پر عمل کرنا آخر زمانہ میں انگارے کو ہاتھ میں پکڑنے کا مترادف ہوگا۔ اور ع۔ میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ بوجہ فقدان اہل سنت کیسے مشتاق ہے کہ اگر کہیں ان کا پتہ لگا جائے خواہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں ان کو میرا سلام پہنچا دینا کیونکہ اہل سنت والجماعت بہت قلت میں ہیں اور ان کا وجود نادر الوجود ہے۔ اور ع۸ میں پھر حضرت سفیانؒ نے تمام لوگوں کو ان کی طرف ترغیب دلاتے ہوئے اور ان کے حالت زار پر رحم فرماتے ہوئے کہ ان کے بارہ میں ایک دوسرے کو خیر کی تلقین اور وصیت کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بے یارو مددگار ہیں۔ اور تعداد میں بھی بہت کم اور تھوڑے ہیں اور ع۹ میں پھر حضرت ثوریؒ کا فرمان ہے کہ حق کی پیروی نہ چھوڑیئے اگرچہ حق والے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں ۔

مذکورہ احادیث اور اقوال سلف رحمہ اس کے بین دلائل اور شواہد ہیں کہ پچھلے زمانے میں اہل حق تھوڑے اور بے یارو مددگار ہوں گے اور اہل بدعت

اکثر و بیشتر ہوں گے اور اکثریت کی پیروی بے دینی ہے ہرگز خطرے سے خالی نہیں۔ اب ان ارشادات اور پیشن گوئیوں کے باوجود کثرت و زیادت پر فریفتہ ہونا اور دین میں اسکا اعتبار کرنا صرف حماقت جہل دین سے بے خبری کا نتیجہ شمار کیا جائیگا اور علامہ ابن الحاج کی مدخل میں نقل کردہ حدیث سے مزید مدلل ہوا کہ اہل اصلاح کثیر تعداد میں لوگوں کی بہ نسبت تھوڑے ہی ہوں گے اور ان سے بغض و حسد رکھنے والے بہت زیادہ ہوں گے بہ نسبت دوستوں کے اور علامہ سفیان ثوریؒ کے ارشاد سے اور بھی واضح ہوا کہ جس عالم کا دوست اور پیروکار تابعدار ستائش کرنے والے زیادہ ہوں وہ دین میں غلط ملط (کتمان حق) کرنے والا ہے (کیونکہ) اگر حق گو ہوتا تو جاہل عوام اس کے بغض و عداوت رکھتے۔ اِنَّ النَّاسَ اَعْدَاءُ لِمَا جَهِلُوْا۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل سنت نبویؐ کا قدر رہا نہ عاملین بالسنت کا احترام ؎

ہمائے گو مفگن سایۂ شرف ہرگز ۔ دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام (مسلم مشکوٰۃ ص ۸۸)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے مصلّی پر نہیں بیٹھتے مگر صرف اللھم انت السلام و

منک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کے مقدار بیٹھ جاتے پھر فوراً سنت ادا کرنے کیواسطے کھڑے ہو جاتے (یعنی گھر میں تشریف لا کر سنت ادا فرماتے)

★ ۔ اجتماعی دعاء کے عاملین اس سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے تو لا محالہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ کی تابعداری کی ہو گی۔ تو دعاء بالجمع ثابت ہوئی۔

الجواب :۔ سچ ہے کہ ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے تعجب ہے کہ اس حدیث سے دعاء بالجمع کہاں ثابت ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اکثر اوقات یہ ذکر تھا اس کے بعد امامت کی جگہ چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے بلکہ یہ حدیث دعاء اجتماعی نہ کرنے کی صریح دلیل ہے کیونکہ اَللّٰھُمَّ انت السلام الخ دعا نہیں بلکہ یہ ذکر ہی ہے اور ذکر میں ہاتھ اٹھانا نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے نہ صحابہؓ سے نہ تابعین نہ ائمہ دین سے اور نہ کوئی اس کا مدعی ہے کہ ذکر کرتے وقت ہاتھ اٹھایا جائے۔ تو اسی وجہ سے اللھم انت السلام الخ مشکوۃ ص۸۸ ج۱ اور دیگر کتب احادیث نے باب الذکر بعد الصلوۃ میں ذکر کیا ہے نہ کتاب الدعوات میں اگر دعاء ہوتی تو ضرور ابواب دعاء میں اس کا ذکر ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بعد اوراد اذکار بھی کثرت سے منقول ہیں۔ ان میں کبھی ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں تو اسی وجہ سے اللھم انت السلام میں ہاتھ نہ اٹھانے کہ یہ ذکر ہے بہر حال اس کو دعاء کہنا محض کم فہمی اور سینہ زوری ہے اور ان کلمات کے مفہوم سے ناخبری ہے کہ اس میں دعائیہ کلمات سرے سے ہی نہیں بلکہ خالص ذکر

کے کلمات ہیں۔ کیونکہ دعا در اصل وہ ہے جس میں طلب حاجت یا دفع مضرت مقصودؔ امراد ہوتا ہے اور ذکر میں مقصود تعظیم الٰہی ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کلمات از قبیل دوم ہیں نہ از قبیل اول شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ جب حضرت نماز سے سلام پھیر لیتے تھے تو اس قدر بیٹھتے تھے جس میں صرف اللھم انت السلام الخ پڑھا جا سکتا ہے یہ کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے از ان جملہ یہ ہے کہ نماز کی ہیئت پر صرف اسی مقدار بیٹھتے۔ اس کے بعد دائیں یا بائیں طرف پھر جاتے، یا لوگوں کی طرف منہ کر کے اوراد و وظائف پڑھ لیتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ اذکار بھی نماز میں داخل ہیں۔ منجملہ یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گاہے گاہے سوائے ان کلمات کے اور اذکار کو چھوڑتے تھے تاکہ لوگوں کو ان کا فرضیت نہ ہونا بتلائیں اور کان کا مقتضی اس فعل کا بہت سے بار بار پایا جانا ہے نہ کہ ایک یا دو بار اور نہ ہی ہمیشہ کرنا مقتضی ہے (حجتہ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۰ جلد ۲)

اجتماعی دعا کے عاملین کو نماز کے بعد نہ دعا نصیب ہوئی کیونکہ وہ دعا کی جگہ اللھم انت السلام الخ پڑھتے ہیں جو کہ ذکر ہے دعا نہیں ہے۔ اور نہ ذکر نصیب ہوتا ہے کہ ذکر میں ہاتھ اٹھانے کی بدعت کو ملا کر ذکر کو رائیگاں بنایا اس لئے کہ بدعت کے وجود منحوس سے اعمال صالحہ بمقتضاء احادیث مردود ہو جاتے ہیں

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

پانچواں اعتراض
اور اس کا جواب

حدیث امامہ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعاء زیادہ مقبول ہے۔ فرمایا جَوْفُ اللَّیْلِ الْاٰخِیْرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَاتِ مشکوٰۃ صہ ۸۹ بدعت کے شیدائی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد دعا کی فضیلت آئی ہے لہذا اس سے فرائض کے بعد دعاء اجتماعی ثابت ہو گئی۔

الجواب :- اس حدیث اور اسیطرح دوسری حدیثوں کے بارہ میں علماء کے دو قول ہے ۱ اول یہ کہ دبر الصلوٰۃ التحیات میں تشہد اور درود کے بعد قبل از سلام کا موقع ہے کیونکہ دُبر حیوان کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں کہ وہ جزو ہے ۲ ثانیاً دبر سے مراد نماز ختم ہونے اور سلام پھیر لینے کے بعد کا زمانہ ہے ان دونوں معنوں پر اس لفظ دبر الصلوٰۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قولی اور فعلی پہلے معنیٰ کا زیادہ مؤید ہے۔ کیونکہ ان کی دعائیں اکثر نماز کے اندر ہوا کرتی تھیں نماز کے بعد اذکار پڑھنے منقول ہیں دعاء انفرادی بغیر ہاتھ اٹھانے کے بھی بہت کم ثبوت کتب احادیث سے ملتا ہے دعاء اجتماعی کا کہیں ثبوت نہیں اس حدیث سے اجتماعی دعا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کیا جا سکتا جیسا کہ فتاوی کبریٰ ج ۱ صہ ۱۵۸ میں اس پر کلام کیا گیا ہے ملاحظہ کرنا موجب مزید اطمینان ہوگا۔ بعد نماز انفرادی انفرادی دعا میں اختلاف نہیں کہ جائز و مستحب و امام و مقتدیوں کا مل کر بہیت اجتماعی دعا میں اختلاف ہے کہ یہ طریقہ غیر مسنون اور بدعت ہے

چوگان کام در کف گوئی نمے زنے
بازے چنین بدست شکارے نمی کنے

چھٹا اعتراض اور اس کا جواب

بدعات کے دیوانے کہتے ہیں کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لا یؤم عبدٌ قوماً فیخص نفسہ بالدعاء فان فعل فقد خانھم۔ (رواہ ابوداؤد و ترمذی مشکوۃ ص ۹۶ ج ۱)

امامت نہ دے وہ شخص کسی قوم کو جو قوم کو چھوڑ کر اپنے آپ کو دعاؤں سے خاص کرتا ہے اگر کوئی اس طرح کرے تو اس نے خیانت قوم سے کیا

الجواب:۔ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں اولاً اس وجہ سے کہ یہ حدیث فرمان رسول نہیں ہے بلکہ موضوع اور جھوٹ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے باندھا ہے چنانچہ مجد الدین فیروز آبادی سفر السعادۃ میں اسی حدیث پر کلام کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ امام حدیث ابوبکر ابن خزیمہؒ

در کتاب صحیح خود میگوید کہ این حدیث موضوع و مردود ہست

اپنی کتاب صحیح میں کہتا ہے کہ یہ حدیث موضوع جھوٹ اور مردود ہے۔

اور اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وسخن این امام حجت است و روایات احادیث کہ در ادعیہ در آنجا بلفظ مفرد واقع شدہ نیز مقوی و مؤید آنست و در حقیقت مستلزم خیانتی در حق قوم نیست زیرا کہ ہر کدام از ائمہ [illegible] برای خود میکند

اس امام ابن خزیمہ کی بات حجت ہے (کہ یہ حدیث ثوبان موضوع ہے) اور روایات احادیث جو کہ دعاؤں میں آئی ہیں سب مفرد کے صیغہ سے ذکر کی گئی ہیں یہ اس کی تائید ہے کہ [illegible] موضوع ہے

و در تکبیرات و تسبیحات و ادعیہ امامت را اثری نہ بود و امام ضامن قوم نہ (شرح سفر السعادۃ ص۹۳)

اور حقیقت میں دعاء بلفظ مفرد قوم کے ساتھ خیانت کو مستلزم نہیں کیونکہ ہر ایک مقتدیوں میں سے اپنے لئے دعا کرتا ہے۔ تکبیروں اور تسبیحوں اور دعاؤں کے ساتھ امامت کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی امام ان میں قوم کا ذمہ دار ہے ـــــ

ثانیاً بر طریق تسلیم صحت حدیث مراد اس سے دعاء قنوت ہے ورنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں معاذ اللہ صریح تعارض لازم آئے گا اور اسی طرح تعامل صحابہ و تابعین کی مخالفت بھی ہو گی۔ چنانچہ مولوی عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

و حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ را بر خاص دعاء بعد الصلوۃ محمول کردن صحیح نیست ازین وجہ کہ این طریقہ کہ فی زماننا مروج ست کہ امام بعد از سلام رفع یدین کردہ دعا می کند و مقتدی آمین می گویند در زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ بود ـــــ (مجموعۃ الفتاوی ج۱ ص۱۰۱)

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث اس خاص دعاء پر حمل کرنا جو کہ نمازوں کے بعد کیجاتی ہے صحیح نہیں کیونکہ دعاء کا یہ اجتماعی طریقہ جو کہ اس زمانے میں رواج ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر امام دعاء کرتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں نبی کریم ؐ کے زمانے میں یہ اجتماعی طریقہ موجود نہیں تھا (مجموعۃ الفتاوی ج۱ ص۱۰۱)

اسی طرح علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد ج۱ ص۶۷ پر اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

فتاوی کبریٰ جص ۱/۶۸ میں اس حدیث ثوبان کو موضوع یعنی جھوٹ کہا ہے برتقدیر صحت حدیث مراد اس دعاء سے دعاء قنوت ہے دونوں حضرات نے یہ دو توجیہ ذکر کی ہیں امید ہے کہ اہل ہوا سمجھ گئے ہوں گے۔

ترے رندوں پر سارے کھل گئے اسرار دیں ساقی ؎ ہوا علم الیقین عین الیقین حق الیقین ساقی

ساتواں اعتراض
اور اس کا جواب

فاذا فرغت فانصب — جب آپ فارغ ہو جائیں
والی ربك فارغب — تو اپنے آپکو تھکایا کریں اور اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں ۔ **مبتدعین** کہتے ہیں کہ اس آیت میں نماز کی فراغت کے بعد دعا کا امر آیا ہے تو اس سے اجتماعی دعاء نماز کے بعد ثابت ہوئی ۔

الجواب:۔ اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال آئے ہیں ۔ فتح القدیر امام شوکانی نے یہ تفسیر کی ہے کہ جب تم فارغ ہو جاؤ ① نماز سے یا تبلیغ سے یا جہاد سے پس دعاء میں کوشش کیجئے اور اللہ تبارک و تعالے سے اپنی حاجت مانگ لیا کریں یا عبادۃ میں اپنی آپکو تھکا دو ② قتادہ ضحاک مقاتل کلبی نے فرمایا ہے جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ اپنے رب سے دعا و پکار میں لگ جاؤ اور سوال میں اس کی طرف رغبت کرو تو وہ دیگا ③ شعبیؒ نے کہا ہے کہ جب تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ پس دنیا اور آخرت کیلئے دعاء مانگو ④ اور کلبیؒ نے اس طرح فرمایا ہے جب آپ تبلیغ سے فارغ ہو جائیں اپنی گناہوں کی مغفرت اور مومن مرد و خواتین کی مغفرت مانگو ⑤ حسن اور قتادہؒ نے فرمایا ہے جب آپ دشمن

کے ساتھ جہاد سے فارغ ہو جاؤ پس اپنے پروردگار کی عبادت کیلئے اپنے آپکو فارغ رکھو ۵ اور مجاہد نے اسطرح کہا ہے جب تم دنیا سے فارغ البال ہو جاؤ پس نماز میں لگ جاؤ والی ربک فارغب اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے کے طرف مائل ہو جاؤ نہ دوسروں کی طرف جو بھی ہو اور اپنی حاجت اور مراد اللہ تعالے کے سوا اور کسی سے نہ مانگو۔ اور سارے معاملات میں اسی پر بھروسہ اور اعتماد کرو فتح القدیر لامام شوکانی ص۴۶۲ ج۵ اور ابن المنذر اور ابی حاتم دونوں نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے اس نے فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز وں سے فارغ ہو جاؤ پس قیام اللیل تہجد میں لگ جاؤ۔ فتح القدیر ص۴۶۳ ج۵ -

اور تفسیر ابن کثیر میں یوں تفسیر کیگئی ہے۔ (فاذا فرغت فانصب) ای اذا فرغت من امور الدنیا و اشغالها وقطعت علائقها فانصب الی العبادة وقم الیها نشیطاً فارغ البال واخلص لربک النیة والرغبة (ابن کثیر ص۵۲۶ ج۴) وقال زید بن اسلم والضحاک (فاذا فرغت) ای من الجهاد (فانصب) ای فی العبادة (والی ربک فارغب) قال الثوریؒ اجعل نیتک ورغبتک الی اللہ عزوجل (ابن کثیر ص۵۲۶ ج۴)

جب فارغ ہو جاؤ پس محنت کر یعنی جب دنیا کے کاروبار سے اور اس کے اشغال سے فارغ ہو جاؤ اور ان کے علائق کاٹ دیئے پس عبادت میں لگ جاؤ اور عبادت کیلئے کھڑے ہو جاؤ خوشی سے اور دل کے لگاؤ سے اور نیت خالص اللہ تعالے کے عبادت اور رغبت اسکی طرف کرو زید بن اسلم اور ضحاک نے فرمایا ہے جب آپ جہاد سے فارغ ہو جائے تو عبادت میں محنت کرو اور نیت اور رغبت صرف اللہ تعالے کیطرف مبذول کرو اور ثوریؒ نے فرمایا کہ نیت اور توجہ اللہ عزوجل کی طرف کرو

صاوی شرح جلالین نے لکھا ہے کہ صاحب جلالین نے جو یہ تفسیر کی ہے جب آپ نماز سے فارغ ہو جاویں پس اپنے آپ کو دعا و پکار میں خوب تھکاؤ اور اسی کے سامنے عاجزی کرو۔ یہ مختلف اقوال میں سے ایک قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب دنیوی امور سے فارغ ہو جاؤ تو نماز میں لگ جاؤ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جب آپ فرائض سے فارغ ہو جاؤ تو تہجد میں کوشش کرو۔ چوتھا قول یہ ہے کہ آپ جب تشہد سے فارغ ہو جائیں تو دنیا اور آخرت کیلئے دعا کرو۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جب آپ تبلیغ رسالت سے فارغ ہو جاؤ پس اپنی خطاؤں اور مؤمنین کے خطاؤں کے واسطے استغفار مانگو۔ اور عموم پر عمل کرنا بہتر ہے۔ صاوی علی الجلالین ج ۴ ص ۳۱۴ اور روح المعانی میں ہے جب آپ فارغ ہو جائیں عبادۃ سے فَاتْبِعْهَا اُخْرٰی۔ تو بلا تاخیر دوسری عبادت میں مشغول ہو جاؤ (وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ) فاحرص بالسوال ولا تسئل غیرہ تعالیٰ فانہ القادر علی الاسعاف لا غیرہ عزوجل (روح المعانی ج ۱۲ ص ۳۰۷)

اللہ تعالیٰ سے سوال میں حرص کرو اور مت مانگو سوائے اللہ کے کسی اور سے کیونکہ وہ مراد برآری پر خوب قادر ہے اور عزت جلال والا ہے نہ کسی اور سے اور اسیطرح معارف القرآن ج ۸ ص ۷۷ میں دیکھئے اولاً تو اس آیت کے تفسیر میں مختلف اقوال پر پھر نظر ڈالیئے فاذا فرغت کسی نے فراغت سے فراغت نماز مراد لی ہے اور کسی نے تبلیغ دعوت کسی نے جہاد سے کسی نے تشہد سے کسی نے دنیا کا دھندا فراغت

کسی نے فرائض سے فراغت مراد لی ہے اور اس کے بعد فانصب کے کلیمے کا مطلب کسی نے عبادت میں لگ جانا کسی نے دعا میں کسی نے مغفرت طلب کرنا کسی نے نماز میں کسی نے تہجد میں لگ جانا لیا ہے جب اتنے اقوال اس کی تفسیر میں وارد ہوئے ہیں۔ تو نماز سے فراغت اور دعا میں لگے رہنا متعین نہیں رہا بلکہ احتمال کے درجہ میں رہا اور قاعدہ مسلمہ ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے محتمل سے دلیل نہیں پکڑا جا سکتا ہے برہان لامام زرکشی میں ہے۔

الدلیل لا بد ان یکون قطعیا لا احتمال فیہ۔ (البرہان للزرکشی ج ۲ ص ۱۳۲)

دلیل میں ضروری ہے کہ قطعی اور یقینی ہو اس میں احتمال نہ ہو (زرکشی ص ۱۳۲)

ثانیاً۔ اگر اس سے نماز کی فراغت کے بعد دعا میں لگے رہنا مراد ہو جائے تو بھی اجتماعی دعاء کے دعویداروں کا استدلال اس سے صحیح نہیں کیونکہ نفس دعاء کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں اختلاف صرف دعاء کی ہیئت مخصوصہ (جس میں ہاتھ اٹھا کر امام اور مقتدی جماعت کی شکل میں مل کر دعا کرتے ہیں) کے بارے میں ہے یہ امر کسی مفسر اور محقق کے قول سے نہ بالتصریح ثابت کیا جا سکتا ہے نہ اشارۃ نہ کسی مفسر کا یہ دعوی ہے کہ اس لفظ سے دعاء مخصوصہ اجتماعیہ مراد ہے حاشاہم من القوم بمالم یقلہ الشارع ولم یفعلہ اگر اجتماعی دعاء کے دعویدار ہی مفسرین قرآن رہیں تو ماشاء اللہ قرآن کا خوب حق ادا کریں گے۔

گر گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند
این چنین ارکان دولت ملک را ویران کنند

آٹھواں اعتراض اور اس کا جواب

اکثر بدعت پسند مقتداء عوام ملا کہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے

مَنْ سَنَّ سنۃً حسنۃً کَانَ لَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا لاینقص ذالک من اجورھم شیئًا ومن سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا لا ینقص ذالک من اوزارھم شیئًا۔

جس نے نیکی کا طریقہ جاری کیا تو اس کیلئے اس کا ثواب بھی ہے اور جو اس پر عمل کرنے والے ہیں ان کا ثواب بھی کم نہ ہوگا۔ اور جس نے بُرائی کا طریقہ جاری کیا تو اس پر اس کا وبال بھی ہے اور جو اس پر عمل کرنے والے ہیں ان کا وبال بھی اور خود ان کا وبال بھی کم نہ ہوگا (ان کو بھی پورا ملے گا)۔

اس حدیث میں استنان (طریقہ ایجاد کرنا) مکلف کو منسوب کیا گیا ہے یعنی جس نے اچھا طریقہ یا بُرا طریقہ ایجاد (وضع) کیا تو معلوم ہوا کہ اچھے طریقے کی ایجاد و اجراء بدعت حسنہ ہے،

اور برے طریقے کی ایجاد و اجراء بدعت سیئہ ہے تو ایجاد بدعت حسنہ امر مستحسن ہے۔ اور ماذون من الشارع ہے اسمیں کوئی قباحت نہیں منشاء شریعت کے عین مطابق ہے منشاء شارع کے خلاف اور مذموم تو صرف بدعت سیئہ ہے نہ حسنہ۔

الجواب:۔ اس حدیث سے بدعات مروجہ کی ترویج اور ان کے جواز پر استدلال کرنا بلکل بے محل اور منشاء حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس میں مبلغین نئے طریقے

کا اختراع و ایجاد نہیں بلکہ مراد اس سے عمل بما ثبت بالحدیث ہے کیونکہ یہ حدیث صدقہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مضر قبیلے سے کچھ افراد مدینہ منورہ آئے اور بہت بدحال اور غریب تھے کانو حفاۃً عراۃً مجتابی النمار برہنہ پا برہنہ بدن کمبلوں کو درمیاں سے چیر کر کمبلوں کے بیچ میں سے سروں کو نکالئے تھے۔ کچھ حصّہ کمبلوں کا ان کے آگے کچھ حصّہ پیچھے سے لٹک رہا تھا تو مشفق امت محمدؐ کے چہرۂ مبارک ان کی بدحالی دیکھ کر متغیر ہوا بے چین ہو کر کبھی اندر کبھی باہر جاتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اذان اور نماز ظہر کی فراغت کے بعد خطبہ پڑھا اور سورۃ الحشر کی آیت پڑھی اور اسیطرح سورۃ النساء کی آیت بھی پڑھی۔

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفسٌ ما قدمت لغدٍ (الآیۃ) ع

اے لوگو جو ایمان لاتے ہو ڈرو اللہ سے اور چاہیئے کہ دیکھے ہر جی جو کچھ آگے اپنے کل کیلئے بھیجا

یاایھا الناس اتقوا ربکم — اے لوگو تم اپنے رب سے ڈرتے
الذی خلقکم من نفس واحدۃ — رہو جس نے تم کو ایک جان سے
(الآیۃ سورۃ النساء ع ۱) — پیدا کیا۔

لوگوں کو صدقہ دینے کی خوب ترغیب دی لوگوں نے چندہ دینا شروع کیا۔ دینار درہم جامے خرما ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق دے دیا۔ مگر ایک انصاری رضؓ نے ایک بھری ہوئی تھیلی کہ ہاتھ اس کے اٹھانے سے عاجز تھا لاکر دے دیا۔ اس کی قربانی دیکھ کر صحابہؓ نے دل کھول کر

زیادہ مقدار میں صدقہ دینا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ دو ڈھیر کپڑوں اور غلوں سے حاصل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے اور فرمایا مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً (الحدیث) تو اس سے واضح ہو گیا کہ اس سے مسنون اور مشروع طریقہ پر عمل کرنا مراد ہے کیونکہ صدقہ کی مشروعیت شریعت مطہرہ میں پہلے سے موجود تھی صرف اس صحابی کے عمل سے مزید توجہ پیدا ہوئی اور عملی جامہ پہنایا گیا نہ یہ کہ اس نے صدقہ کا نیا طریقہ ایجاد اور اختراع کیا۔

ثانیاً:۔ اس لیے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حسن اور قبح شرعی ہیں نہ عقلی تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس نے اس طریقہ پر عمل کیا جس کو شریعت نے حسن (اچھا) کہا ہو تو اس کیلئے بہت ہی بڑا اجر ہے اپنے عمل کا بھی اور دوسرے عمل کرنے والوں کے عمل کا اجر بھی ملے گا۔ اور جس نے وہ طریقہ جاری کیا جس کو شارع نے قبیح (برا) کہا ہو تو اس کم بخت کیلئے بڑا گناہ ہوگا اپنے عمل کی بھی اور دوسرے عمل کرنے والوں کے عمل کی جزا ر بھی ملے گی۔

ثالثاً:۔ خود اسی روایت میں من سن فی الاسلام الخ کے بجائے یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ أَيُّمَا دَاعٍ دَعَا إِلَى الْهُدَى ۔ جس بلانے والے نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا مسلم ص ۳۴۱ ج ۲ ۔ وابن ماجہ ص ۱۱ اس روایت سے پہلے روایت کی تفصیل اور تشریح ہو جاتی ہے کہ سنت اور طریقہ کا جاری کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیم دینا اور اس کو زندہ کرنا اور خود عمل کر کے دوسروں کو دعوت دینا مراد ہے نہ یہ کہ از خود

کسی طریقہ) کو ایجاد کرکے جاری کرے بلکہ یہ سراسر غلط اور حدیث کی تحریف
ہے کذا فی الابداع ص۵۸ مگر مبتدعین حضرات کو ان بے بنیاد اور غلط استدلال
کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اس وقت جبکہ خدائے خبیر و علیم کے سامنے کھڑے
ہو جائیں گے ؎ بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ؛ کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

نواں اعتراض

بدعات پر فریفتہ حضرات اپنی محبوب ترین

اور اس کا جواب

بدعات کے ثبوت پر اکثر و بیشتر یہ حدیث دلیل
کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ماراٰہ المسلمون حسنا فھو — جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ
عند اللہ حسن — تبارک و تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے

اس حدیث کو بطور سپر استعمال کرتے ہوئے وہ جملہ بدعات و خرافات کے
متعلق کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم ان کو اچھا (کار دین) سمجھتے ہیں اور جس
چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہی ہوگی اور اچھے کام
پر نہ مواخذہ ہوتا ہے اور نہ گناہ۔

الجواب:۔ ان اہل بدعت کے جواب میں علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی
فتح الملہم میں یوں لکھتا ہے۔

فقد اعتاد کثیر من الناس — بہت سے لوگوں نے عادت بنالی
ان یستدلوا علی عدم کراھتہ ... ہے کہ جن ... ہوگئی

من البدع بهذا الاثر وهذا الاستدلال
لا يصح والحديث عليهم لا لهم
لانه بعض حديث موقوف على
ابن مسعود رض رواه احمد والبزاز
والطبراني وغيرهم هكذا ان
الله نظر في قلوب العباد فاختار
محمدا فبعثه برسالته ثم نظر في
قلوب العباد فاختار له اصحابا
فجعلهم انصار دينه ووزراء
نبيه فما راه المسلمون حسنا
فهو عند الله حسن وما راه المسلمون
قبيحا فهو عند الله قبيح. لاشك
ان اللام في المسلمون ليست لمطلق
الجنس لئلا يكون مخالفا لقوله
صلى الله عليه وسلم ستفترق
امتى على ثلاث وسبعين فرقة
كلهم في النار الا واحدة لان
كلا من الفرق المسلمة يرى تدينه

ہے ان کے مکروہ نہ ہونے پر اس اثر سے دلیل
لاتے ہیں۔ حالانکہ اس سے یہ دلیل
لانا صحیح نہیں ہے حقیقت میں حدیث
ان کے دعوی کی دلیل نہیں بلکہ ان
کے دعوے کے خلاف پر دلیل ہے
چنانچہ امام احمد اور بزاز اور طبرانی
وغیرہم نے اس طرح اسکو روایت
کی ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندوں
کے دلوں پر نگاہ ڈالی پس انکے
لئے محمدؐ کو چن لیا پھر ان کو اپنی پیغام
رسانی کے واسطے مقرر کیا۔ پھر دوبارہ
اپنے بندوں کے دلوں میں نگاہ
ڈالی پس ان (محمدؐ) کے لئے ساتھی
چن لئے پھر ان کو اپنے دین کے
واسطے مددگار اور اپنے نبی کیلئے حامی
بنا دیا پس جو کام ان مسلمانوں نے
اچھا سمجھا تو وہ خدا کے نزدیک
بھی اچھا ہے اور جس کام کو ان مسلمانوں

حسنًا فيلزم ان لا يكون فرقة
منها في النار وكذا بعض المسلمين
يرى شيئًا حسنًا وبعضهم يراه
قبيحًا فيلزم ان لا يتميز الحسن
من القبيح فهي اما للعهد المعهود
ما ذكر في قوله فاختار له اصحابًا
فيكون المراد بالمسلمين الصحابة
فقط او لاستغراق خصائص
الجنس فيراد بالمسلمين اهل
الاجتهاد الذين هم الكاملون
في صفة الاسلام صرفًا للمطلق
الى الكامل لان المطلق عند عدم
القرينة ينصرف الى الفرد الكامل
وهو المجتهد فيكون المعنى ما راٰه
الصحابة او اهل الاجتهاد حسنًا
فهو عند الله حسن وما راه الصحابة
او اهل الاجتهاد قبيحًا فهو الخ
ويجوز ان تكون للاستغراق

نے برا سمجھا تو وہ خدا کے نزدیک
بھی برا ہے اب اس میں کوئی شک
نہیں کہ المسلمون
میں جو لام ہے وہ مطلق جنس کیلئے
نہیں ہے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس ارشاد کے مخالف نہ پڑے
کہ میری امت تہتر ۷۳ فرقوں
میں تقسیم ہوگی جو ایک فرقہ کے سوا
سب آگ میں ہوں گے۔ کیونکہ
مسلمانوں کا ہر ایک فرقہ اپنے طریقے
کو اچھا سمجھتا ہے اس سے یہ لازم
آئے گا کہ ان میں سے کوئی فرقہ
بھی آگ میں نہ جائے نیز بعض
مسلمان ایک چیز کو اچھی سمجھتے ہیں
اور دوسرے اسکو بری خیال کرتے
ہیں۔ پھر لازم آئے گا کہ اچھائی
اور برائی میں تمیز نہ رہ جائے پس
یہ لام یا تو عہد کیلئے ہے اور معہود

الحقيقي فيكون المعنى ما رآه
جميع المسلمين حسنًا او قبيحًا
فهو عند الله كذالك وما
اختلف فيه فالعبرة للقرون
الثلاثة المشهود لهم بالخير
(الى ان قال) ومما نقلناه
لك على هذا الاثر تعرف
ان تمسك انصار البدع
به ليس كما ينبغي لانه اثر
موقوف على ابن مسعودؓ
(الى ان قال) وبهذا التقرير
الذي حررناه من افادات
شيخنا المحمود الحسن وغيره
من علماء هذا الشان نظهر
لك ان شاء الله تعالے
كون البدعة بجذافيرها
سيئة ومذمومة وعدم انقسامها
الى الحسنة

وہی ہوگا جو اس ارشاد میں مذکور ہے
ہے کہ اللہ تعالے نے ان کے لئے
ساتھی چن لئے تو مراد "المسلمین"
سے صرف صحابہ کرام رضوان اللہ
اجمعین ہیں یا جنس کے مخصوص افراد
کے استغراق کیلئے ہوگا تو اس
صورت میں "المسلمون" سے مراد اہل
اجتہاد ہوں گے جو صفت اسلام
میں کامل لوگ ہیں یعنی مطلق کو
کامل افراد کی طرف پھیر لیا جائیگا
کیونکہ جبکہ خاص کر قرینہ نہ ہو تو مطلق
کو فرد کامل کی طرف پھیرا جائیگا
اور وہ فرد کامل مجتہد لوگ ہیں۔
تو معنی یہ ہوں گے کہ جس کام کو صحابہ
کرام یا مجتہد لوگ اچھا سمجھینگے۔ وہ
خدا کے ہاں اچھا ہوگا اور جس کام
کو صحابہؓ یا مجتہد لوگ برا جانیں گے
ہو گا۔

ومندوبۃ ومکروھۃ وغیرھا من الاقسام فقولہ فی حدیث الباب کل بدعۃ ضلالۃ محمول عندنا علی العموم انتھی (فتح الملہم صــ بحوالہ عقد اللآلی صــ۲۲)

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لام استغراق حقیقی کے لئے ہو تو معنٰی یہ ہوگا کہ جس کام کو تمام مسلمان اچھا یا بُرا سمجھیں گے تو وہ خدا کے نزدیک اسیطرح ہوگا۔ اور جس میں اختلاف ہوگا تو اعتبار اسی کو ہوگا جو تین زمانوں کے موافق ہوگا جس کے خیر ہونے کی شہادت دیگئی ہے (یہانتک کہ کہا ہے) اور جو بات ہم نے تیرے لئے اس اثر کے متعلق نقل کی ہے اس سے تو جان لیا ہوگا کہ بدعت کے حامیوں کی دلیل پکڑنا اسکے ساتھ بے جا ہے۔ کیونکہ یہ اثر عبداللہ ابن مسعودؓ پر موقوف ہے۔ (آگے کہتے ہیں) کہ اس تقدیر کے مطابق جو ہمنے لکھدی یعنی ہمارے شیخ محمود الحسن اور اس شان کے دیگر علماء کرام کے افادات میں سے ہے ان سے تیرے سامنے یہ بات واضح ہوگئی انشاء اللہ تعالےٰ کہ بدعت کی تمام قسمیں سیئہ اور بُری ہیں اور حسنہ و سیئہ اور واجبہ و مندوبہ اور مکروہ وغیرہا کی طرف اس کی تقسیم کرنا غلط ہے پس حدیث جو اس باب کے اندر مذکور ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ ہمارے نزدیک اپنے عموم پر رہے گی انتہٰی اور یہی جواب شیخ علی محفوظ مصری نے اپنی کتاب الابداع فی مضار الابتداع صــ۶۱ میں لکھا ہے کہ مراد اس سے صحابہ ہیں یا مجتہدین نیز صیانۃ الانسان لعلامہ محمد بشیر سہسوانی صــ۱۹ میں بھی

مضمون ہے اور اس بات کی دلیل کہ یہ حدیث موقوف ہے یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو صاحب صیانۃ الانسان یوں تصریح کرتے ہیں۔

قال شمس الدین السخاوی فی المقاصد الحسنۃ اخرجہ احمد من حدیث ابن مسعود من قولہ قال ابن النجیم فی الاشباہ والنظائر قال الامام صلاح الدین ابو سعید العلائی لم اجدہ مرفوعًا فی شیٍٔ من کتب الحدیث اصلاً ولا بسندٍ ضعیفٍ بعد طول البحث وکثرۃ الکشف والسوال وانما ھو قول ابن مسعود موقوف علیہ۔

شمس الدین سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے عبد اللہ ابن مسعود کے قول سے نقل کیا ہے ابن نجیم رح نے الاشباہ والنظائر میں کہا ہے کہ امام صلاح الدین ابو سعید العلائی نے کہا ہے کہ اس کو میں نے حدیث کی کسی کتاب میں مرفوع السند نہیں پایا اور نہ ضعیف السند کے ساتھ باوجود طول بحث اور تحقیق وتلاش کے دراصل یہ ابن مسعود رض کا قول ہے جو ان پر موقوف ہے۔

صیانۃ الانسان ص ۳۱۹

اسیطرح علامہ جمال الدین الزیلعی نصب الرایہ میں لکھتے ہیں

ولم اجدہ الا موقوفًا علی ابن مسعود رضی اللہ۔ نصب الرایہ (ج ۴ ص ۱۳۳)

میں نے نہیں پایا ہے اس حدیث کو مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف پایا ہے

اور اسی طرح علامہ علی محفوظ مصری ابداع میں لکھتے ہیں اس حدیث ما راٰہ المسلمون

کو مرفوع کہا ہے ان حضرات میں سے امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور عینی نے شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ یہ مرفوع ہے مگر یہ صحیح نہیں بلکہ ابن مسعود رضؓ پر موقوف ہے وہ لکھتے ہیں کہ حافظ عبدالحی حنفی نے تحفۃ الاخیار میں تصریح کی ہے کہ یہ موقوف ہے۔ الابداع فی مضار الابتداع صـ۱۲ علاوہ ازیں مستدرک حاکم جـ۳ صـ۷۸ میں یہ الفاظ ہیں۔

مارأہ المسلمون حسنًا فہو عند اللہ حسنٌ ومارأہ المسلمون سیئًا فہو عند اللہ سیئ وقد رأی الصحابۃ جمیعًا ان یستخلفو ابابکر۔ (بحوالہ سنت ص۱۱۱)	جس امر کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسکو مسلمانوں نے برا سمجھا وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے اور تمام صحابہ رضؓ نے ابوبکر صدیق رضؓ کو خلیفہ

بنانا اچھا سمجھا ہے تو اس روایت سے صاف واضح ہوا کہ مراد المسلمون سے صحابہ کرام رضؓ ہیں اور حدیث امارت کے بارہ میں وارد ہوئی ہے تو اس سے بدعت کے فریفتہ حضرات کا استدلال بالکل بے جا اور باطل ہے مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوا اور مبرہن ہو چکا کہ یہ حدیث موقوف ہے موقوف حدیث سے اگرچہ استدلال صحیح ہے مگر اصول حدیث کے رو سے مرفوع اور موقوف کا جو فرق ہے وہ بھی نظر انداز ہونے کے قابل نہیں جو حیثیت مرفوع حدیث کی ہے وہ یقیناً کسی موقوف حدیث کی نہیں علاوہ ازیں جب کہ راوی کے کردار سے المسلمون سے ہر عام و خاص لینے کے خود

معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اُس جماعت کی سختی سے تردید کی جو مسجد نبوی میں بلند آواز سے اجتماعی طور پر ذکر اور درود پڑھتے تھے مگر انہوں نے ان کا یہ اجتماعی ذکر اور درود کو ماراٰہ المسلمون حسنًا کے تحت اچھا نہ سمجھا۔ کیونکہ ان ذاکرین کا یہ طریقہ حضرات صحابۂ کرامؓ کے طریقے کے خلاف تھا اور وہ صحابہ کرام کی تابعداری کے تاکیداً اس طرح کرتے ہیں۔

من کان مستنًا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمدٍ صلے اللہ علیہ وسلم (الحدیث)

جو پیروی کرنا چاہے تو ان کی پیروی کرے جو وفات پا گئے ہیں۔ کیونکہ زندہ شخص کے متعلق فتنے کا خطرہ ہر وقت ہوتا ہے اور یہ لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ ہی ہیں۔

ان کی اس تاکید سے خوب واضح ہوا کہ "المسلمون" سے حضرت ابن مسعودؓ کا صحابہ کرامؓ کا پاک گروہ ہی مراد ہے کہ وہ حضرات صحابہ کی تابعداری اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی نہایت تاکید کرتے ہیں

لیکن بدعات پر فریفتہ حضرات کے ملمع تاویلوں اور تقریروں سے بہت سے سمجھدار لوگ متأثر ہو کر جال بدعت میں بے شعوری کے عالم میں پھنس جاتے ہیں ؎

لباس خضر میں ہزاروں رہزن پھرتے رہتے ہیں
اگر دیندار رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

دسواں اعتراض اور اس کا جواب

عوام الناس سے مرعوب مفاد پرست بدعتی اپنی بدعات کی ترویج پر حدیث کے یہ الفاظ بطور دلیل

پیش کرتے ہیں "علیکم بالجماعۃ" دوسری روایت میں ہے۔

من فارق الجماعۃ شبرًا — تم پر جماعت کیساتھ ہونا لازم ہے
فمات الا مات میتۃ الجاھلیۃ — جو آدمی جماعت سے ایک بالشت کے قدر علیحدہ ہوا اور مرگیا تو جاہلیت کے موت مرا۔

کہتے ہیں ان روایات سے ثبوت ملتا ہے کہ اکثریت کے ساتھ موافقت اور منسلک ہونا لازم ہے اکثریت سے خلاف کرنا جاہلیت کے موت مرنا ہے ہم اکثریت میں ہیں اور ہمارے مخالفین قلت میں ہیں

الجواب :۔ مراد الجماعۃ سے جمہوریت یعنی اکثریت نہیں جیسا کہ ہواپرست اہل بدعت نے لیا ہے بلکہ الجماعت کے معنی اور مدلول میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں ۱ ایک یہ کہ مراد الجماعت سے نماز باجماعت مسنونہ ہے۔ ۲ دوسرا یہ کہ اس سے سواد اعظم یعنی اجماع امت مراد ہے ۳ تیسرا یہ کہ اس سے جماعت صحابہ مراد ہے ۴ چوتھا یہ کہ اس سے اہل علم یعنی مجتہدین مراد ہیں ۵ پانچواں یہ کہ اس سے لوگوں کا وہ بڑا حصہ جو کہ اطاعت سلطان پر متفق ہو جائے۔ چنانچہ علامہ محمد بشیر السہسوانی صیانۃ الانسان میں الجماعۃ کی تعین مراد اور مدلول میں یوں تصریح فرماتے ہیں۔

ان حدیث ابن عمر المذکور (الذی فیہ ذکر الجماعۃ) لیس دالا علی دعواہ (ای الدحلان المبتدع) — ابن عمرؓ والی مذکور حدیث دحلان کے دعوے پر دلیل نہیں یعنی اکثریت کے اتباع کو لازم پکڑنا نہیں ہے

وهي لزوم اتباع الجمهور، اذ لفظ الجماعة يحتمل معاني ـ احدها الجماعة في الصلوٰة كما في حديث ابي الدرداء سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من ثلاثة في قرية ولا بلد ولا تقام فيهم الصلوٰة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليكم بالجماعة فانما يأكل الذئب القاصية۔ قال السائب يعني بالجماعة الجماعة في الصلوٰة رواه النسائي وابوداؤد (صيانة الانسان ص ۳۳۲)

کیونکہ لفظ جماعت کئی معنوں کے لئے آتا ہے ایک معنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا جیسے حدیث ابو درداء میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جب تین آدمی گاؤں یا شہر میں ہوں اور جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان مسلط ہوتا ہے تو تم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو لازم پکڑو۔ کیونکہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتی ہے جو ریوڑ سے جدا ہوئی ہو۔ سائب نے کہا ہے کہ مراد جماعت سے جمع کے ساتھ نماز پڑھنا ہے

قال الحافظ في الفتح في (كتاب الفتن) قال الطبراني اختلف في هذا الامر في الجماعة فقال قوم هو للوجوب والجماعة

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ طبرانی نے کہا ہے کہ اس امر جماعت میں اختلاف کیا گیا ہے ایک گروہ نے اس کا مطلب

السواد الاعظم[1] ثم ساق عن
محمد بن سیرین عن ابی مسعودؓ
انه وصّی من سئله۔ لما قتل
عثمان۔ علیك بالجماعة فان الله
لم یكن لیجمع امة محمد صلی الله
علیه وسلم علی ضلالة وقال
قوم المراد بالجماعة الصحابة دون
من بعدهم وقال قوم المراد
بهم اهل العلم (ای المجتهدین)
لان الله جعلهم حجة علی الخلق
والناس تبع لهم فی امر الدین
قال الطبری والصواب ان المراد
من الخبر لزوم الجماعة الذین
فی طاعة من اجتمعوا علی تأمیره
فمن نکث بیعته خرج عن
الجماعة آه

جماعت سے سواد اعظم ہے پھر
محمد ابن سیرین سے انہوں نے ابو
مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے
کہ ان سے کسی نے دریافت کیا
جب کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے
تھے تو یوں وصیت کی کہ جماعت
(حامیان عثمانؓ) کو نہ چھوڑو کیونکہ
اللہ ایسا نہ کرے گا کہ امت محمدیہ
کو گمراہی پر اکٹھا کرے اور[2] بعض
لوگوں نے کہا ہے کہ جماعت سے
مراد صحابہ کرامؓ ہیں ان کے بعد آنیوالے
نہیں[3] اور بعض نے کہا ہے کہ ان
سے اہل علم (جو مجتہدین) مراد ہیں کیونکہ
اللہ تعالٰی نے ان کو مخلوق پر حجت
ٹھہرایا ہے اور لوگ دین کے معاملے
میں ان کے تابع ہیں۔

۱ صیانۃ الانسان ص۲۳۴ و ص۲۳۵ — طبرانی نے کہا ہے کہ صحیح

و کذا فی الاعتصام ص۲۶۳ و ص۲۶۵ — بات یہ ہے کہ مقصود اس حدیث سے

اس گروہ کے ساتھ ہونا ہے کہ جو اس حاکم کی طاعت میں ہیں جس کی امارت پر لوگ پہلے سے متفق ہو ئے تھے پس جس نے اس کی بیعت توڑ دی وہ جماعت سے نکل گیا ــــــــــــــــ

صیانۃ الانسان میں محمد بشیر صاحب نے ان پانچ اقوال میں سے ہر ایک کی تائید میں مختلف احادیث بطور دلیل پیش کی ہیں ۔ چنانچہ وہ ایک مقام میں لکھتے ہیں ــــــــــــــــ

والمراد بالجماعۃ فی تلک الاحادیث	اور مراد جماعت سے ان احادیث
در معظم الناس الذین	میں لوگوں کا وہ بڑا گروہ ہے
یجتمعون علی طاعۃ السلطان	جو طاعت سلطان پر اکھٹے
(صیانۃ الانسان ص۳۱۵)	ہو جائیں

ایک اور مقام پر یوں تصریح فرماتے ہیں

فھذا الحدیث فیہ دلالۃ	پس اس حدیث میں اس بات پر دلالت
علی ان المراد بالجماعۃ جماعۃ الصحابۃ	ہے کہ مراد جماعت سے صحابہؓ کی جماعت ہے
کما قال الترمذی ونقلہ ابن الجوزی	جیسے ترمذی نے کہا ہے اور اسکو
(صیانۃ الانسان ص۳۱۶)	ابن الجوزی نے نقل کیا ہے ۔

پھر دحلان کے رد میں ان اقوال کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں

وعلی کل تقدیر لا یثبت منہ	بہر حال اس حدیث سے مخالف
دعوی الخصم وھو لزوم اتباع الجمھور	کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ اکثریت کا

انما الثابت منه على المعنى الاول لزوم اتباع الجماعة فی الصلوة وعلى الثانی لزوم اتباع ما اجمع علیه اهل الاسلام وعلى الثالث لزوم اتباع جماعة الصحابة وعلى الرابع لزوم اتباع اهل العلم ای المجتهدین وعلى الخامس لزوم الجماعة الذین فی طاعة من اجتمعوا على تأمیره وهم اهل الحل والعقد من کل عصر (صیانة الانسان ص۳۳۵)

اتباع کیا جائے بلکہ اس سے معنی اول کا لحاظ کر کے جماعت نماز کا اتباع کرنا ثابت ہوتا ہے اور دوسرے معنی کا لحاظ کر کے اس چیز کی پیروی مراد ہے جس پر اسلام کے تمام اہل علم متفق ہوئے ہوں اور تیسرے معنی کے لحاظ سے جماعت صحابہ کا اتباع کرنا ہے چوتھے معنی کے مطابق اتباع اہل علم (جو ائمہ مجتہدین ہیں) مراد ہوگا اور پانچویں معنی کے موافق اس جماعت کی تابعداری کرنی ہے جو اس حاکم کی طاعت میں ہو جس کی امارت پر اتفاق ہوا ہو۔ یعنی ہر زمانہ کے اصحاب حل وعقد بلکہ بعض آثار صحابہ

اور اقوال علماء کرام سے معلوم ہوتا ہے کہ الجماعۃ سے متبعین حق مراد ہیں۔ یعنی متبعین قرآن وسنت مراد ہیں۔ اگرچہ تعداد میں تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ـــــ

یا عمرو بن میمون قد کنت اظنک من افقه اهل هذه القریة تدری ما الجماعة قلت لا قال

اے عمرو ابن میمون! میں تم کو اس گاؤں کے سب سے زیادہ سمجھدار لوگوں سے خیال کرتا تھا تم کو معلوم

ان جمهور الناس الذين فارقوا
الجماعة، الجماعة ما وافق الحق
وان كنت وحدك ـ
(صيانة الانسان ص۳۱)

...ہے کہ جماعت کیا ہے؟ میں نے
کہا نہیں۔ فرمایا کہ اکثر لوگ تو (اصلی)
جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔۔ جماعت
(دراصل) وہ ہے جو حق کے موافق
ہو اگرچہ تو اکیلا کیوں نہ ہو۔ اور حضرت سفیان الثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

المراد بالسواد الاعظم من
كان من اهل السنة والجماعة
ولو واحدا كذا في الميزان للشعراني
(صيانة الانسان ص۳۰)

مراد سواد اعظم سے وہ لوگ ہیں
جو سنت والجماعت کے طریقے پر
ہوں خواہ ایک آدمی کیوں نہ ہو۔
اور ابو شامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل نے
کتاب الباعث فی البدع والحوادث میں فرمایا ہے۔ مانصہ

حيث جاء الامر بلزوم الجماعة
فالمراد به لزوم الحق واتباعه
وان كان المتمسك به قليلا و
المخالف له كثيرا لان الحق هو
الذي كانت عليه الجماعة الاولى
من عهد النبي صلى الله عليه وسلم
واصحابه ولا نظر الى كثرة اهل
الباطل بعدهم ـ (صيانة الانسان ص۳۰۹)

جہاں بھی لزوم جماعت کا امر آیا ہے
مراد اس سے حق کا لزوم اور اس
کی پیروی ہے۔ اگرچہ اس کو
تھامنے والے تھوڑے ہوں اور
ان کے خلاف کرنے والے زیادہ
ہوں کیونکہ حق وہ ہے جس پر پہلی
جماعت قائم تھی جو نبی صلے اللہ
علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا زمانہ ہے

ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں

علی انہ ورد عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفعہ لیس الجماعۃ بکثرۃ الناس من کان معہ الحق فھو الجماعۃ وان واحدًا اھ (صیانۃ الانسان)

اور انکے بعد اہل باطل کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اس کے علاوہ عبد اللہ ابن مسعودؓ سے مرفوع حدیث آئی ہے کہ جماعت لوگوں کی کثرت کا نام نہیں بلکہ جس کے ساتھ حق ہو وہی جماعت ہے اگرچہ ایک شخص ہو۔

اور علامہ شاطبی اعتصام میں ان احادیث پر جن میں لزوم جماعت کے ساتھ امر ہوا ہے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ الجماعت سے صحابہ اور مجتہدین اور وہ لوگ جو کہ امیر عادل کی امارت پر متفق ہوئے ہوں مراد ہے اور الجماعت سے مخالف شیطان کے پیرو ہیں اور ان مخالفین میں اہل بدعت بھی داخل ہیں فرماتے ہیں (ملاحظہ فرمائیے)

ویدخل فی ھؤلاء ای نھبۃ الشیطان) جمیع اھل البدع لانھم مخالفون لمن تقدم من الامۃ لم یدخلوا فی سوادھم بحال (الاعتصام)

اور اس شیطان کا لوٹ (میں) تمام اہل بدعت داخل ہیں کیونکہ وہ اگلی امت کے لوگوں سے مخالف ہیں ان کے گروہ میں کسی حال میں داخل نہیں ہیں۔ (اعتصام)

تو ان تصریحات وتحقیقات علماء ربانیین اہل التحقیق وتدقیق سے شمس نصف النہار

ی طرح واضح ولائح ہوا کہ الجماعت سے جمہوریت یعنی اکثریتِ اہل بدعت ہرگز مراد نہیں حدیث کی غلط تاویل اور تحریف و تبدیل اہل ہوا و بدعت کا آبائی ورثہ ہے اور سنت بیضاء کے ساتھ ظلم و ستم ہے

تجھ ستم کیشی کو تیری کوئی پہنچا ہے نہ پہنچیگا ؎ اگرچہ ہو چکے ہیں تجھ سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

گیارہواں اعتراض اور اس کا جواب

اہل حق پر بہتان تراش سے مفترہ رواج پسند بدعتی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

علیکم بالسواد الاعظم فانما یاکل الذئب من الغنم القاصیۃ — سواد اعظم کو پکڑو کیونکہ بھیڑیا گلے سے جدا ہوئی بکری کو پھاڑتی ہے

تو اس حدیث میں بھی امر ہے سواد اعظم کے ساتھ ہونے کا۔ یعنی اکثریت کے ساتھ موافقت کرنا اور اکثریت ان اجتماعی دعا کرنے والوں کی ہے اور اسیطرح ہر میت پر اسقاط کرنے اور عیدین کو معانقہ اور مصافحہ اور تراویح رمضان میں حفاظ کو اجرت دینے اور میت کیلئے قرآن خوانی پر اجرت لینے وغیرہ والوں کی ہیں۔ لہٰذا جو لوگ اس اکثریت سے مخالف ہیں۔ وہ القاصیہ کے مصداق ہیں جو کہ بھیڑیا (شیطان) کا لقمہ ہوں گے

الجواب :- اولاً اس حدیث کا بالفاظ مذکورہ فی السوال کوئی کلام میں کہیں ثبوت نہیں ہے جیسا کہ مساۃ الانسان صفحہ ۲۰۶ میں مؤلف محمد بشیر سہسوانی

صاحب لکھتے ہیں اور حدیث مذکور سے دلیل پکڑنے والے دحلان کو یوں جواب دیتے ہیں۔

اقول هذا الحديث بهذا اللفظ
لم اقف عليه نعم في سنن ابن
ماجه من حديث انس بن
مالك سمعت رسول الله صلى
عليه وسلم يقول ان امتي لا
تجتمع على ضلالة فاذا رأيتم
اختلافا فعليكم بالسواد الاعظم
وفي سنده معان بن رفاعة
وهو لين الحديث كثير الارسال
وايضا في سنده ابو خلف الاعمى
وهو متروك كذبه يحيى بن
معين كما تقدم فهذا الحديث
ضعيف جدا ليس مما يحتج
به على شئ من الاحكام الشرعية
وعلى تقدير ثبوت الحديث
فالسواد الاعظم فيه قولان
(احدهما) جملة الناس ومعظمهم

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پر
اس لفظ کے ساتھ واقف نہیں
ہوا ہوں ہاں! سنن ابن ماجہ میں
انس بن مالک رضی کی حدیث میں آیا ہے
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میری
امت گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی پس جب
تم اختلاف کو دیکھو تو سواد اعظم کے
ساتھ لگ جاؤ۔
اور اسکی سند میں معان ابن
رفاعہ ہے جو حدیث میں نرم ہے
اور حدیث مرسل زیادہ بیان کرتا
تھا اور اس طرح اس کی سند میں ابو خلف
اعمیٰ ہے اور وہ متروک الحدیث ہے
یحییٰ بن معین نے اس کو جھوٹا کہا
ہے جیسا کہ پہلے گذر گیا۔ حاصل یہ کہ
یہ حدیث سخت ضعیف ہے احکام

الذین یجتمعون علی طاعۃ
السلطان وسلوک النھج المستقیم
کذا فی النھایہ ومجمع البحار
(الی ان قال) وعُبِّرَ عنہ (ای
عن سواد الاعظم) فی حدیث
حذیفۃ بن الیمان وھو حدیث
طویل ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال تلزم الجماعۃ و
إمامھم رواہ البخاری ومسلم
(الی ان قال) فاتباع السواد
الاعظم ھو اتباع الامام و
الجماعۃ الذین یجتمعون علی طاعۃ
السلطان (الی ان قال) وثانیھما
السواد الاعظم ھم جماعۃ
الصحابۃ (وقال) یدل علیہ
روایۃ عوف بن مالک قیل یا
رسول اللہ من ھم (ای الفرقۃ
الناجیہ) قال الجماعۃ وفی روایۃ

شرع میں اسکو دلیل بنانا بالکل
صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض اس
حدیث کو ثابت بھی تسلیم کیا جائے
تو سواد اعظم کے معنی میں دو قول
ہیں ایک یہ کہ مراد لوگوں کا وہ بڑا
گروہ ہے جو حاکم وقت کی اطاعت
پر جمع ہو گئے ہوں اور ان کے
طریقہ پر چلنا ہے نہایہ اور مجمع البحار
میں اسی طرح ہے (آگے لکھا ہے)
اور حدیث حذیفہ بن الیمان جو لمبی
حدیث ہے اسمیں سواد اعظم کا بیان
ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جماعت
اور ان کے امام (حاکم) کی تابعداری
کریگا یہ حدیث بخاری ومسلم نے روایت
کی ہے (آگے پھر لکھا ہے) پس
مراد سواد اعظم کی تابعداری سے
امام اور اس جماعت کی تابعداری

انس بن مالك كلها فى النار
الا واحدة وهى الجماعة رواهما
ابن ماجه والاحاديث بعضها
يفسر بعضا فعلم ان السواد الاعظم
هو الجماعة وهى جماعة الصحابة (وقال) ولذا
كان سفيان الثورى يقول
المراد بالسواد الاعظم هم من
كان من اهل السنة والجماعة
ولو واحدا كذا فى الميزان للشعرانى
(وقال) قال ملا سعد الرومى
فى مجالس الابرار وقد جاء
فى الحديث اذا اختلف الناس
فعليكم بالسواد الاعظم و
المراد به لزوم الحق واتباعه
وان كان المتمسك به قليلا
والمخالف كثيرا لان الحق ما كان
عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة
ولا عبرة بكثرة الباطل بعدهم
[illegible]

ہے جو حاکم کی اطاعت پر اکٹھے ہوئے
ہوئے (آگے یوں لکھا ہے)
کہ دوسرا قول یہ ہے کہ سواد اعظم در
اصل صحابہ کی جماعت ہے (اور کہا ہے)
کہ اس کی دلیل عوف بن مالکؓ کی
روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا
کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ کون لوگ ہیں؟ تو فرمایا کہ جماعت
(صحابہؓ) اور انس بن مالکؓ کی
روایت میں ہے کہ یہ فرقے آگ میں
جائیں گے۔ مگر ایک فرقہ جو (اہل
جماعت ہے ان دونوں روایتوں
کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔
اور حدیثیں ایک دوسری کی تفسیر
ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ سواد اعظم وہی
جماعت ہے جو صحابہؓ کی ہے۔ اور
(کہا ہے) کہ اس لیے سفیان ثوری

فرماتے تھے مراد اس سواد اعظم سے وہ لوگ ہیں جو اہل سنت والجماعت ہوں گے اگرچہ ایک شخص کیوں نہ ہو۔ میزان میں شعرانی نے ایسا ہی کہا ہے (اور کہا ہے) کہ ملا سعد رومیؒ نے کتاب مجالس الابرار میں لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جسوقت لوگ آپس میں اختلاف کرنے لگیں تو تم سواد اعظم کی پیروی کرو۔ اس سے مقصود حق کو لینا اور اس کی پیروی کرنا ہے اگرچہ اس کو تھامنے والے تھوڑے ہوں اور خلاف چلنے والے زیادہ ہوں کیونکہ حق وہی ہے جس پر پہلی جماعت قائم تھی اور وہ صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے اور اہل باطل اگرچہ بہت ہوں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

بیان بالا سے واضح ہوا کہ مذکور فی السوال "عَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ إِنَّمَا يَأْكُلُ" الخ حدیث کا بالفاظ مذکور کہیں نام و نشان نہیں ہے اور سنن ابن ماجہ میں انس بن مالک والی دوسری حدیث ضعیف ہے اس میں معان بن رفاعہ نہایت کمزور اور ابو خلف الاعمیٰ احمق اور کذاب ہے ایسی حدیث سے سرے سے استدلال صحیح نہیں ہے اور نہ اس سے ثبوت مدعیٰ ہوسکتا ہے اور بتقدیر صحت حدیثا اس سے کسی متشرع امیر پر متفق لوگ مراد ہیں کہ ان سے خلاف درست نہیں یا سواد اعظم سے صحابہ کرام کے پاک نفوس مراد ہے یا اہل حق متبعین قرآن وسنت یعنی اہل سنت والجماعت مراد ہیں اگرچہ وہ تھوڑے کیوں نہ ہو بلکہ اگرچہ وہ فرد واحد ہو تو اس سے اہل

بدعت کے استدلال پکڑنا بالکل صحیح نہیں کیونکہ سواد اعظم سے جمہوریت یعنی کثرت مراد نہیں۔ اس لئے کہ عظمت وصف ہے از قبیل کیف اس سے فرد واحد کی توصیف بھی درست ہے "یُقَالُ رَجُلٌ عَظِیْمٌ" نہ از قبیل کم تو اس لئے یہ درست نہیں کہ کہا جائے "رَجُلٌ کَثِیْرٌ" کیونکہ کثرت از قبیل کم ہے نہ از قبیل کیف تو اہل بدعت عظمت اور کثرت میں فرق کو نظر انداز کر کے دھوکہ میں پڑ گئے۔ اس لئے "عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ" سے انہوں نے اپنی ناقہمی اور ناسمجھی کے بنا پر یوں معنیٰ لیا علیکم بالسواد الاکثر حالانکہ یہ درست نہیں عظمت اور کثرت میں بڑا فرق ہے چنانچہ علامہ تفتازانی رح مختصر المعانی میں تنکیر مسند الیہ کی بحث میں یوں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

والفرق بین التعظیم والتکثیر ان التعظیم بحسب ارتفاع الشان وعلو الطبقۃ والتکثیر باعتبار الکمیات والمقادیر (مختصر المعانی ص۸۶)

اور تعظیم و تکثیر میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ تعظیم بلندئ شان اور عالی المرتبہ ہونے کے اعتبار سے اور تکثیر اندازہ اور مقدار کے اعتبار سے ہے۔

تو اس فرق کی بنا پر حدیث کا یہ معنیٰ ہوا علیکم بالسواد الاعظم تم پر لازم ہے ساتھ دینا اور معاونت کرنا ان کے جو بلند المرتبہ ہیں زیادہ عظمت والے ہیں اور بڑے شان والے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ صحابہ کرام ہیں یا ہر زمانہ میں متبعین سنت اہل توحید ہیں کہ خدا کے ہاں ایسے لوگوں کا بڑا مرتبہ ہے

نہ اہل بدعت کہ وہ خدا کے ہاں بہت ذلیل ہیں مَنْ وَقَّرَصَاحِبَ بِدْعَۃٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام گرانے پر مدد کردی ۔ تو سواد اعظم سے اہل بدعت کبھی مراد نہیں ہو سکتے بوجہ اکثریت کے کیونکہ یہ صریح تحریف ہے ؎

تو سرِ خدا کہ عارف زاہد کسے نگفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

بارہواں اعتراض اور اس کا جواب

شجرۂ بدعت کے زیر سایہ پھلنے پھولنے سرخ و سفید تازے موٹے سفید پوش حضرت کبھی سادہ لوح عوام کو یوں موسلا دھار تقریر کرتے ہیں کہ جس چیز کا اصل ثابت ہو وہ بہرکیف جائز ہے تو دعاء اجتماعی کا اصل ثابت ہے اور استسقاء میں بہیئت اجتماعی دعاء ہوئی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نفس دعاء قولاً و فعلاً ثابت ہے تو فرض نماز سلام کے بعد سنتوں سے فراغت کے بعد نماز جنازہ نسیاً منسیاً ہوں دفن میت کے متصل قبر پر اور تعزیہ وغیرہ کے موقعوں پر بھی اجتماعی دعاء تو دعاء ہے اس میں کیا حرج ہے اگرچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضؓ سے اس اجتماعی شکل میں منقول نہیں تو کیا ہوا اسی طرح کہتے ہیں کہ صدقات کا اصل ثابت ہے تو نصف شعبان اور بارہ ربیع الاول اور چہلم، برسی میت کے ساتھ تخصیص میں کیا قباحت ہے۔

الجواب :- دلیل عام سے خاص چیز ثابت نہیں ہو سکتی ہے جیسے

خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا میں لَكُمْ یعنی لنفعکم سے محرمات
کے حل پر دلیل غیر صحیح ہے بلکہ ہر جائز و ناجائز اور اسیطرح ہر حلال و
حرام کیلئے علیحدہ علیحدہ دلیل درکار ہے اسی طرح اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور آتُوا الزَّكٰوةَ
اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ میں تفصیل اور کیفیت صلوٰۃ و زکوٰۃ اور صیام وہی معتبر
ہوگی جو شارع ؑ نے اپنے قول و عمل سے مقرر کی ہو ان چیزوں میں من مانی
بات ہرگز قابل قبول نہیں ہے بلکہ شریعت غرا نے معیار قائم کرکے مکلف
غیر مکلف عاقل غیر عاقل مسلم غیر مسلم وغیرہ کا فرق واضح کیا اور اسی
طرح نماز فرض و نفل اور صدقات فرضیہ و نفلیہ وغیرہ عبادات میں
ہر ایک کیلئے علیحدہ دلیل بیان کی ہے اور نماز میں فجر، ظہر، عصر، مغرب
عشاء کے لئے علی الخصوص علیحدہ علیحدہ دلائل مقرر کی ہیں تو اس مزعوم
اصل کے رد سے چاہیئے کہ سنت ظہر مغرب عشاء فجر با جماعت اور نیز نماز
کسوف و خسوف اشراق ضحیٰ با جماعت و اذان و اقامت درست قرار دیکر
شروع کیا جائے اور اسیطرح نماز عیدین کیلئے اذان و اقامت جائز تسلیم
کی جائے کیونکہ سنتوں اور نوافل با جماعت کا اصل ثابت ہے کہ فرض نماز
اور تراویح با جماعت ادا کی جاتی ہیں اور عیدین و کسوف و خسوف وغیرہ کیلئے
اذان و اقامت بھی درست و جائز تسلیم کی جائے۔ کیونکہ پنج وقتہ نماز دل
کے لئے اذان و اقامت ہو رہی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مگر کوئی اہل سنت
والجماعت میں سے اس کا قائل نہیں اولاً اس لئے کہ عبادات امور تعبدیہ

ہیں۔ یعنی ان میں قیاس نہیں چلتا بلکہ رائے و قیاس کے خلاف ہیں مثلاً وضوء میں اعضاء ثلاثہ کا دھونا نہ باقی بدن کا اور مسح سر کا فقط اور پانچ وقتوں کی تخصیص نماز کیلئے اور اس میں رکعتوں کی حد غیر معقول ہیں کہ کیوں فجر کے نماز دو رکعت ہے ظہر عصر کے چار رکعت مغرب کے تین رکعت۔ اور مٹی سے تیمم میں تطہیر حالانکہ اس سے بدن کی تلویث ہوتی ہے اور تخصیص قرأت قیام کے ساتھ اور تسبیح رکوع اور سجدہ کے ساتھ اور تشہد قعدہ کے ساتھ اور اسی طرح مقادیر زکوٰۃ کی تعین یہ سب امور غیر معقولۃ المعنیٰ ہیں قیاس کو ان کے اندر راہ نہیں۔ ثانیاً اسلئے کہ قیاس وہاں صحیح نہیں جہاں مقیس (فرع) میں دلیل من الشارع موجود ہو۔ یہاں اجتماعی دعاؤں کی نفی میں دلیل من الشارع موجود ہے اور وہ ہے عدم فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع وجود المقتضی لہٗ وہو التعبد یعنی جن موقعوں میں عمل کرنے کا مقتضی اور سبب موجود ہو پھر بھی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا ہو۔ وہاں امت مأمور ہے نہ کرنے پر اور اجتماعی دعاؤں کا مقتضی اسی زمانۂ رسولؐ میں موجود تھا وہ ہے تقرب الی اللہ عبادت کے ذریعہ سے مگر انہوں نے باوجود اس مقتضی کے اجتماعی دعا کو ترک کیا ہے معلوم ہوا کہ یہ اجتماعی دعائیں اور اسقاط کا دائرہ مروجہ وغیرہ عبادت نہیں ہے اسی وجہ سے فقہائے کرام اور علماء عظام نے تصریح کی ہے کہ "اَلْمُتَابِعَۃُ کَمَا یَکُوْنُ فِی الْفِعْلِ یَکُوْنُ فِی التَّرْکِ"۔ متابعت جیسے کرنے میں لازم ہے ویسے نہ کرنے میں بھی ہے اور صبح صادق

کے بعد بغیر از دو رکعت سنت مزید نوافل جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں تو ثابت ہوا کہ اہل بدعت کا یہ مذعومہ قاعدہ کہ جس چیز کا اصل ثابت ہو وہ بہرکیف جائز ہے ۔ بے اصل باطل اور مردود خود ساختہ قاعدہ ہے اس کا کوئی اصل نہیں ۔

ترجمہ: فسوف تری اذا انکشف الغبار ۔ افرس تحت رجلك ام حمار ترجمہ۔ جلد ہے کہ جب گرد و غبار درمیاں سے اٹھ جائے کہ تو دیکھیگا کہ تو گھوڑے پر سوار ہے یا گدھے پر۔ یعنی اتباع سنت کے فائدے اور پیروی بدعت کے نقصانات مرنے کے بعد نظر آ جائے گا۔

تیرھواں اعتراض
اور اسکا جواب

ہوا پرست ائمۂ بدعت کے وارث سادہ لوح عوام کو اہل حق سے رد کنے اور بدعت کے جال میں پھنسانے والے تجربہ کار ماہر شکاری بدعتیوں کا سب سے قوی شبہ اور اعتراض جو ہر زمانہ اور ہر مقام میں وہ بار بار دھراتے ہیں کہ بدعت دو قسم ہے ایک بدعت حسنہ (اچھی بدعت) دوسری ہے بدعت سیئہ (بری بدعت) ہم جو سب کچھ کرتے ہیں وہی بدعت حسنہ ہے نہ کہ سیئہ ۔ جو بدعت بری اور سیئہ ہے اس کو ہم نہیں کرتے ہیں (گویا بدعت حسنہ اور سیئہ کے لئے ان کا کرنا نہ کرنا معیار فرق ہے)

اور کہتے ہیں کہ احادیث وغیرہ میں بدعات پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں

وہ بدعات قبیحہ وسیئہ کے بارے میں ہیں نہ کہ بدعات حسنہ کے بارے میں

الجواب :۔ بدعت شرعی سب سیئہ اور قبیحہ ہے اس میں کوئی حسن نہیں نہ اس میں تقسیم جائز ہے خیر القرون سلف صالحین ائمہ مجتہدین بدعت حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کے قائل نہ تھے بلکہ حسب ارشاد نبوی کل بدعۃ ضلالۃ ہر بدعت کو شرع میں سیئہ سمجھتے تھے ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان پس اگر بدعت کی تعریف وہی مانی جائے جو اہل بدعت کرتے ہیں۔ تو بدعت کا وجود محض عنقاء بن کر دنیا سے مٹ جائیگا۔ کیونکہ جو بھی بدعت میں مبتلا ہے وہ اسکو حسنہ ہی خیال کرتا ہے اگر بدعت حسنہ وسیئہ کا معیار یہی سمجھا جائے تو ذخیرۂ احادیث میں جو بدعت اور اہل بدعت کی برائی آئی ہے یا سلف صالحین اور علماء محققین نے جو بدعت سے اجتناب کی تاکید کی ہے یہ سب بیکار اور فرضی خواب و خیال ثابت ہوگا "والعیاذ باللہ" اب اس بارے میں کہ سلف کے نزدیک ہر بدعت گمراہی سمجھی جاتی تھی۔ چند اقوال علماء اعلام کا ملاحظہ ہوں۔ امام دار الہجرت امام مالکؒ فرماتے ہیں۔

من ابتدع بدعۃ یراھا حسنۃ فقد زعم ان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالۃ لان اللہ تعالٰے یقول الیوم اکملت لکم دینکم فما لم یکن یومئذٍ	جس نے دین میں نئی بات نکالی اور اس کو اچھا کام سمجھ لیا۔ تو گویا اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی رسالت میں خیانت کی تھی (والعیاذ باللہ) اس لئے کہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل

دینًا لایکون الیوم دینًا — کردیا پس جو کام اسی وقت دین نہیں تھا آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔
(الاعتصام ص۲۸ ج۱)

اور اسی طرح فقہاء کرام اور علماء عظام رحمہم اللہ بدعت شرعی کے حسن اور قبیح کی تقسیم کے ہرگز قائل نہیں تھے۔ بلکہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ بدعت شرعیہ سب ضلالت اور گمراہی ہے اور نہ وہ حسن اور قبیح کو منقسم ہے۔ چنانچہ خاتم فقہائے احناف مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فالبدعۃ الضلالۃ انما هی البدعۃ الشرعیۃ۔ — پس گمراہی والی بدعت شریعت میں نئی چیز کا اضافہ کرنا ہے
(ترویج الجنان ص۱۷) — (ترویج الجنان)

فالبدعۃ الشرعی غیر منقسمۃ — پس شرع کے لحاظ سے بدعت میں کوئی تقسیم نہیں (یعنی ہر بدعت بری ہے)
(آکام النفائس ص۲۷)

اور شاہ محمد اسحاق حنفیؒ فرماتے ہیں

بدعت شرعی منقسم نیست الی الحسنۃ والسیئۃ (مائۃ مسائل ص۸۲) — شرع میں بدعت حسنہ اور سیئہ کی طرف منقسم نہیں (یعنی سب سیئہ ہی سیئہ ہیں)

اور نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں

ومختار جمہور علماء اہل حدیث و اصحاب معرفت آنست کہ بدعت دینی د — اور جمہور علماء اہل حدیث اور اصحاب تحقیق نے اس کو پسند کیا ہے کہ دین

و محدث شرعی غیر منقسم بسوئے اقسام ست وکُلِّیَہ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ بر اطلاق خود ہست۔
(ہدایۃ السائل ص۳۸)

اور شرع میں بدعت کئی قسموں کی طرف منقسم نہیں اور یہ قاعدہ کلیہ کہ ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے اپنے اطلاق پر ہے۔

ہاں مطلق بدعت دو اقسام کو منقسم ہے ایک بدعت لغوی ہے دوسری بدعت شرعی ہے۔ بدعت لغوی کو بعض علماء نے کئی اقسام پر گنا ہے چنانچہ ملا احمد رومی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

للبدعۃ معنیان معنیٰ لغوی عامٌ هو المحدث مطلقًا عادۃ كان او عبادةً كانها اسمٌ مِنَ الْاِبْتِدَاعِ بمعنى الاحداث كالرفعة من الارتفاع والخلفة من الاختلاف وهذه هى المقسم فى عبارة الفقهاء يعنون بها ما احدث بعد الصدر الاول مطلقًا ومعنى شرعيٌ خاصٌ هو الزيادة فى الدين او النقصان منه الحادثان

بدعت کے دو معنیٰ ہیں ایک لغوی عام کے اعتبار سے ۔ یہ ہے کہ جو چیز نئی پیدا کی گئی ہو عام ہے عادت ہو یا عبادت گویا یہ ابتداع سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ نئے پیدا کرنا ہیں جسطرح "رِفْعَۃٌ" اِرْتِفَاعٌ سے اور خِلْفَۃٌ اختلاف سے ماخوذ ہے اور فقہاء کے کلام میں جو تقسیم ہے بدعت کی وہ اسی بدعت کی مراد ہر وہ کام ہے جو زمانہ اول

بعد الصحابة بغير اذن من الشارع لا قولاً ولا فعلاً لا صريحاً ولا اشارةً فلا تتناول العادات اصلا بل تقتصر على بعض الاعتقادات وبعض صور العبادات ۔

(طریقہ محمدیہ صہ ۲۱۳ ج ۱)

کے بعد ایجاد ہوا ہو مطلقاً ۔

اور دوسرے شرعی خاص معنیٰ کے اعتبار سے یعنی دین کے اندر کمی بیشی کرنا جو دور صحابہ کے بعد بغیر اذن شارع علیہ السلام جو قولاً یا فعلاً صراحتاً یا اشارۃً سے ثابت ہو پیدا کی گئی ہو تو یہ معنیٰ کر کے بدعت عادات کو شامل نہیں ہوگی ۔ بلکہ بعض اعتقادات اور بعض عبادات کی صورتوں پر منحصر رہے گی ۔

ہاں بدعت شرعی باقسامہا سب قبیحہ اور سیئہ ہیں پھر یہ کئی قسم ہے

چنانچہ ملا احمد رومیؒ فرماتے ہیں ۔

والبدعة فی الاعتقاد وهی المتبادر من اطلاق البدعة والمبتدع والهوى واهل الاهواء فبعضها كفرٌ وبعضها ليست به ولكنها اكبر من كل كبيرة فی العمل حتى القتل والزنا و ليس فوقها الا الكفرُ ۔

(طریقہ محمدیہ صہ ۳۲ ج ۱)

اور بدعت (شرعی) اعتقاد میں کہ وہی لفظ بدعت اور مبتدع اور ہوا و اہل اہواء کے مطلق ذکر کرنے سے ظاہر ہے سو یہ بدعت بعضے تو کفر ہے اور بعضے کفر تو نہیں لیکن یہ بھی ہر گناہ کبیرہ سے جو عمل میں ہوتا ہے بڑھ کر ہے ۔ یہانتک کہ قتل و زنا سے بھی کہ اس سے بالا سوائے کفر کے اور کوئی گناہ نہیں ہے

اور علامہ عبدالحی صاحبؒ نے فرمایا ہے بعض علماء نے بدعت کی کئی اقسام بتائی ہیں وہ ہی بدعت لغوی ہے نہ شرعی بلکہ شرعی لحاظ سے سب ضلالت ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ان البدعة على قسمين بدعة لغوية وشرعية فالاول هو المحدث مطلقا عادة كانت او عبادة وهي التي يقسمونها الى الاقسام الخمسة المباحة كاستعمال المنخل والمواظبة على اكل لب الحنطة والمستحبة كبناء المنارة والمدارس والواجبة كنظم الدلائل لابطال شبهة الملحدين والمبتدعين والمكروهة والمحرمة والثاني هو ما يزيد على ما شرع من حيث الطاعة بعد انقراض الازمنة الثلاثة بغير اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا لا صريحا ولا اشارة وهي المحركة بالبدعة [illegible]

بدعت دو قسم پر ہے ایک لغوی دوسری شرعی پہلی بدعت مطلق وہ چیز ہے جو پیدا کی گئی ہو خواہ از قبیل عادت ہو یا از قبیل عبادت اور پانچ قسموں میں اسی بدعت کی تقسیم کرتے ہیں۔ یعنی مباح جیسے چھلنی کا استعمال کرنا اور ہمیشہ گندم کا میدہ کھانا اور مستحب جیسے مسجد کے لئے مینارے اور مدارس بنانا اور واجب جیسے اہل الحاد اور اہل بدعت کے شبہوں کی رد کے واسطے دلائل کو ترتیب دینا۔ اور مکروہ یا حرام۔ اور بدعت کی دوسری قسم وہ ہے جو تین زمانوں (صحابہؓ تابعین، اور تبع تابعین) کے ختم ہو[illegible] خیال

علیها بالضلالۃ ۔ (ترویج الجنان ص۱۱)

سے شرعی کام میں زیادتی کیگئی ہو جس کے متعلق شارعؑ کے قول یا فعل سے صراحتاً یا اشارۃً کوئی اذن موجود نہ ہو ۔ اور جس بدعت پر گمراہی کا حکم آیا ہے اس سے مراد یہی بدعت ہے ۔

اور ابن رجبؒ نے فرمایا ہے کہ سلف کے اقوال میں اگر کہیں بدعت حسنہ کا ذکر ہے وہ لغوی لحاظ سے ہے نہ شرعی اعتبار سے چنانچہ وہ تصریح فرماتے ہیں لکھتے ہیں ۔

واما ما وقع فی کلام السلف من استحسان بعض البدع فانما ذالك فی البدع اللغویّ لا الشرعیّ فمن ذالك قول عمرؓ لما جمع الناس فی قیام الرمضان علی امامٍ واحدٍ فی المسجد وخرج وراٰهم وهم یصلون کذالك نعمت البدعۃ هذہ (جامع العلوم والحکم ص۲۲۴)

اور سلف کے کلام میں جو بعض بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے تو اس سے مراد بدعت لغوی ہے نہ شرعی ۔ ان میں سے ایک حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے کہ جس وقت لوگوں کو تراویح رمضان میں مسجد میں ایک امام کے پیچھے اکٹھا کیا اور خود ان کے پیچھے سے نکلے اور وہ نماز پڑھتے تھے ۔ تو فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے ——— اور ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح لکھتے ہیں ۔

وقول عمرؓ نعمت البدعۃ هٰذہ هی ارادۃ البدعۃ اللغویۃ وهو ما فعل علی غیر مثالٍ کما قال تعالیٰ ما کُنتُ بِدعًا مِنَ الرُّسُلِ ولیست بدعۃ شرعًا فان البدعۃ الشرعیۃ ضلالۃ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم ومن قسمها من العلماء الی حَسَنٍ وغیر حَسَنٍ فانما قسم البدعۃ اللغویۃ ومن قال کل بدعۃ ضلالۃ فمعناہ البدعۃ الشرعیۃ۔ انتهیٰ

(فتاویٰ حدیثیہ ص۲۰۶)

اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ یہ اچھی بدعت ہے اس سے مراد بدعت لغویہ ہے اور وہ اسی عمل کو کہتے ہیں جس کے واسطے نمونہ سابق موجود نہ ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (کہدو اے نبی) میں پیغمبروں میں سے کوئی انوکھا تو نہیں ہوں ۔۔

اور حضرت عمرؓ نے شرعی لحاظ سے اس کو بدعت نہیں کہا ہے کیونکہ شرعی بدعت تو گمراہی ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد میں ایسا ہی ہے

اور جن علماء کرام نے بدعت کو حَسَنَہ وغیر حَسَنَہ پر تقسیم کیا ہے تو وہ بدعت باعتبار لغت کے تقسیم کی ہے ۔ اور جنہوں نے کہا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے تو وہ باعتبار معنیٰ شرعی ہے ۔

اور حافظ ابن حجر رحؒ عسقلانی لکھتے ہیں کہ بدعت شرعی یعنی وہ بدعت کہ شرع میں جسکو قبیح کہا گیا ہے اور اس پر ضلالت کی مُہر ثبت کیگئی ہے

اور جو دین کے اندر ایجاد کی گئی ہو امور دینی امور میں سے شمار کی گئی ہوں اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھی گئی ہو وہ سب مذموم ہیں ۔ چنانچہ فقہاء یوں تصریح کرتے ہیں

وامّا البدع جمع بدعۃ وھی کل شیئ لیس لہٗ مثال تقدم فیشمل لغۃً ما یُحمَدُ ویُذَمُّ ویختص فی عرف اھل الشرع بما یذم وان وردت فی المحمود فعلی معناھا اللغوی (فتح الباری ص ۲۳۴ / ۱۳)

اور لفظ بدع بدعۃ کی جمع ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کے لئے مثال سابق موجود نہ ہو پس باعتبار لغت یہ اچھی اور بری سب کو شامل ہے اور اہل شرع کی اصطلاح میں بدعت ہمیشہ بُری ہی ہوتی ہے اور اگر کہیں اچھے کام پر اس کا اطلاق آیا ہو تو لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہو گا

اور مفتی کفایت اللہ صاحب اپنے فتاوی کفایۃ المفتی میں یوں تصریح کرتے ہیں

سوال :- کیا بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ ۔ المستفتی مولوی نور محمد ضلع جالندھر

جواب ۲۲۴ شرعی بدعت تو ہمیشہ سیئہ ہوتی ہے لغوی بدعت حسنہ ہو سکتی ہے (محمد کفایت اللہ کفایت المفتی ص ۲۲۷ / ۱)

اور بعض علماء و فقہاء نے مطلق بدعت بلا تقیید بقید شرعی و لغوی یا بدعت شرعی کو پانچ اقسام واجبہ مستحبہ مباحہ محرمہ مکروہہ کو تقسیم کیا ہے جیسے نووی شرح مسلم میں اور ابن عبدالسلام القواعد میں اور قرافی مالکی اور شامی اور ملا علی قاری وغیرہ نے تو اس تقسیم کو محقق علماء نے رد کیا ہے ۔ کئی

وجوہ سے اولاً اس لئے کہ یہ نص شارع کل بدعۃ ضلالۃ کے خلاف ہے ثانیاً یہ کہ تقسیم ائمہ مذہب سے منقول نہیں علمائے متأخرین کا اختراع ہے تو کیسے حجت ہو سکتی ہے حالانکہ اصول فقہ میں مصرح ہے کہ مجتہد کے قول بھی جب نص صریح کے خلاف ثابت ہوا قابل قبول نہیں چہ جائیکہ متأخر کا قول ایک تو نص کے خلاف ہے دوسرے ائمہ مذہب کے موافق نہیں ثالثاً یہ کہ یہ امر مُبَرہَن ہوا ہے کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْاِتِّبَاعِ لَا فِی الْاِبْتِدَاعِ سب خیر تابعداری سنت میں ہے نہ بدعت میں جب بدعت میں سے بعض واجب اور مستحب بھی ثابت ہو جائیں تو یہ دو قسم بھی مامور بالاتباع ہوئے۔ تو یہ امر ہوا بالترک و فعل ایک ہی چیز کا تو یہ امر بالمتنافیین ہے جو مکلف کے وسع اور طاقت سے باہر ہے علاوہ ازیں ان حضرات نے جو مطلق بدعت کو اقسام مذکورہ خمسہ کی طرف تقسیم کیا ہے یہ بھی محمول ہے تقسیم بدعت لغوی پر تاکہ ان کا قول نصوص شرعیہ اور دیگر علماء محققین اہل اسلام کے مخالف نہ پڑے کہ یہی ان پر حسن ظن ہے اسی وجہ سے علامہ شاطبیؒ اس تقسیم کی تردید کے بعد لکھتے ہیں۔

ان هذا التقسيم امر مخترع لا يدل عليه دليل شرعي ولا من نصوص الشرع ولا من قواعده اذ لو كان هناك ما يدل من الشرع على وجوب او ندب او اباحة لما كان ثم

بدعت کی یہ تقسیم خود ساختہ ہے کوئی شرعی دلیل اس کے متعلق موجود نہیں نہ شرع کے الفاظ اور نہ اس کے قواعد و اصول میں کیونکہ اگر وہاں

بدعةً وكان العمل داخلاً في عموم الأعمال المأمور بها او المخير فيها فالجمع بين عدّ تلك الاشياء بدعًا وبين كون الادلة تدل على وجوبها او ندبها او اباحتها جمعٌ بين متنافيين ۔ (الاعتصام ج۱ ص۱۹۲)

شرع میں وجوب یا استحباب یا اباحت کی دلیل موجود ہوتی۔ تو وہاں بدعت نہ ہوتی اور ضرور عمل مامور بہ اعمال یا اختیار دیئے ہوئے اعمال کے عموم میں داخل ہوتا ۔ پس ان چیزوں کو بدعت میں شمار کرنے اور دلائل کی ان کے وجوب یا استحباب یا اباحت پر دلالت کرنے کے درمیان جمع کرنے میں دو مخالف امور کو جمع کرنا ہے (جو نا ممکن ہے)

اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی فتح الملہم میں اس تقسیم کی رد ان الفاظ میں کرتے ہیں

وبهذا التقرير الذي حررناه من افادات شيخنا المحمود الحسن وغيره من علماء هذا الشان يظهر ان شاء الله تعالى كون البدعة بحذافيرها سيئةً ومذمومةً وعدم انقسامها الى الحسنة و سيئة وواجبة ومندوبة و

اور اس بیان سے جو ہمنے ہماری شیخ محمود الحسن اور اس شان کے دوسرے علماء کے افادوں سے حاصل کرکے لکھدیا ہے تیرے سامنے انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ بدعت سب کے سب قبیحہ اور بری ہے اور

مکروھۃ وغیرھا من الاقسام فقولہ فی حدیث الباب کل بدعۃ ضلالۃ محمول عندنا علی العموم ۔ انتھی فتح الملھم (ص ج ۲ ۔ بحوالہ عقد اللآلی ص۲۲)

حسنہ وواجبہ ومستحبہ اور مکروہہ وغیرہ کی طرف اس کی تقسیم صحیح نہیں پس آپ کا فرمان حدیث باب میں کہ "ہر بدعت گمراہی ہے" ہمارے نزدیک اپنے عموم پر محمول ہے۔

یعنی شرعاً کوئی بدعت گمراہی سے خارج نہیں ہے ۔ ثالثاً یہ تقسیم بدعت الی الواجبہ وغیرہا اس وجہ سے مردود ہے کہ جو اقسام انہوں نے بدعت واجبہ اور مندوبہ کے ذکر کئے ہیں یہ المصالح المرسلۃ کے قبیلے سے ہیں اور بدعۃ مباحہ کاستعمال المناخل والمطاعم بدعت مباحہ کا مثال جیسے استعمال چھان شدہ آٹا اور لذیذ کھانے یہ بدعت نہیں بلکہ یہ تنعم بالمباح کے قبیلے سے ہے ہاں تنعم بالمباح اگر اسراف کی حد تک پہنچ جائے پھر ممنوع ہیں اور تقسیم بدعت الی الحرام والمکروہ درست ہے کہ بدعت کی بعض اقسام حرام ہیں اور کم سے کم ادنی درجہ بدعت کا کراہیت ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے مگر اہل ہوا حضرات کو اگرچہ محققین اہل حق کے اقوال صریح الدلالت پیش کی گئی کہ بدعت شرعی باقسامہا قبیح اور سیئہ ہے ۔ کبھی نہیں مانتے اور نہ بدعت کو چھوڑتے ہیں ۔ ؎

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب میں

تنبیہ :۔ اکثر اہل بدعت پر فرق المصالح المرسلہ اور بدعت کا مشتبہ ہو گیا ہے کہتے ہیں کہ بدعت بھی ایسے ہی اچھا ہے جیسے المصالح المرسلہ اچھے ہیں۔ اور اگر بدعت برا ہے تو المصالح المرسلہ بھی بدعت ہونگے

جواب :۔ المصالح المرسلہ اور بدعت میں بڑا فرق ہے ایک کا قیاس دوسرے پر درست ہی نہیں۔ المصالح المرسلہ جائز ہیں اور بدعات ناجائز ہیں۔ ان کی تعریف میں بھی بڑا فرق ہے چنانچہ بدعت کا تعریف یوں ہے (طَرِیْقَۃٌ مُخْتَرَعَۃٌ فِی الدِّیْنِ یُقْصَدُ بِھَا الْمُبَالَغَۃُ فِی التَّقَرُّبِ اِلَی اللّٰہِ) (الابداع ص۲۹) ایک طریقہ ہے نو ایجاد شدہ دین میں۔ اس طریقے سے مقصد مبالغہ ہوتا ہے تقرب الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں مبالغہ مقصود ہوتا ہے۔

اور المصالح المرسلہ کے لغت اور اصطلاح میں یہ تعریف ہے۔

ھی المناسبۃ لغۃً والذریعۃُ والوسیلۃُ الی المقصود وعند الاصولیین المناسبُ الذی یُرتَبطُ بھا الحکم ومعناھا الشرعی ھی مالا یتم الواجب الا بہ (ضیاء النور ص۳۳ / ۱۶)	یہ لغت میں مناسبت اور ذریعہ و واسطہ مقصود تک پہنچانے کا نام ہے اور علماء اصول کے نزدیک اس مناسبت کا نام ہے جس کے ساتھ حکم کا تعلق وابستہ ہو۔ اور شرع میں یہ وہ مناسبت ہے

کہ اس پر واجب کام کا پورا ہونا موقوف ہو

اور امام شاطبیؒ نے مصالح مرسلہ کی دس اقسام (امثلہ) کا ذکر کیا ہے اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے (۱) اتفاق صحابہ کرام عَلٰی جَمعِ المُصحَفِ وَقتَ قَتلِ قُرَّاءٍ بَعدَ وَاقِعَۃِ یَمَامَہ (۲) تضمین الصناع (۳) اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ امامت کبریٰ اس شخص کیلئے سزاوار ہے جو علوم شرعیہ میں اہل اجتہاد و اہل فتویٰ ہو جیساکہ ان کا اتفاق ہے کہ قاضی کو بھی وصف اجتہاد سے متصف ہونا لازمی ہے۔ بالفرض اگر کسی زمانے میں اہل اجتہاد نہ ملے پھر مفاد اور مصلحت عامہ کی خاطر مُقَلِّد اَمثَلُ اَہلِ صَلَاحٍ کو امام یا قاضی یعنی حاکم مقرر کرے۔ (۴) جَوَازِ ضَربٍ وَحَبسٍ بِالتُّہمَۃِ (۵) امام عادل کے واسطے جائز ہے کہ دولت مندوں پر کچھ مقرر کرے تا آمدنی بیت المال (۶) تَعزِیرٌ بِالمَالِ دینا امام مسلمین کیلئے اگر اسمیں مصلحت سمجھے (۷) ایک پوری جماعت کا قصاصاً قتل کرنا ایک آدمی کے قتل کرنے پر (۸) اگر کسی ایسی زمین کو یا اس کے کسی حصے کو حرام نے گھیر لیا جس سے منتقل ہونا کسی مانع کے وجہ سے اور حلال کمانے سے ناممکن تھا اور جان بچانے کے مقدار پر زیادت کی ضرورت پڑے تو یہ جائز ہے کہ ضرورت کی مقدار سے زیادہ تناول کرے کیونکہ جس وقت تک حلال کمانے کی صورت ناممکن ہے تو اگر تناول سرے سے ترک کرے یا ضرورت کے مقدار سے بالکل تجاوز نہ کرے اور حالت یہی ہے جو مذکور ہوئی تو ہلاکت کا خطرہ ہے جس سے دینی اور دنیا کے تمام مَصَالِحُ فوت ہو جائیں گے۔ (۹) اتفاق صحابہ شَارِبُ الخَمرِ کو اسّی کوڑے

لگانا (۱۰) اگر کسی کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی پھر اس سے اعلیٰ رتبہ والا آدمی ملا تو اول بیعت شدہ کے بیعت نہ توڑے اس کو معزول نہ کرے تاکہ فتنہ کا باعث نہ بنے۔ تو ان مذکورہ بالا مثالوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصالحِ مرسلہ اصطلاحِ علماءِ اصول و شریعت کے موافق۔ اُن سے مقصد یا حفظِ امرِ ضروری ہے یا دفعِ حرجٌ فی الدین ہے مگر محقق علماء نے علامہ شاطبیؒ پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ مثالیں صحابہ کے آثار سے ثابت ہیں ان کے قول اور فعل کا اقتدار حجت شرعیہ ہے تو ان دس مثالوں کے ذکر مصالح مرسلہ میں درست نہیں۔ لیکن اصل مدعی کی صحت میں مثالوں پر اعتراض کرنے سے کوئی فرق نہیں آتا۔

توضیح

بدعت، مصالحِ مرسلہ اور قیاس میں فرق یہ ہے کہ بدعت وہ ہے کہ جس کیلئے نہ اصل شرعی خاص ہو گا نہ عام ہو گا اور قیاس وہ ہے کہ ان کیلئے اصل شرعی خاص ہو گا۔ اور مصالح مرسلہ وہ ہیں کہ ان کے لئے اصل شرعی عام ہو گا اور قواعد شرعیہ کے موافق ہو گا نہ متصادم۔ بدعت اور مصالح مرسلہ میں مندرجہ ذیل وجوہ سے واضح فرق ہے۔

(۱) مصالح مرسلہ وہ ہیں کہ ذریعہ ہو عبادۃ کے واسطے مگر فی نفسہٖ خود عبادت نہ ہو۔ اور بدعت وہ ہے جس کو قربِ خدا کا ذریعہ سمجھا جائے

(۲) یہ کہ مصالح مرسلہ کی طرف رجوع دو امور کے واسطے ہوتا ہے یا برائے حفظ امر ضروری یا برائے دفع حرج لازم فی الدین جیسے جمع قرآن اور علوم ادبیہ۔

(۳) یہ کہ بدعت امور تعبدیہ میں ہوتی ہے تعبد کی صفت یہ ہے کہ وہ معقولۃ المعنیٰ نہ ہوگا۔ عقل و قیاس اس میں نہیں چلتا مگر مصالح مرسلہ معقولۃ المعنیٰ ہوں گے عقل و قیاس کے موافق ہوں گے۔

(۴) یہ کہ بدعت مقاصد میں ہوتی ہے اور مصالح مرسلہ وسائل میں ہوتے ہیں۔

(۵) یہ کہ بدعات مصالح مرسلہ کی ضد ہیں بدعات سے دین کی توہین ہوتی ہے اور مصالح مرسلہ سے دین کا تحفظ اور تکمیل ہوتی ہے۔

(۶) یہ کہ بدعات شرع کے مخالف ہیں اور مصالح مرسلہ مقاصد شرع کے موافق ہیں کسی شرعی اصل سے متصادم نہیں۔

تو مندرجہ بالا وجوہ سے بدعات اور مصالح کا فرق واضح ہوا نیز مصالح عمل صحابہؓ میں سے ہیں برخلاف بدعات کے۔ تو ایک کی تشبیہ دوسرے کے ساتھ یا ایک کا قیاس دوسرے پر کیا صحیح ہے؟ ان میں نمایاں فرق ہے مگر اہل بدعت کی عقل ماری گئی ہے اور عقل کے اندھے ہیں۔ اسی وجہ سے ان پر یہ فرق مذکور پوشیدہ ہے ؎

نقصان زقابلست وگرنہ علی الدوام
فیض سعادتش ہمہ کس را برابرست

چودھواں اعتراض اور اس کا جواب

ارتکاب بدعت کے صلہ اور شکریہ کی آمدنی من وسلوی کی طرح کھانے والے امام مسجد یا خطیب مسجد یا مہتمم مدرسہ یا مدرس مدرسہ بن کر کسب حلال سے کمانے کو حرج اور عار سمجھنے والے تازیست مع اہل و عیال دوسروں پر بوجھ اہل بدعت حضرات کبھی یوں اعتراض دھراتے ہیں کہ حدیث میں ہے وَمَنْ اِبْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً (الحدیث) بدعت کے ساتھ ضلالت کا قید اور وصف اس امر کا ثبوت ہے کہ بدعت دو قسم ہے حَسَنَہ (اچھی) اور ضَلَالَۃ قَبِیْحَۃ (بری) ممنوع اور مذموم بدعت ضلالہ ہے نہ حسنہ مروج معمول بہا بدعات جس علاقہ اور صوبہ میں مَقْبُوْلُ الْعَوَامِ مُلّا۔ اَکَابِرًا عَنْ اَکَابِرِہِمْ کرتے چلے آئے ہیں یہ سب بدعات حسنہ ہیں۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز تراویح رمضان میں ایک امام پر جمع کیا بیس رکعات پڑھنے کو فرمایا کہا "نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ہٰذِہٖ" یہ اچھی بدعت ہے بدعت کو اچھائی سے متصف کیا۔ اگر بدعت کی اقسام میں اچھی قسم نہ ہوتی تو کیوں اس طرح فرماتے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔

الجواب :- بدعت شرعی باقسامہا قبیح ہے اس میں کوئی حُسن (اچھائی) نہیں جیسے اس سے پہلے تیرھواں اعتراض کے جواب میں علماء محققین کی تصریحات باحوالہ ذکر کی گئیں کہ بدعت شرعی میں کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کے کلیہ کے تحت سب قبیح ہے اس میں تقسیم نہیں البتہ حَسَن دیگر حُسن

بدعت میں لغوی اعتبار سے بعض علماء نے تسلیم کیا ہے اس سوال کی بہتر حسن کا مفصل جواب یہ ہے ۔ مَنْ اِبْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً بدعت کے ساتھ ضلالۃ کے وصف اور قید سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بدعت کی دوسری قسم حسنہ ہے دو وجہ سے اوّلاً اس لئے کہ اصول فقہ میں یہ مصرح ہے کہ عدم وصف اور عدم شرط سے حکم کا عدم لازم نہیں آتا یعنی وصف کا عدم اور شرط کا عدم علت نہیں بن سکتی حکم کے عدم کے لئے ثانیاً ۔ اس لئے کہ معترض نے یہ تقسیم حدیث کے مفہوم مخالف سے لی ھے اور مفہوم مخالف احناف کے نزدیک معتبر نہیں جیساکہ اس آیت کے مفہوم میں علماء اصول تصریح کرتے ہیں ۔

قال اللہ تعالےٰ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۔ الآیۃ ۲۵ (سورۃ النساء ع ۴)

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ۔ کہ جو شخص تم میں سے آزاد مؤمن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ان کے ساتھ نکاح کرلے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ ۔ مالک ہیں تمہاری مؤمن لونڈیوں میں سے

اس آیت میں جوازِ نکاحِ لونڈی بشرطِ عدمِ قدرتِ نکاحِ حُرّہ کے اگرچہ بظاہر معلوم ہوتا ہے اور لونڈی کے نکاح کا جواز معلوم ہوتا ہے

جو کہ مؤمنہ ہو نہ کتابیہ جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں احناف جواب دیتے ہیں۔ شرط کے عدم اور وصف کے عدم مانع نہیں حکم کے وجود سے یعنی نکاح سے کیونکہ مفہوم مخالف احناف کے نزدیک معتبر نہیں تو اگرچہ کسی کو حرّہ کی نکاح کی دسترس اور گنجائش ہو تو بھی اس کو لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ نیز اگر لونڈی ایمان سے متصف (مسلمہ) نہ ہو کتابیہ ہو تو بھی اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اس لیے ہر قید احترازی نہیں ہوا کرتا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۱۳۰ آل عمران ع۔ اے ایمان والو نہ کھاؤ سود کو چند گونا بڑھا کر۔ تو اس آیت کا یہ مفہوم لینا کہ ربٰو جب حرام ہے کہ تین گنا یا اس سے بھی زیادہ ہو کیونکہ مُضَاعَفَةً قید اَضْعَافًا کے ساتھ بڑھایا گیا ہے تو یہ مفہوم لینا سراسر غلط ہے اور الحاد اور مغربی ذہنیت ہے کیونکہ ہر قید احترازی نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ قید اتفاقی ہے کہ نزول قرآن کے وقت رِبٰوا تین گنا اور اس سے بھی زیادہ لیا جاتا تھا۔ تو قرآن نے ان کے اس فعل قبیح کی تردید کی کہ یہ حرام اور ناجائز ہے اور اسی طرح دو گنا سود لینا بھی حرام اور ناجائز ہے اور اسی طرح وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم اور حرام ہیں (تم پر) تمہارے گود میں پلنے والی لے پالک لڑکیاں۔ کا یہ معنیٰ نہیں کہ لے پالک لڑکی جب حرام ہے جو کہ منکوحہ کی گود میں ہو بڑی سے پالک لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہوگا

یہ مفہوم لینا سراسر غلط ہے بلکہ ہر بے پالک لڑکی کے ساتھ نکاح (خواہ چھوٹی ہو یا بڑی) ناجائز اور حرام ہے کیونکہ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں اس اعتراض چودھواں کے دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۴ھ میں مردوں کے لئے علیحدہ قاری مقرر کیا۔ اور عورتوں کے لئے علیحدہ قاری اور بیس رکعات تراویح کا حکم دیا پھر یہ حکم لکھ کر سارے شہروں کو بھیجدیا اور کہا کہ یہ اچھی بدعت ہے کما فی طبقات ابن سعد ص۲۸ حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہے نہ بمعنی بدعت شرعی چنانچہ ابن حجر الہیتمیؒ لکھتے ہیں۔

وقول عمرؓ نعمت البدعۃ	اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمان
ھٰذہ ھی ارادۃ البدعۃ اللغویۃ	کہ یہ اچھی بدعت ہے اس سے مقصود
وھو ما فعل علیٰ غیر مثالٍ کما	بدعت بمعنیٰ لغوی ہے اور یہ وہ
قال تعالےٰ قل ما کنت بدعاً	کام ہے جو سابق نمونہ کے بغیر کیا
من الرسل ولیست بدعۃ شرعاً	گیا ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا
فان بدعۃ الشرعیۃ ضلالۃٌ کما	ہے کہ کہدو میں پیغمبروں میں انوکھا
قال صلی اللہ علیہ وسلم ومن	نہیں ہوں شرعی بدعت مراد نہیں
قسمھا من العلماء الی حسنٍ	کیونکہ شرع میں بدعت گمراہی
وغیر حسنٍ فانما قسم البدعۃ	ہی ہے اور جن علماء نے بدعت
اللغویۃ ومن قال کل بدعۃ	کو حسنہ وغیر حسنہ کو تقسیم کیا ہے

ضلالۃ فمعناہ البدعۃ الشرعیۃ — تو وہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ہے
(فتاوی حدیثیہ ص۲۰۶) — اور جس نے کہا ہے کہ ہر بدعت گمراہی
ہوتی ہے تو اس نے شرعی معنیٰ کے اعتبار سے اس کو ایسا کہا ہے۔

○ اور مولانا عبدالحی حضرت عمر رض کے قول کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

المراد منہ (ای نعمت البدعۃ ہذہ) معناہا اللغوی (تحفۃ الاخیار ص۱۹۴، ص۲۰۰) — اس (نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ہٰذِہٖ) سے مراد اس کے لغوی معنیٰ ہیں (تحفۃ الاخیار)

●— اور علامہ شاطبیؒ اس اعتراض کے جواب میں یوں فرماتے ہیں۔

انما سماہا بدعۃ باعتبار ظاہر الحال من ترکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واتفق ان لم تقع فی زمان ابی بکرؓ لا انہا بدعۃ فی المعنیٰ فمن سماہا بدعۃ بہذا الاعتبار فلا مشاحۃ فی الاسامی وعند ذالک فلا یجوز ان یستدل علیٰ جواز الابتداع بالمعنیٰ المتکلم فیہ لانہ نوع من تحریف الکلم عن مواضعہ (الاعتصام ص۱۹۳ ج۱)

اس کو محض ظاہر حال کے اعتبار سے بدعت کا نام دے دیا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک دو دفعہ کرنے کے بعد) چھوڑ دیا تھا اور ابوبکر رض کے زمانہ میں اس کے عمل کا موقع بھی ہاتھ نہیں آیا تھا یہ مراد نہیں کہ اصلی معنیٰ میں یہ بدعت ہے پس جس نے یہ معنیٰ اعتبار کر کے اس کو بدعت کہہ دیا تو کوئی

جھگڑا نہیں کرتے لیکن اس وقت اس سے ان بدعات کے جائز ہونے پر دلیل بنانا جائز نہیں ہوگا جن میں گفتگو ہے کیونکہ یہ ایک قسم کلموں کو اپنے مفہوم سے بدلنا ہے —

اور محفوظ علی مصری اس اعتراض کا یہی جواب لکھتے ہیں جو علامہ شاطبیؒ نے لکھا ہے اور مزید جواب میں یہ بھی لکھا ہے

روی اسد ابن عمرو عن ابی یوسفؒ قال سألت اباحنیفہؒ عن التراویح وما فعلہ عمرؓ فقال التراویح سنۃ موکدۃ ولم یتخرصہ عمرؓ من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعًا ولم یأمر بہ الا عن اصل لدیہ وعھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی ھذا کفایۃ —	روایت کی اسد ابن عمرو ابو یوسف سے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے تراویح کے متعلق اور اس بارے حضرت عمرؓ کے فعل کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ تراویح سنت موکدہ ہے عمرؓ نے اپنی طرف سے تجویز نہیں کی اور نہ اس بارے میں انہوں نے بدعت نکالی ہے اور نہ اس کا حکم بغیر بنیادی قاعدہ جو ان کے پاس

(الابداع فی مضار الابتداع ص۱۴۲)

تھا اور بغیر منقول دلیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں دیا اور جب اتنی بات تھی تو یہ کافی ہے۔

اور نواب صدیق حسن خان صاحبؒ اس سوال کے جواب بدین الفاظ دیتے ہیں

پس اطلاق بدعت از عمرؓ مثل اطلاق پس (جماعت تراویح پس) عمرؓ کا اطلاق

از حنظلہ رضؓ است چنانچہ در ترمذی بسند صحیح مرویست ونیز قول عمر رضؓ معارض قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نمی تواند شد وخلاف فقہاء در تقسیم بدعت راجع بسوئے نزاع لفظی ست (ہدایۃ السائل ص۲۸۵)

بدعت کرنا بمنزلہ اطلاق حضرت حنظلہؓ کے ہے جیسا کہ ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اور اسی طرح عمر رضؓ کا قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے مخالف نہیں ہو سکتا اور فقہا کا جو بدعت کی تقسیم میں خلاف ہے تو وہ محض لفظی بحث ہے (نہ کہ حقیقی شرعی کہ شرعی لحاظ سے ہر بدعت بری ہے اس میں تقسیم باتفاق نہیں ہے)

● — تو مذکورۃ الصدر ارشادات علماء کرامؒ اور فقہاء عظامؒ سے ثابت ہوا کہ اہل ہوا مبتدعین کا استدلال حضرت عمر رضؓ کے قول سے صحیح نہیں بلکہ حضرت عمر رضؓ کے قول کی صریح تحریف اور مکر وتلبیس ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ٭ من انداز قدت را می شناسم

پندرھواں اعتراض
اور اس کا جواب

اہل ہوا اور اجتماعی مروجہ دعاء کے عاملین کبھی یوں گل فشانی کرتے ہیں کہ امام مقتدیوں کو دعاء پر جمع کرتا ہے اور اجتماعی عمل اقرب الی الاجابت ہے اسمیں کیا حرج ہے۔

الجواب: یہی اعتراض وجواب علامہ شاطبیؒ نے باین الفاظ ذکر کیا ہے۔

س ۔ ان الامام یجمعھم علی الدعاء
لیکون باجتماعھم اقرب الی الاجابۃ
ج۔ وھذہ العلۃ کانت فی زمانہ
علیہ الصلوۃ والسلام لانہ لا
یکون احدٌ اَسرعُ اِجابۃً لدعائہٖ
منہ اذ کان مجاب الدعوۃ
بلا اشکال بخلاف غیرہٖ وان
عظم قدرہٗ فی الدّین فلا یبلغ
رُتبتہٗ فھو کان احق بان
یزید ھم الدعاء لھم خمس
مرّات فی الیوم واللیلۃ زیادۃً
الیٰ دعائھم لانفسھم وایضًا
فان قصد الاجتماع علی
الدعاء لایکون بعد زمانہ ابلغ
فی البرکۃ من اجتماعٍ یکون فیہ
سیّدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
واصحابہ فکانوا بالتنبیہ لھٰذہٖ
المنعقد اولیٰ اذ لیس لاحدٍ من

امام ان کو دعاء پر اکٹھا کرتا
ہے تا ان کے اکٹھے ہونے کے
سبب اُن کی دعاء قریب اجابت
وقبولیت ہو سکے حالانکہ یہی علت
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں بھی موجود تھی کیونکہ آپ
کی دعاء سے زیادہ کسی کی دعاء
قریب قبولیت نہیں ہو سکتی۔ اس
لئے کہ آپؐ یقیناً مستجاب الدعاء
تھے اور دوسروں کے لئے یہ درجہ
نہیں ہے اگرچہ دین میں بڑے
رتبے والا کیوں نہ ہو مگر آپ کے
درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو آپ
زیادہ حقدار تھے کہ ان کے لئے ان
کی دعاء کے ساتھ جو وہ اپنے لئے
مانگتے تھے رات اور دن میں پانچ
دفعہ زیادہ دعا کرتے اور اس کے
علاوہ قصد اجتماع

خلق الله أن يخترع في الشريعة
من رأيه أمرا لا يوجد عليه
منها دليل لأنه عين البدعة
وهذا (أي الدعاء أعقاب
الصلوات) كذلك (أي بدعة)
إذ لا دليل فيها على اتخاذ
الدعاء جهرا للحاضرين في
آثار الصلوات دائما على حد
ما تقام بحيث يعد الخارج عنه
خارجا عن جماعة أهل الإسلام
مستحجنا ومتميزا إلى سائر ما ذكره
كل ما لا يدل عليه دليل فهو
البدعة۔

(الاعتصام ص ۳۶ ج ۱)

دعا میں اس اجتماعی دعا سے
نسبت زیادہ موجب برکت نہیں
ہو سکتی جس میں خود سردار انبیاء
اور آپ کے صحابہ کرام موجود تھے
تو اس فضیلت پر تنبیہ کرنے
کے وہ زیادہ حقدار تھے کیونکہ
خدا کے مخلوق میں سے کسی کو یہ
اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ کہ
شریعت میں اپنی رائے سے
وہ کام از خود جاری کرے جس
پر دلیل نہ ہو کیونکہ بدعت اسی چیز
کا نام ہے اور یہ اجتماع والی دعا
نمازوں کے بعد بھی ایسی ہی ہے
کیونکہ نمازوں کے بعد ہمیشہ اجتماعی
دعا کرنے کی کوئی دلیل نہیں کہ دعا نہ کرنے والا مقتدیوں کے سامنے جمع
کے ساتھ جماعت اسلام سے خارج ہو اور ان سب برائیوں کا حقدار ہو جو
اہل بدعت بیان کرتے ہیں۔ بلکہ جس امر پر دلیل موجود نہ ہو وہ یقیناً بدعت
کے حکم میں داخل ہے میں کہتا ہوں کہ اہل ہوا حضرات کی حالت قابل یاس و حسرت ہے کہ بدعات

کرتے کرتے اعتقادات بھی جاتے رہے۔

نتیجہ عمل ان سے ہوا رخصت عقیدوں میں خلل آیا ہے۔

کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ کیا نعم البدل آیا ہے۔

سولھواں اعتراض اور اس کا جواب

شکم پرست، عوام الناس کے جیبوں پر گذارہ کرنے والے مبتدعین حضرات یہ اعتراض بھی دہراتے ہیں دیکھو ہدایہ میں ہے وَالْاِجَابَةُ فِی الْجَمْعِ اَرْجٰی جماعت کے ساتھ ہونے میں قبولیت کی زیادہ امید ہے اس سے دعاء اجتماعی بعد الفرض والسنۃ کے اثبات کیلئے دلیل پیش کرتے ہیں کہ اس میں عمل اجتماعی کی طرف ترغیب دیگئی ہے تو یہ دعائیں بھی ہیئت اجتماعی سے ہونی چاہیئے کیونکہ اجتماعیت میں قبولیت کی زیادہ تر امید کی جاتی ھے۔

الجواب:۔ پہلے ہدایہ کے اصل عبارۃ مالہا وما علیہا نقل کیجاتی ہے پھر ہدایہ کے شرح فتح القدیر کے تشریح اس عبارت پر نقل کی جاتی ھے پھر اس اعتراض کا مفصل جواب لکھ دیا جاتا ہے۔ اصل عبارت جو ہدایہ میں ہے وہ مندرجہ ذیل ھے ــــ

قال فی الاصل وینزل بھا — امام محمدؒ نے مبسوط میں فرمایا ہے

(ای العرفات) مع الناس لان — عرفات میں لوگوں کے ساتھ اتر جائے

الانتباذ تجبر والحال حال — کیونکہ علیحدگی میں ایک گونہ تکبر آتا ہے

تضرع والاجابۃ فی الجمع ارجیٰ — اور یہ حال تضرع اور عاجزی کی
وقیل مرادہٗ ان لا ینزل علیٰ — حالت ہے اور مجمع کے ساتھ ہونے
الطریق کیلا یضیق علی المارۃ — میں قبولیت کی زیادہ امید کی جاتی
(ھدایہ ج۱ ص۲۴۴) — ہے اور کسی نے کہا ہے کہ امام محمدؒ
کی مراد یہ ہے کہ راستہ میں نہ ٹھہرے تاکہ گذرنے والوں پر تنگی نہ آ جائے۔

• اور فتح القدیر میں یوں تشریح کی گئی ہے

(والحال حال تضرع) ومسکنۃ (والاجابۃ فی الجمع ارجی) ولانہ یأمن بذالک من اللصوص (فتح القدیر ج۲ ص۳۶۹)

اور یہ حال تضرع اور درماندگی کی حالت ہے اور مجمع کے ساتھ ہونے میں قبولیت کی زیادہ امید ہے اور چوروں ڈاکوؤں سے بھی امن رہتا ہے۔

اس عبارت سے اہل بدعت کے استدلال کئی وجوہ سے مردود ہے

اولاً اس لئے کہ صاحب ہدایہ نے یہ عبارت دعاء اجتماعی بعد الفرائض والسنن کیلئے نہیں کہا ہے بلکہ یہ حج کے بارے میں ہے چنانچہ اس نے مبسوط کی عبارت نقل کرنے سے پہلے فرمایا ہے کہ ہر حاجی کو بہتر یہ ہے کہ طلوع شمس کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہو جائے۔ اگر سورج نکلنے سے پہلے منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوا تو بھی جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ حجاج کرام کے ساتھ جائے اور انہی کے مجمع میں عرفات پر کھڑا ہو جائے اس پر اصل مبسوط کی عبارت بطور دلیل پیش کیا ہے کہ امام محمدؒ نے بھی حجاج کے ساتھ ہونے کو

فرمایا ہے اس لئے کہ علیحدہ ہونا ایک گونہ تجبر ہے اور اس مقام میں عاجزی مجمع کے ساتھ ہونے میں ہے، اور مجمع کے اندر جو اعمال کئے جاتے ہیں ان کی قبولیت کی زیادہ تر امید کیجاتی ہے۔ مجمع کے ساتھ مذکورہ فوائد کے بالکل برخلاف کسی نے وَیَنْزِلُ بِهَا مَعَ النَّاسِ امام محمدؒ کا اس عبارت کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ امام محمدؒ کا مقصد یہ ہے کہ راستہ میں نہ ٹھیرے تاکہ گذرنے والوں کو دِقَّت نہ ہو اور فتح القدیر نے مجمع کے ساتھ ہونے میں یہ فائدہ بھی بتایا ہے کہ مجمع کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں سے امن بھی رہتا ہے۔ بہر حال اس سے دعاء اجتماعی مراد لینا متعین نہیں ہوتی ہے ——؟

ثانیاً:۔ وَالْاِجَابَةُ فِی الْجَمْعِ اَرْجٰی سے علی الخصوص دعاء اجتماعی مراد لینا اس لئے درست نہیں کہ اس معنیٰ کی تصریح نہ فتح القدیر میں ہے نہ عنایہ، نہ کفایہ، نہ چلپی نہ کسی اور شارح نے عَلَی الْخُصُوْص کی ہیں بلکہ اس مقام میں مجمع کے اندر جو بھی اعمال کئے جاتے ہیں ان کی قبولیت کی زیادہ سے زیادہ امید ہے ——

ثالثاً:۔ دعاء اجتماعی مروج کے ثبوت پر اس سے استدلال اس لئے باطل ہے کہ یہ اجتماع وہاں مقام عرفات میں دعاء کے واسطے نہیں بلکہ ایک رکن حج ادا کرنے کے واسطے ہے جسمیں تسبیحات، تہلیلات، استغفارات وغیرہ ذکر و اذکار سب انفرادی کی جاتی ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے طور پر مشغول رہتا ہے

تو اس وقت میں فریضہ حج کے ایک عظیم رکن کے ادا کرنے کے وجہ سے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے اور فرشتگان سیاحین جو ذکر و اذکار کے وقت حاضر ہوتے ہیں جو کوئی اس وقت ذکر و اذکار تکبیر و تہلیل پڑھتا ہے یا دعاء اور استغفار میں مشغول رہتا ہے تو امید قبولیت زیادہ ہے یہ تاثیر مطلق اجتماع کے وجہ سے نہ آئی بلکہ اس محل اور عمل جو اس مخصوص زمانہ میں ادا کیا جاتا ہے کی وجہ سے آئی جس کے وجہ سے یہ اجتماع لَا مُحَالَۃَ صُوْرَۃً پیدا ہو گیا۔ " بالجمع " کی لفظ سے دعاء مروج اجتماعی کہاں ثابت ہوتی ہے مگر ہوا پرست حضرات کو کیا کہیئے ؎ دیکھیئے کور چشم تو اپنا قصور ہے

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے ؎

؎ اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا ؎

خاتمہ

دعاء کی تعریف اور آداب اور اوقات و مقامات اور خاص حالات اجابت

اور ماثورہ دعاؤں کے بیان میں

دعاء کی تعریف اور اس میں علماء اور زہاد امت مسلمہ کی آراء

الدُّعاءُ ھو طلب الادنیٰ بالنسبۃ الی الاعلیٰ علیٰ جہۃ الاستکانۃ — دعاء کا مفہوم نچلے مرتبے والوں کا نچلے مرتبے والے ... زبان سے

قال النووی اجمع اهل الفتاوٰی فی الامصار فی جمیع الاعصار علٰی استحباب الدعاء وذهب طائفة من الزهاد واهل المعارف الی ان ترکه افضل استسلاما و قال جماعة ان دعا للمسلمین فحسن وان خص نفسه فلا۔ وقیل ان وجد باعثا للدعاء استحب والا فلا ودلیل الفقهاء ظواهر القرآن والسنة والاخبار الواردة عن الانبیاء صلوة الله وسلامه علیهم اجمعین۔

(مرقات برحاشیہ مشکوٰۃ کتاب الدعوات ص۱۹۴)

عاجزانہ درخواست کرنا ہے نووی نے کہا ہے کہ اہل فتاوٰی نے تمام شہروں سارے زمانوں میں اتفاق کیا ہے کہ دعاء مستحب عمل ہے اور اہل زہد و معرفت کی ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ دعاء کا چھوڑنا بہتر ہے کہ اس میں حکم قضاء و قدر کے سامنے سر خم کرنا ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر دعائیں مسلمانوں کی مصلحت و بہتری کا سوال کرتا ہے تو دعا بہتر ہے اور اگر محض اپنے مقاصد کیلئے کرتا ہے تو ترک بہتر ہے اور فقہاء کی دلیل قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ اور وہ اخبارات ہیں جو انبیاء علیہم السلام سے متعلق آئے ہیں۔

• تو مذکورۃ الصدر اقوال و تصریحات سے واضح ہوا کہ دعاء کا اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ استحباب ہے اور ادنیٰ سے ادنی درجہ حُسن ہے بعض ناواقف لوگ اس میں بہت غلو سے کام لیتے ہیں حتّٰی کہ دعاء کو فرض کا درجہ دیتے ہیں بلکہ فرضیت سے

بڑھاتے ہیں تارک فرض نماز روزہ و حج پر اتنا نکیر نہیں کرتے جتنا دعا نہ کرنے والوں پر حتی کہ ملحد اور زندیق کے القاب سے نواز تے ہیں اور نماز ان کے پیچھے نہیں پڑھتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا۔ کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

تمہید :۔ جب کہ دعاء کی ترغیب قرآن وسنت سے ثابت ہے اور دعاء عبادت کا مغز ہے اور یہ مسلمہ اصل اور قاعدہ ہے کہ عبادات میں قیاس کو کوئی دخل نہیں شارع سے جن الفاظ اور جن کیفیات اور جن اوقات اور جن مقامات میں وارد ہوئی ہیں انہیں کی تابعداری امت مسلمہ کیلئے ذریعہ کامیابی ہے اور خلاف کرنے میں نقصان اور خسران ہے۔ اور جن مقامات میں عبادت نہ کی گئی ہو وہاں تامل نہ کرنے میں ہے اور نہ کرنے میں ہی اجر و ثواب ہے جیسے اور عبادات کیلئے آداب اور شرائط اور اوقات و مقامات ہیں۔ اسی طرح دعاء کیلئے بھی آداب اور شرائط اوقات اجابت اور خاص حالات اجابت ہیں۔ اگر ان سب کا لحاظ کیا جائے تو امید قوی ہے کہ داعی یعنی سائل کی دعاء کو قبولیت کا مقام حاصل ہو جائے۔ لہٰذا ہر داعی کیلئے مناسب ہے کہ حتی الوسع ان آداب وغیرہ کا لحاظ ملحوظ رکھ کر دعاء میں مشغول رہے تاکہ دعاء کے ثمرے اور نفع سے محروم نہ رہے۔

آدابِ دعاء :۔ ادب (۱) کھانے پینے پہننے اور کمانے میں

حرام سے بچیے (رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(فائدہ) کیونکہ اسی حدیث ابی ہریرہ میں ہے کہ عابد نما آدمی پراگندہ سر اور غبار آلودہ دعا میں ہاتھوں کو آسمان کے طرف اٹھاکر پکار پکار کر یارب یارب کہتا ہوگا۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ مطعمہ حرام وملبسہ حرام ومشربہ حرام وغذی بالحرام اس کا کھانا حرام پینا حرام، پہننا حرام، غذا حرام تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔ (مشکوۃ ص۲۴۱)

ادب (۲) اخلاص کے ساتھ دعا کرنا یعنی دل سے یہ سمجھنا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہمارا مقصد پورا نہیں کر سکتا (مشکوۃ ص۱۹۵ عن ابی ہریرۃ والحاکم فی المستدرک)

ادب (۳) دعا سے پہلے کوئی نیک کام کرنا اور بوقت دعا اس کا اس طرح ذکر کرنا کہ یا اللہ میں نے آپ کی رضا کیلئے فلاں نیک کام اور عمل کیا ہے آپ اس کے وسیلے سے میرا فلاں کام کیجیے (مسلم ترمذی ابوداؤد)

(فائدہ) جیسے کہ (بنی اسرائیل کے) تین آدمی پہاڑ کے غار میں بارش سے پناہ لیکر بیٹھ گئے تھے اور اس میں بند ہو گئے ہر ایک نے اپنی نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال کے وسیلہ سے انہیں نجات دی تھی (مشکوۃ ص۴۲۱ ومسلم ج۲ ص۳۵۳)

ادب (۴) پاک وصاف ہوکر دعا کرنا (سنن اربعہ ابن حبان مستدرک حاکم)

ادب (۵) وضو کرکے دعا میں مشغول ہونا (صحاح ستہ عن ابی موسیٰ اشعریؓ)

ادب (۶) دعاء کے وقت قبلہ رُخ ہونا (صحاح ستہ عن عبداللہ بن زیدؓ)

ادب (۷) دوزانو ہو کر بیٹھنا (ابو عوانہ عن سعد بن وقاصؓ)

ادب (۸) دعاؤں کے اول و آخر میں اللہ تبارک و تعالٰے کا حمد و ثنا بیان کرنا (ترمذی و صحاح خمسۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ)

ادب (۹) اسی طرح دعاء کے اول و آخر میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا (ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن حبان مستدرک)

ادب (۱۰) دعا کیلئے دونوں ہاتھ پھیلانا (مشکوٰۃ ص۱۹۵) عن مالک بن یسار وابن عباس ترمذی و مستدرک حاکم۔

فائدہ :۔ یہ اس وقت آداب سے ہے کہ دعاء سے مقصد حاجت براری ہو ہر دعاء میں ہاتھ اُٹھانا ادب نہیں جیسے دعاء بہ نیت ذکر پڑھتا ہو یا بطریق استنان بالسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فی دعاء صبح و شام خواب و بیداری دخول بیت الخلاء وخروج بیت الخلاء و دخول مسجد اور خروج مسجد اور وضو کرتے وقت اور قیام عن المجلس اور دخول بازار وغیرہ کی دعائیں ان میں ہاتھ اٹھانا خلاف ادب ہے (کافی احکام الدعاء ص۲۳)

ادب (۱۱) دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر اٹھانا (مشکوٰۃ ص۱۹۶ عن سھل ابن سعد ابوداؤد ج۱ ص۲۰۹ و مسند احمد حاکم)

ادب (۱۲) ادب و تواضع کے ساتھ بیٹھنا (مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی)

ادب (۱۳) اپنی محتاجی اور عاجزی کو ذکر کرنا (ترمذی)

ادب (۱۴) دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اُٹھانا (مسلم)

ادب (۱۵) اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے وسیلہ سے دعاء کرنا (مثلاً یا غفار یا رحیم) ابن حبان و مستدرک۔

ادب (۱۶) دعاء میں آواز پست کرنا اور رونے کی سی کیفیت بنانا (صحاح ستہ عن ابی موسےٰ)

ادب (۱۷) ان دعاؤں کے ساتھ دعا کرنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ کیونکہ آپ نے دین و دنیا کی کوئی حاجت نہیں چھوڑی ہے جس کی دعاء کی تعلیم نہ فرمائی ہو (ابو داؤد، نسائی عن ابی بکر الثقفی)

ادب (۱۸) ایسی دعا کرنا جو اکثر حاجات دینی و دنیوی کو حاوی و شامل ہو۔ (ابو داؤد ص ۲۰۸/۱ عن عائشہ رض)

ادب (۱۹) دعاء میں اول اپنے لئے دعاء کرنا پھر اپنے والدین اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو شریک کرنا (مشکوٰۃ ص ۱۹۶ و مسلم)

ادب (۲۰) عزم کے ساتھ دعا کرنا یعنی یوں نہ کہے کہ یا اللہ اگر تو چاہے تو میرا کام پورا کردے (مشکوٰۃ ص ۱۹۴ صحاح ستہ و مسلم ص ۳۴۲ و ترمذی ص ۱۸۶ اور ابوداؤد ص ۲۰۸/۱)

ادب (۲۱) رغبت اور شوق کے ساتھ دعا کرے مشکوٰۃ ص ۱۹۴ عن ابی (ہریرۃ رض و ابن حبان ابو عوانہ)

ادب (۲۲) جس قدر ممکن ہو حضور قلب کی کوشش کرے اور قبولیت دعاء

کی امید قوی رکھے (مشکوٰۃ ص۱۹۴، مستدرک حاکم ترمذی ج۲ ص۱۸۶)

ادب (۲۳) انفرادی طور پر الفاظ دعاء میں تکرار کرنا یعنی بار بار الفاظ دعا کہنا (بخاری ومسلم) اور کم سے کم تین مرتبہ تکرار کرے (ابوداؤد وابن سنی) یعنی کلمات دعائیہ کو مفرد بار بار کہے اس طرح اگر کوئی شخص رزق مانگتا ہے تو صرف ایک مرتبہ اللھم ارزقنی کہہ کر نہ چھوڑے بلکہ بار بار کہے اللھم ارزقنی اللھم ارزقنی اللھم ارزقنی اس حدیث کی تشریح خود راوی حدیث امام اوزاعی رح سے کتاب الاذکار امام نووی رح میں منقول ہے ان سے کسی نے پوچھا کہ تین مرتبہ کس طرح کرے تو فرمایا استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ ناواقف لوگوں نے اسکا یہ مطلب سمجھ لیا کہ تین مرتبہ الگ دعا کرے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ (کذا قال مفتی محمد شفیع رح دیوبندی احکام الدعاء ص۱۶)

ادب (۲۴) دعاء میں الحاح واصرار کرے (نسائی ومستدرک حاکم ابوعوانہ)

ادب (۲۵) کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے (مشکوٰۃ ص۱۹۴، مسلم، ترمذی ج۲ ص۲۲۲)

ادب (۲۶) ایسی چیز کی دعا نہ کرے جو طے ہو چکی ہے مثلاً عورت یہ دعا نہ کرے کہ میں مرد ہو جاؤں (نسائی)

ادب (۲۷) کسی محال چیز کی دعا نہ کرے مثلاً یوں نہ کہے کہ کافر مشرک بغیر توبہ کے اللہ سے کہ جنت الفردوس میں خوش حالی کی زندگی بخشدے اور عذاب جہنم سے بچا دے (بخاری)

ادب (۲۸) اللہ تعالیٰ کی رحمت کو صرف اپنے لئے مخصوص کرنے کی دعاء نہ کرے (بخاری، ابوداود، نسائی و ابن ماجہ)

ادب (۲۹) اپنی سب حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرے مخلوق پر بھروسہ نہ کرے (مشکوٰۃ صـــ ۱۹۷ و ترمذی و ابن حبان)

ادب (۳۰) دعا کرنے والا خود آخر میں آمین کہے جو اس کے دعائیہ کلمات اس کو بھی چاہیئے کہ آمین کہے۔

(بخاری و مسلم و ابوداؤد و النسائی)

فائدہ :- جو اس سے اجتماعی بدعی دعاء پر استدلال پکڑتا ہے سراسر

علاوہ ازیں مشکوٰۃ کی تحریف ہے، گاہ گاہ صرف زبانی آمین کہہ کر ہمدردی کرنا بغیر ہاتھ اٹھانے کے یہ اجتماعیت نہیں ہے مخالف ہے حدیث بھی اسی قدر ثابت ہے

ادب (۳۱) دعاء کے اختتام پر دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے

مشکوٰۃ عن ابن عباس و ابن عمر و ابوداؤد صـــ ۲۰۹ و ترمذی صـــ ۱۷۶/۲ ابن حبان بن ماجہ

ادب (۳۲) دعاء میں دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں چہرے کے طرف ہوں

قَالَ النَّبِیُّ اِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ بِبُطُوْنِ اَکُفِّکُمْ وَلَاتَسْئَلُوْہُ بِظُھُوْرِھَا (ابوداؤد صـــ ۲۰۹/۱)

ادب (۳۳) قبولیت دعاء میں جلدی نہ کرے یعنی یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی تھی اب تک قبول کیوں نہیں ہوئے (مشکوٰۃ صـــ ۱۹۴

و بخاری جـــ ۹۳۸/۲ و مسلم صـــ ۳۵۲/۲ و ابوداؤد صـــ ۲۰۹/۱ و نسائی و ابن ماجہ)

ادب (۳۴) اپنی نفس کیلئے موت کی دعا نہ کرے اگر ضرورت ہو تو یوں کہے

یا اللہ اگر میرے لئے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور اگر موت بہتر ہو تو موت نصیب کر (رواہ مسلم ص ۳۴۲/۲)

اوقات اجابت دعاء

مندرجہ ذیل اوقات میں قبولیت دعاء کی توقع اور قوی امید رکھنی چاہیئے اس لئے ان اوقات سے فائدہ اٹھا کر ضائع نہیں کرنا چاہیئے

(۱) شب قدر کہ ہر سال میں آتا ہے اور یوں پوری سال کے اندر گھومتا ہے مگر رمضان المبارک کی طاق راتوں میں زیادہ اہتمام سے ڈھونڈھے کر وہ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ ہیں خصوصاً ستائیسویں رات زیادہ قابل اہتمام ھے (ترمذی نسائی، ابن ماجہ مستدرک)

(۲) یوم عرفہ بھی مقبولیت دعاء کیلئے نہایت مبارک و مخصوص دن ہے (ترمذی)

(۳) شب جمعہ میں بھی دعاء قبول کیجاتی ہے (ترمذی: حاکم، عن ابن عباس)

(۴) جمعہ کے دن۔ میں قبولیت دعاء سے فائدہ اٹھایئے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)

(۵) ہر شب کو۔ یعنی ہر رات میں بھی کچھ اوقات ہیں کہ ان میں دعاء قبول کیجاتی ھے۔ لیکن ان کی تعیین میں مختلف احادیث آئی ہیں وہ ابتدائی تہائی رات ہے (کمانی احمد ابویعلی) آخری تہائی رات (مسند احمد) یا آدھی رات سے (طبرانی) سحری کا وقت (صحاح ستہ) (وفی الترمذی ص ۱۸۸/۲ عن ابن امامہ)

(۶) ساعت جمعہ:۔ یہ ساعت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں جو بھی دعاء کیجاوے (حرام یا غیر شرعی نہ ہو) قبول ہوگی مگر اس کی تعیین میں روایات اور اقوال علماء مختلف ہیں مگر محققین علماء کے نزدیک یہ گھڑی و ساعت جمعہ کے دن میں دائرہ سائرہ گھومتی رہتی ہے۔ کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت میں آتی ہے۔ لیکن کثرت روایات اور اقوال صحابہ و تابعین سے دو وقتوں کو زیادہ ترجیح ثابت ہوتی ہے اول یہ کہ جس وقت امام خطبہ کیلئے ممبر پر بیٹھے تا فراغت نماز (رواہ مسلم عن ابی موسیٰ اشعریؓ والنووی) اور دوسرا یہ کہ یہ وقت نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک ہے (رواہ ترمذی۔ و احمد عن عبد اللہ بن سلام ورجحہ الترمذی وغیرہ)

(فائدہ) مگر یہ خیال اہتمام سے رکھے کہ درمیان خطبہ دعاء زبان سے نہ مانگے کہ سماع خطبہ اور سکوت واجب ہے بلکہ دل میں دعا مانگے یا خطبہ کے اندر جو دعائیہ کلمات خطیب کہتا ہے ان پر دل دل میں آمین آمین کہتا جاوے نیز عرض ہے کہ صاحب حاجت کو چاہیئے دونوں وقتوں کو دعاء میں مشغول رکھے کہ اتنی بڑی نعمت کے مقابلہ میں دونوں وقت میں تھوڑی دیر مشغول رہنا کوئی مشکل کام نہیں۔

اجابت و قبولیت دعاء کے خاص حالات

جس طرح اوقات مذکورہ مقبولیت دعاء میں زیادہ مؤثر ہیں۔ اسی طرح

انسان کے بعض حالات اجابت دعاء اور مقبولیت میں خاص اثر اور دخل رکھتے ہیں جن میں کوئی دعاء رد نہیں کی جاتی وہ حالات یہ ہیں ۔

(۱) اذان کے وقت (ابوداؤد مستدرک حاکم)

(۲) اذان واقامت کے درمیان (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

(۳) حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کے بعد اس شخص کیلئے جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو اس وقت میں دعاء کرنا مفید ہے (مستدرک)

(۴) جہاد میں صف باندھنے کے وقت (ابن حبان، طبرانی، موطاء)

(۵) جہاد میں گھمسان لڑائی کے وقت (مشکوۃ صفحہ ۱۹۶ ابوداؤد)

(۶) فرض نمازوں کے بعد (ترمذی عن ابی امامہ، نسائی)

(فائدہ) فرض نمازوں کے بعد احادیث میں دعاء کی ترغیب آئی ہے اور اسی طرح ذکر اذکار کی بھی ترغیب آئی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نمازوں کے سلام کے بعد مختلف اعمال ثابت ہیں ۔ دعاء انفرادی اور ذکر انفراداً اور وعظ کرنا اور فوراً اٹھ کر چلے جانا وغیرہ شارع علیہ السلام کے ان مختلف اعمال سے مقصد وسعت ہے امت مسلمہ پر کہ فرض کے بعد امام اور مأموم پر کسی ایک عمل کی پابندی نہیں بلکہ ہر فرد کو اختیار ہے جس عمل میں لگنا چاہیے لگ جائے اور اسی طرح دعاء میں یہ ضروری نہیں خواہ مخواہ ہاتھ اٹھا کر کرے، بلکہ مرضی ہے دعاء بغیر ہاتھ اٹھائے کرے یا ہاتھ اٹھا کر کرے بعض ناواقف لوگ ہاتھ اٹھانا لازمی امر سمجھتے ہیں اگر کوئی شخص بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء کرے تو اسکو نفرت کی نگاہ

سے دیکھتا ہے گویا اس نے دعا سرے سے نہ کی ہوگی۔ حالانکہ ہاتھ اٹھانا دعاء میں نہ شرط ہے نہ ضروری ہے بلکہ بعض دعاؤں میں کمال دعاء اور آداب دعاء میں سے ہے اصل دعاء وہ الفاظ دعائیہ ہیں جو کہے جاتے ہیں نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور تابعین عظام سے منقول اور ثابت نہیں تو یہ خلاف سنت ہے اور بدعت ہے خصوصًا جبکہ اس پر دوام کیا جاتے یا نہ کرنے والے پر اعتراض اور طعن کیا جائے تو اس وقت اس کے بدعت ہونے میں شک نہیں۔

(۷) سجدہ کی حالت میں (مسلم ابوداؤد، نسائی)

(فائدہ) مگر فرائض میں نہیں۔

(۸) تلاوت قرآن کے بعد (ترمذی) اور بالخصوص ختم قرآن کے بعد (طبرانی ابویعلی) اور بالخصوص پڑھنے والے کی دعاء بہ نسبت سننے والوں کی زیادہ مقبول ہے (ترمذی طبرانی)

(فائدہ) ختم قرآن کے بعد جو اجتماعی دعائیں خاص دھوم و دھام اور اہتمام سے کی جاتی ہے یہ بدعت ہے سنت کے خلاف ہیں۔ اس سے احتراز لازم ہے۔

(۹) آب زمزم پینے کے وقت دعاء قبول ہوتی ہے (مستدرک حاکم)

(۱۰) میت کے پاس حاضر ہوتے وقت یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے کے وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے (مسلم و سنن اربعہ)

(۱۱) مرغے کی آذان دیتے وقت (یعنی آواز کے وقت) بخاری مسلم و ترمذی، نسائی)

(۱۲) مسلمانوں کے اجتماع کے وقت (مثل عرفات) صحاح ستہ من عطیفة الانصاریة)

کیونکہ وہاں اجتماع دعاء کے واسطے نہیں بلکہ ایک رکن حج کے ادا کرنے کیلئے ہے جس میں تسبیح وتہلیل وتکبیر واستغفار درود دعاء سب پڑھے جاتے ہیں اور کوئی اپنے اپنے طور پر مشغول ہوتا ہے اور اس وقت ایک فریضہ حج کے اعظم رکن کی ادائیگی کیوجہ سے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے جو کوئی اس وقت دعاء وغیرہ مانگتا ہے اقرب الی الاجابت ہوگی یہ تاثیر مطلق اجتماع کے وجہ سے نہ آئی بلکہ اسی محل اور اس عمل جو اس مخصوص زمانہ میں ادا کیا جاتا ہے کیوجہ سے آئی ہے جس کیوجہ سے یہ اجتماع لامحالتہ صورۃ پیدا ہوگیا نہ مقصوداً للدعاء۔

(۱۳) مجالس ذکر میں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

(۱۴) امام کے ولا الضالین کہنے کیوقت (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(فائدہ) مراد اس وقت کے دعاء سے صرف آمین کہنا ہے دوسری دعائیں مراد نہیں (جیسے کہ ابوداؤد باب التشہد میں ہے اذا قرء غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین یحبکم اللہ تعالیٰ یعنی امام جب ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو حق تعالیٰ تمہاری دعاء قبول فرمائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ اس موقع پر دعاء سے مراد صرف آمین کہنا ہے نہ اور دعائیں۔

(۱۵) اقامت نماز کے وقت (طبرانی ابن مودودیہ)

(۱۶) بارش برسنے کیوقت (ابوداؤد، طبرانی، ابن مردویہ عن سہل بن سعد الساعدی امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ وتابعین

کا یہ عمل سنا ہے کہ بارش کے وقت خصوصیت سے دعا مانگتے تھے۔

(۱۷) بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت (ترمذی و طبرانی)

(۱۸) سورۃ انعام کی آیت کریمہ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

دونوں اسم اللہ کے درمیان جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، امام جزری رح فرماتے ہیں، ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے اور بہت سے علماء سے اس کا مجرب ہونا منقول ہے۔

مقامات اجابت دعاء

حضرت حسن بصری رح سے اجابت دعا کیلئے مندرجہ ذیل مقامات منقول ہیں کہ ان مقامات میں دعا قبول کی جاتی ہے۔

(۱) طواف بیت اللہ شریف کے دوران

(۲) میزاب رحمت یعنی بیت اللہ شریف کے پرنالے کے نیچے جو کہ حطیم میں گرتا ہے۔

(۳) ملتزم کے پاس یعنی دروازہ بیت اللہ اور حجر اسود کے درمیان جو جگہ ہے

(۴) بیت اللہ شریف کے اندر

(۵) چاہ زمزم کے پاس۔

(۶) مقام ابراہیم کے پیچھے مقابل بیت اللہ کھڑے ہو کر دعا مانگنا

(۷) **سعی بین الصفا والمروہ** یعنی اس کھلے میدان میں جو صفا پہاڑ اور مروہ پہاڑ کے درمیان ہے۔

(۸) مقام ابراہیم کے پیچھے خواہ قریب ہو یا ذرا دور ہو۔

(۹) عرفات کے میدان کے اندر جہاں بھی ہو دعا قبول کی جاتی ہے۔

(۱۰) **مزدلفہ** میں جو عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک مقام ہے تقریباً عرفات سے تین میل اور منیٰ سے بھی تین میل کے فاصلے پر دونوں کے درمیان میں واقع ہے یہ دعا جبل قزح (مخیسر) کے اوپر ہو یا اور مقام جہاں بھی ہو لیکن مزدلفہ کے حدود کے اندر ہو۔

(۱۱) منی میں جہاں ہدایا ذبح کئے جاتے ہیں اور حجاج کرام رمی جمار کیلئے تین دن ٹھہرتے ہیں۔

(۱۲) **رمی جمرات** :- کے وقت جمرات وہ تین پتھر ہیں جو منیٰ میں نصب کئے ہوئے ہیں جن پر حجاج کرام کنکریاں مارتے ہیں۔

وہ لوگ جنکی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہے کہ اس نے رحمان الدنیا صفت عامہ کے طفیل سے بعض لوگوں کے استغاثہ اور فریاد کو قبولیت عاجلہ کا شرف بخشا ہے اور ان کی حالت زار پر نہایت لطف اور عطوفت سے فیاضانہ اور عادلانہ توجہ فرماتا ہے وہ قابل رحم لوگ یہ ہیں جنکی دعا کی قبولیت کی توقع زیادہ کیجاتی ہے۔

(۱) مضطر یعنی بے بس مصیبت زدہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

(۲) مظلوم اگرچہ فاسق و فاجر ہو (ترمذی ج۲ ص۱۸۲، مشکوٰۃ ص۱۹۵، ابوداؤد ج۱ ص۲۱۵، ابن ابی شیبہ) بلکہ مظلوم اگر کافر بھی ہو تو اس کی بھی دعا رد نہیں ہوتی ہے (مسند احمد ابن حبان)

(۳) والد کی دعا اولاد کیلئے (ابوداؤد ج۱ ص۲۱۵، ترمذی ج۲ ص۱۸۲، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص۱۹۵)

(۴) عادل بادشاہ کی دعا (ترمذی، ابن حبان، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص۱۹۵)

(۵) نیک بندہ (یعنی صحیح العقیدہ اور متبع سنت حلال خور و حلال پوش جو صفتِ اخلاص سے متصف ہو) کی دعا بھی مقبول اور مستجاب ہے بخاری، مسلم، ابن ماجہ

(۶) اولاد بار یعنی والدین کی فرمانبردار ہو (مسلم)

(۷) ابن السبیل یعنی مسافر (ابوداؤد ج۱ ص۲۱۵، مشکوٰۃ ص۱۹۵، ابن ماجہ، بزاز، ترمذی ج۲ ص۱۸۲)

(۸) صائم روزہ دار کی دعا روزہ افطار کرنے کیوقت (مشکوٰۃ ص۱۹۵، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان)

(۹) دعاء الغائب للغائب غائبانہ دعا ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لئے مستجاب ہے (مشکوٰۃ ص۱۹۵، مسلم ج۲ ص۳۵۲، ابوداؤد ج۱ ص۲۱۵، ابن ابی شیبہ)

(۱۰) دعاء الحجاج حاجیوں کی دعا جب وہ اپنے وطن واپس آ ویں مشکوٰۃ ص۱۹۶ (جامع ابی منصور)

(۱۱) دعاء المجاھد مجاہد کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک جہاد سے فارغ نہ ہوا ہو

یا واپس نہ آیا ہو (مشکوٰۃ ص ۱۹۶)

(۱۲) دعاء المریض. بیمار کی دعا رد نہیں ہوتا ہے جب تک وہ تندرست نہ ہوا ہو (مشکوٰۃ ص ۱۹۶)

الدعوات الجامعة المأثورة المأخوذة من الأحاديث الصحيحة

تمام دعاؤں کا احاطہ اس مختصر رسالہ میں محال ہے. نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض معمولات وقت فراغت نماز رسالہ کے اول میں ذکر کئے گئے باقی جامعہ ماثورہ دعائیں اور تسبیحات اور استغفارات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ رسالہ کا ابتداء اور انتہا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو کر قابل قبولیت خاص و عام ہو جائے۔ اللہ کریم سے نیازمندانہ درخواست ہے کہ اس حقیر سعی، جو کہ بارادۂ احیاءِ سنت نبویہ کی گئی ہے کو قبول فرما کر بندہ نوازی فرمائے اور موجب ہدایۃ عامۃ الناس گردانے آمین

وليس ذالك على الله بعزيز

وہ دعائیں جو رحمۃ للعالمین ﷺ نے امت کیلئے تعلیم فرمائی ہیں

—— /// —— /// —— /// —— /// —— ///

۱۔ عن انس قال كان اكثر دعاء النبي صلى الله عليه وسلم اللهم

آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

بخاری ۲/۹۴۵ و مسلم ۲/۳۴۴ ۔ اور حضرت انس رضی اللہ بھی اکثر یہی دعا مانگتے تھے۔ عن عبد اللہ ابن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ التُّقٰی وَالْھُدٰی وَالْعِفَافَ وَالْغِنٰی (رواہ مسلم ج ۲/۳۵۰ و مشکوۃ ص ۲۱۸)

•۔ حدثنا ابو معاویۃ الاشجعی عن ابیہ قال کان الرجل اذا اسلم علمہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ ثم امرہ ان یدعوا بھٰؤلاء الکلمات۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (رواہ مسلم ص ۲/۳۴۵)

•۔ عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول دبر صلوۃ الفجر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا۔ رواہ احمد ابن ماجہ والبیہقی فی الدعوات الکبیر وعن عبد اللہ بن

•۔ عمرو قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّۃَ وَالْعِفَّۃَ وَالْاَمَانَۃَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰی بِالْقَدَرِ۔

•۔ وعن اُمِّ مَعْبَدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رسول اللہ صلی علیہ وسلم یقول اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔ رواھما البیہقی فی دعوۃ الکبیر مشکوۃ ص ۲۲۰۔

عن بریدۃ رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا اللہ باسمہ الاعظم الذی اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ (رواہ ابوداؤد ص۲۰۹ والترمذی (مشکوٰۃ ص۱۹۹)

وعن انس رضہ قال کُنْتُ جالسًا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد ورجلٌ یصلی فقال اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْأَلُکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہ دَعَا اللہ باسمہ الاعظم الذی اِذَا دُعِیَ بہ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بہ اَعْطٰی

(رواہ الترمذی ابوداؤ دوغیرہ مشکوٰۃ ص۲۰۰)

• عن عبد اللہ بن قیس قال قال النبیُّ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ فقلتُ بلی یا رسولَ اللہ فقال قل لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (رواہ مسلم ج۲ ص۳۴۶)

• عن ابی بکر رضہ انہ قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِّمْنِیْ دُعَاءً ادعو بہ فی صلاتی و فی بیتی قال قل اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (مسلم ج۲ ص۳۴۷)

وہ تسبیحات اور کلمات توحید اور ان کا اجر

جو ھادیٔ امت نے تعلیم فرمائی ہے

• عن ابی هریرة رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کَانَ لَہٗ عَدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَکُتِبَ لَہٗ مِائَۃُ حَسَنَۃٍ وَمُحِیَتْ عَنْہُ مِائَۃُ سَیِّئَۃٍ وَکَانَتْ لَہٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَہٗ ذَالِکَ حَتّٰی یُمْسِیَ وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِہٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَکْثَرَ مِنْہُ

(رواہ البخاری ص ۹۴۷ ج ۲ ومسلم ص ۳۴۴ ج ۲)

• عن عمرو بن میمون مرفوعاً قال من قال لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عشر مرات کان کمن اعتق اربعۃ انفس من ولد اسماعیل مسلم ص ۳۴۴ ج ۲ ۔

• عن سعد رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوۃ ذی النون اذ دعی وھو فی بطن الحوت لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فانہ لم یدع بھا رجل مسلم فی شیء قط الا استجاب اللہ لہ (رواہ الترمذی ص ۱۸۸ ج ۲)

• عن انس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول عند الکرب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (رواہ البخاری صـ۹۲۹ ج۲ ومسلم صـ۳۵۱ ج۲ ومشکوٰۃ صـ۲۱۲)

• عن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل السوق فقال لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کتب اللہ لہ الف الف حسنۃ ورفع عنہ الف الف سیئۃ ورفع لہ الف الف درجۃ وبنی لہ بیتًا فی الجنۃ (رواہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی ھذا حدیث غریب مشکوٰۃ صـ۲۱۴)

• عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان اقول سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ (رواہ المسلم صـ۳۴۵ ج۲)

• عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ الزَّبَدِ الْبَحْرِ (رواہ البخاری صـ۹۴۸ ج۲)

• عن مصعب بن سعدٍ قال حدثنی ابی قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ اَحَدُنَا الف حَسَنَةٍ قال يسبح مائة تسبيحة فَيُكْتَبُ لَهٗ اَلْفُ حَسَنَةٍ وَيُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ خَطِيْئَةٍ (رواہ مسلم صـ۳۴۵ ج۲)

•۔ عن ابی ہریرۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ وبحمدہٖ (رواہ البخاری صـ۹۴۸/۲ ومسلم صـ۳۴۴/۲)

•۔ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم من قال حین یصبح وحین یمسی سبحان اللہ وبحمدہٖ مأۃ مرۃ لم یأت احد یوم القیامۃ بافضل مما جاء بہٖ الا احد قال مثل ما قال اوزاد (مسلم صـ۳۴۴/۲)

•۔ عن ابی ذرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای الکلام افضل قال ما اصطفاہ اللہ لملائکتہٖ اولعبادہٖ سبحان اللہ وبحمدہٖ (رواہ مسلم صـ۳۵۱/۲)

•۔ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ الا اخبرکم باحب الکلام الی اللہ قلت یا رسول اللہ اخبرنی باحب الکلام الی اللہ فقال احب الکلام الی اللہ سبحان اللہ وبحمدہٖ (رواہ مسلم صـ۳۵۱/۲)

•۔ عن جویریۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من عندھا بکرۃ حین صلی الصبح وھی فی مسجدھا ثم رجع بعد ان اضحی وھی جالسۃ قال مازلت علی الحال التی فارقتک علیھا قالت نعم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد قلت بعدک اربع کلمات ثلاث مرات لووزنت بما قلت منذ الیوم لوزنتھن سبحان اللہ وبحمدہٖ عدد خلقہٖ ورضی نفسہٖ وزنۃ عرشہٖ ومداد کلماتہٖ ۔(مسلم صـ۳۵۰/۲ وابوداؤد صـ۲۱۰/۱۷)

•- عن ابی ھریرۃ رضؓ اَنَّ فَاطِمَۃَ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُہٗ خَادِمًا وَشَکَتِ الْعَمَلَ فَقَالَ مَا اَلْفَیْتِہٖ عِنْدَنَا قَالَ اَلَا اَدُلُّکِ عَلٰی مَا ھُوَ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِیْنَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتَحْمَدِیْنَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتُکَبِّرِیْنَ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ حِیْنَ تَاْخُذِیْنَ مَضْجَعَکِ (رواہ مسلم ص ۳۵۱/۲ج)

وہ استغفارات واستعاذات مسنونہ ماثورہ جنکی ترغیب وتعلیم شفیع المذنبینؐ نے دی ہے

—///—

•- حدث شداد بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ یَقُوْلَ الْعَبْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَھَا مِنَ النَّھَارِ مُوْقِنًا بِھَا فَمَاتَ مِنْ یَوْمِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّمْسِیَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ قَالَھَا مِنَ اللَّیْلِ وَھُوَ مُوْقِنٌ بِھَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ فَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (رواہ البخاری ص ۹۳۳ ج ۲)

•- عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَ

فُجَاءَةِ نِعْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ (رواہ مسلم ص۳۵۲ ج۲ ابوداؤد ص۲۱۲ ج۱)

• عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یتعوذ من سُوْءِ الْقَضَاءِ وَمِنْ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَمِنْ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَمِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ (رواہ مسلم ص۳۴۶ ج۱)

•۔ عن عمرو بن ابی العاص قال سَمِعْتُ انس بن مالك كان النبی صلی الله علیه وسلم یقول اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ (بخاری ص۹۴۲)

•۔ حدثنا المعتمر قال سمعت ابی قال سمعت انس بن مالك یقول کان نبی الله صلی الله علیه وسلم یقول اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ (رواہ البخاری ص۹۴۲ ج۲ ومسلم ص۳۴۷ ج۲ وابوداؤد ص۲۱۵ ج۱)

•۔ وعن عبد الله بن عمرو قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ ۔

(مشکوٰۃ ص۲۱۰ وترمذی ص۱۸۶ ج۲)

عن عائشة رض ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول فی دعائه اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ ۔

(رواہ مسلم ص۳۴۹ ج۲ وابوداؤد ص۲۱۶)

عن زيد انه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول من قال أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ غفر له وإن كان فر من الزحف (رواه ابو داؤد صـ ۲۱۲/۱۱۰)

سونے کے وقت اوراد وعملیات مسنونہ ماثورہ

اول

ان کی ترغیب وتعلیم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے

• - عن ابی هريرة رض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا آوى احدكم الى فراشه فليأخذ داخلة ازاره فلينفض بها فراشه وليسم الله فانه لا يعلم ما خلفه بعده على فراشه فاذا اراد ان يضطجع فليضطجع على شقه الايمن وليقل سبحانك ربي بِكَ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَاغْفِرْ لَهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ (رواه مسلم صـ ۳۴۹/۲۲۰)

• - عن حذيفة رض قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا اخذ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثم يقول اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَى وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قال الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ

(رواه البخاری صـ ۹۳۴/۲۲۰ ومسلم صـ ۳۴۸/۲۲۰)

• - عن البراء بن عازب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اوى الى فراشه نام على شقه الايمن ثم قال اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ

نَفْسِیْ إِلَیْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ إِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِیْ إِلَیْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ إِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَیْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْكَ إِلَّا إِلَیْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ أَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قَالَهُنَّ ثُمَّ مَاتَ تَحْتَ لیلتہ مات علی الفطرۃ (رواہ البخاری صـ ۹۳۴/۲ و مسلم صـ ۳۴۸/۲)

• عن انس رضؓ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اوی الی فراشہ قال اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا. فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِیَ لَهٗ (رواہ مسلم صـ ۳۴۹/۲)

عن عائشۃ رضؓ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اخذ مضجعہ نفث فی یدیہ فقرأ بالمعوذات ومسح بہا جسدہ

(رواہ البخاری صـ ۹۳۵/۲ و مسلم صـ ۳۴۸/۲)

• عن ابی سعید رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال حین یأوی الی فراشہ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَیْهِ ثلاث مرّات غفر اللہ لہ ذنوبہ وان کانت مثل زبد البحر اوعدد الرمل عالج اوعدد ورق الشجر اوعدد ایام الدنیا

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب مشکوٰۃ صـ ۲۱۱)

صبح وشام کے اورادِ ماثورہ مسنونہ

• عن ثوبان بن عثمان رضؓ قال سمعت ابی یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما من عبد یقول فی صباح کل یوم ومساء کل لیلة بِاسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِهِ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ثلاث مرات فیضرہ شئی ۔ (مشکوٰۃ ص۲۰۹)

● ـ عن ثوبان رضہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ما من عبد مسلم یقول اذا امسی واذا اصبح ثلاثا رَضِیْتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا الاکان حقاً علی اللہ ان یرضیہ یوم القیامۃ (رواہ احمد والترمذی ص۲۱۰)

● ـ عن ابی ہریرۃ قا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل حین لدغتہ العقرب اما لو قلت حین اَمْسَیْتَ اَعُوْذُ بِاللهِ بِکَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۳)

● ـ عن ابی ہریرۃ رضہ قال قال ابوبکر رضہ قلت یا رسول اللہ مُرْنِی بشیئ اقولہ اذا اَصْبَحْتُ واذا اَمْسَیْتُ قال قل اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ کُلِّ شَیْئٍ وَمَلِیْکَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِهٖ قل اذا اصبحت واذا امسیت واذا اخذت مضجعک ۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی ۔ مشکوٰۃ ص۲۰۹)

جب ڈراؤنی خواب دیکھے تو کیا پڑھے؟

● ـ عن ابی سعید الخدری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول

اذا رأی احدکم الرؤیاء یحبها فانما هی من الله فلیحمد الله علیها ولیحدث بما رای واذا رای غیر ذالك مما یکرهه فانما هی من الشیطان فلیستعذ بالله من شرها ولا یذکرها لاحد فانها لا تضره (رواہ الترمذی صـ ۱۸۳/۲)

● عن ابی قتادة رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الرؤیا الصالحة من الله والحلم من الشیطان فاذا رای احدکم ما یحب فلا یحدث به الا من یحب واذا رای مایکره فلیتعوذ بالله من شرها ومن شر الشیطان ولیتفل ثلاثاً ولا یحدث بها احداً فانها لن تضره (متفق علیه مشکوٰة صـ ۳۹۴)

عن جابر رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رأی احدکم الرؤیاء یکرهها فلیبصق عن یساره ثلثاً ولیستعذ بالله من الشیطان ثلثاً ولیتحول عن جنبه الذی کان علیه (رواہ مسلم مشکوٰة صـ ۳۹۴)

جب کھانا کھاوے تو کس طرح کھائے

— اور —

کیا پڑھے

(۱) حدیث جب کھانا کھائے یا پانی پیئے تو دائیں ہاتھ سے۔ اور نہ کھائے نہ پیئے بائیں ہاتھ سے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے (رواہ مسلم عن ابن عمر مشکوٰة صـ ۳۶۳)

(۲) حدیث :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے اور رومال تولیہ کے استعمال سے پہلے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے (رواہ مسلم عن کعب بن مالک مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

(۳) حدیث :- نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انگلیوں کو اور برتن کو چاٹ لیا کرو۔ کیا معلوم کہ کونسے ذرۂ طعام میں برکت ہے۔ (رواہ مسلم عن جابرؓ مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

(۴) حدیث :- فرمایا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر بن سلمہؓ صحابی کو۔ کہ بسم اللہ پڑھ اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے ہی کھاؤ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

(۵) حدیث :- فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان تمہارے ہر کام کو حاضر ہوتا ہے اور دخل اندازی کرتا ہے طعام کو بھی حاضر ہوتا ہے جب کوئی لقمہ گرا تو اسکو اٹھا کر صاف کرو اور کھاؤ شیطان کیلئے نہ چھوڑو (رواہ مسلم عن جابر مشکوٰۃ ص ۳۶۳)

(۶) حدیث :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی طعام کو معیوب نہیں سمجھتے اگر خواہش ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے (متفق علیہ عن ابی ہریرۃؓ مشکوٰۃ ص ۳۶۴)

(۷) حدیث :- فرمایا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی روٹی دو کیلئے دو آدمی کی روٹی چار کیلئے اور چار کی آٹھ کیلئے کافی ہے۔

(رواہ مسلم عن جابرؓ مشکوٰۃ ص ۳۶۴)

(۸) حدیث:۔ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ طعام کی برکت ہاتھ دھونے میں ہے پہلے بھی بعد میں بھی اور ثرید سے نزدیک طرف سے کھاؤ اوپر نہ کھاؤ کیونکہ بیچ میں برکت نازل ہوتا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۶ عن سلمان و ابن عباسؓ)

(۹) عن ابن عمرؓ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقرن الرجل بین التمرتین حتی یستاذن اصحابہ۔
(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۷)

(۱۰) عن ابی امامۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رفع مائدتہ قال الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ غیر مکفیّ ولا مودع ولا مستغنًی عنہ ربنا (رواہ البخاری ص ۲۶۵ مشکوٰۃ)

(۱۱) عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من طعامہ قال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (رواہ ابو داؤد، ترمذی مشکوٰۃ ص ۳۶۵ حصین ص ۱۳۹)

(۱۲) عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اکل احدکم فنسی ان یذکر اللہ علی طعامہ فلیقل بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَآخِرَہٗ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد مشکوٰۃ ص ۳۶۵ حصن حصین ص ۱۳۸)

جب کسی کا کھانا کھائے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ۔

(رواہ مسلم عن عبد اللہ بن بسرؓ مشکوٰۃ ص۲۱۳)

یا یہ پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا (حصن حصین ص۱۲۲) یا یہ پڑھے اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ (مشکوٰۃ ص۳۶۹ عن انسؓ)

جب سفر کیلئے نکلے اور سواری پر بیٹھ جائے تو کیا پڑھے

● عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا استوٰی علی بعیرہ خارجا الی السفر کبّر ثلاثا ثم قال سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى۔ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ لَنَا بُعْدَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ۔ واذا رجع قالهن وزاد فيهن آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۲۱۳ والترمذی ج۲ ص۱۸۱)

جب کسی منزل پر اتر پڑے تو کیا پڑھے؟

● عن خولة بنت حکیم السلمیة تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یقول اذا نزل احدکم منزلاً فلیقل اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّهٗ شَيْءٌ حتی یرتحل من منزلہ ذالك (رواہ مسلم ص ۳۴۷/۲)

جب کسی کو رخصت کرے تو کیا پڑھے؟

● عن سالم ابن عمرؓ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یودعنا فیقول اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ

● (رواہ الترمذی ص ۱۸۲) جب وہ چلنے لگے تو یہ دعا پڑھ کردے دے۔
اَللّٰهُمَّ اَطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ (مشکوٰۃ ص... حصن حصین ص ۱۵۶)

● اور مسافر یہ دعا دیوے اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا تَضِيْعُ وَدَائِعُهٗ
حصن ص ...

جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو کیا پڑھے؟

● عن عمرؓ ان رسول اللّٰہ علیہ وسلم قال من رأی صاحب بلاءٍ فقال اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا" الا عوفی من ذالك البلاء كائنا ما كان ما عاش (ترمذی ص ۱۸۱/۲)

جب کسی مجلس سے اٹھے تو کیا پڑھے؟

● عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من جلس فی مجلسٍ فکثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذالك سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا كَانَ فِيْ مَجْلِسِهٖ ذَالِكَ (ترمذی ص ۱۸۱/۲ مشکوٰۃ ص ۲۱۳)

جب کوئی شادی کرلے یا کوئی چیز خرید لے تو کیا پڑھے

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا تزوج احدکم امرأۃ او اشتری خادمًا فلیقل۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاِذَا اشْتَرٰی بَعِیْرًا فَلْیَاْخُذْ بِذِرْوَۃِ سَنَامِھَا وَلْیَقُلْ مِثْلَ ذٰالِکَ وفی روایۃ فی المرأۃ والخادم ثم لیاخذ بناصیتھا ولیدع بالبرکۃ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ ص۲۱۵)

جب کسی کی تعزیت کرے تو یہ کہے

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَاصْبِرْ وَاحْتَسِبْ (حصن حصین ومشکوٰۃ ص۱۵۰) یا یہ کہے اَحْسَنَ اللّٰہُ عَزَاکُمْ وَغَفَرَ اللّٰہُ مَیِّتَکُمْ وَاَعْظَمَ اَجْرَکُمْ

شادی کرنے والے دولھے کو یہ مبارکباد دے

عن ابی ھریرۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ سلم کان یقول بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد (وابن ماجہ وبخاری ص۹۲۵ ج۲ ومشکوٰۃ ص۲۱۵)

جب کوئی بدخواہ سے ڈرے تو کیا پڑھے

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا خاف قوما قال اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ ۔

(رواہ احمد وابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۱۵)

جب کسی دشمن نے گھیر لیا تو کیا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا ۔ عن ابی سعید الخدری مشکوٰۃ ص ۲۱۶)

جب چوٹ لگے تو کیا پڑھے

فان اصابتہ جراحۃ قال بسم اللہ (نسائی حصن حصین ص ۱۸۷)

زیادہ پریشانی کے وقت کیا پڑھے

عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوات المکروب ۔ اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْا فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَانِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۲۱۵)

جب کوئی مصیبت پہنچے یا کانٹا لگے تو یہ پڑھے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا (رواہ مسلم ص حصن ص ۱۹۷)

جب کسی مریض کی عیادت کرے تو یوں کہے

لَا بَأْسَ طَھُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ (مشکوٰۃ بخاری ص ۸۴۵

پھر سات دفعہ اس کی صحت وشفاء کیلئے یہ دعا کرے ۔

اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر موت مقدر نہ ہو تو سات مرتبہ پڑھنے سے (اگر اللہ چاہے) ضرور شفا ہو گی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵)

اگر کوئی زیادہ مقروض و مدیون ہو جائے تو یہ دعا کرتا رہے

عَنْ عَلِیٍّ انہ جاءہ مکاتب فقال انی عجزت عن کتابتی قال اَلَا اُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ عَلَّمَنِیْهِنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان عَلَیْکَ مثل کبیر دینا اَدَّاہ اللہ عنک۔ قُلْ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ (رواہ الترمذی والبیہقی فی دعوات کبیر مشکوٰۃ ص ۲۱۶)

اگر پھوڑا یا زخم سے تکلیف درپیش ہو تو یہ عمل کرے

شہادت کی انگلی کو لعاب دہن لگا کر زمین پر رکھ کر پھر اٹھا کر پھوڑے یا زخم کی جگہ پر پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا لِیُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (رواہ البخاری و مسلم ص ۲۲۳ / ۲۷۰ و مشکوٰۃ ص ۱۳۴)

بچہ کو کسی مرض یا شر سے حفاظت کیلئے یہ دعاء پڑھیئے

أُعِيذُكَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ. وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ (رواہ البخاری ص ـــ)

جب اپنی بیوی کی ہمراہ ہمبستر ہو تو کیا پڑھے؟

عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان احدکم اذا اراد ان یأتی اھلہ قال بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. فَإِنَّهُ إِنْ قُدِّرَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَالِكَ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ اَبَدًا۔ متفق علیہا

وفی (بخاری ص ۹۴۵/۲) ومشکوٰۃ ص ۲۱۲

جب بھی کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هٰذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ (مشکوٰۃ ص ـــ) غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (حصن حصین ص ۱۴۳)

جب نیا کپڑا پہنے تو یہ دعاء پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا اُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَاَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي (مشکوٰۃ و حصن ص ۱۴۳)

رقیہ جبرئیل علیہ السلام

عن ابی سعید الخدری رض ان جبرئیل اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد اشتکیت فقال نعم قال بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ

مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْعَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۳۴)

رقیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا (مسلم ص ۲۲۲ ج ۲ بخاری ص ۸۴۷ ج ۲)

وَعَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِهٖ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ (مسلم ص ۲۲۲ ج ۲)

جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو

.... یہ دعا پڑھے ....

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (ترمذی)

جب مسجد سے نکلے تو یہ پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (مسلم)

جب قضاء حاجت کیلئے بیت الخلاء کے دروازے پر پہنچے

—— تو کونسی دعا پڑھے ——

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (بخاری ص ۹۲۶ ج ۱)

مقبرے کا مسنون سلام کیا ہے؟

عن بریدة رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمھم اذا خرجوا الی المقابر السَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ

(رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

عن عائشة رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کُلَّمَا کَانَ لَیْلَتُھَا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من اٰخر اللَّیْلِ الی البقیع فیقول اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

جب نیا چاند دیکھے تو کیا پڑھے

عن طلحة رض بن عبید اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رَأَی الْھِلَالَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللہُ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۲۱۴)

جب کسی شہر یا بستی میں داخل ہوتے ہو تو کونسی دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا ثلاث مرات اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا (حصن حصین ص ۱۶۱)

دعاءِ استخارہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الاُمُورِ کلھا کالسُّوْرَۃِ مِنَ القرآن اذا ھَمَّ احدکم بالامر فلیرکع رکعتین ثم یقول اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃُ اَمْرِیْ اَوْقَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَہٗ (رواہ البخاری صفحہ ۹۴۴ ج ۲) جس عبارۃ پر لکیر کھینچی ہوئی ہے جب اس پر پہنچے تو اپنے کام جس کیلئے استخارہ کرنا ہے اس کا دھیان کرے ۔

دعاءِ ہر مشکل

ہر مشکل کے وقت اول اور آخر درود پڑھے اور درمیان میں یہ دعا پڑھے

یہ دعاء والد محترم ملا عبدالباقی تعالٰی نے مجھے کاتب الحروف کو لکھوایا وہ یہ ہے ۔

يَا لَطِيفُ يَا خَفِيَّ الْاَلْطَافِ اَدْرِكْنِي بِلُطْفِكَ الْخَفِيِّ الَّذِي مَنْ تَلَطَّفَ بِهٖ كَفَاهُ يَا لَطِيفُ يَا لَطِيفُ يَا لَطِيفُ اُلْطُفْ بِي عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَنَجِّنِي مِنَ الْمَكَائِدِ كُلِّهَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَالْطُفْ بِي فِي يُسْرِ كُلِّ عَسِيرٍ فَاِنَّ تَيْسِيرَ كُلِّ عَسِيرٍ عَلَيْكَ يَسِيرٌ

اگر جمع کی صیغوں سے پڑھنا مقصود ہو تو متکلم مع الغیر کی صیغوں سے پڑھے ادرکنا ، الطف بنا ، ونجینا ۔

اظہار حقیقت وشکایت

سوال :۔ بدعات میں مبتلا حضرات اہل حق کے بارے میں کیوں غیظ وغضب بھرے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ذیل فتوونکا مورد بناتے ہیں ۔ وہابی پنج پیری ، مدینہ منورہ جانے کو شرک کہتے ہیں ۔ خیرات ، اسقاط زیارت قبور ، کرامات اولیاء ، مطلق دعاء وغیرہ سے منکر ہیں ۔ اور جب کوئی اشتہار بدعات ورسومات کے رد میں اگر چسپان کر دیا جائے تو فوراً پھاڑ لیتے ہیں ۔ اور اہل حق کے محلہ والوں کو انکے خلاف ابھارتے ہیں ۔ اور انہیں فتوی دیتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی وغیرہ اس کی وجہ کیا ہے ؟

جواب :۔ ان فتوؤں کی پانچ اسباب معلوم ہوتی ہے ۔ اول علم ناقص شرک و بدعات و رسومات کی معنا سے ناخبری دوم عوام سے افعال کرنے میں

نفع و فائدہ اور گذارہ اہل وعیال۔ سوئم خوف بدنامی و بے عزتی و ناراضگی عوام کہ ارے تم اب
تک جاہل تھے اب سمجھ گئے۔ جب یہ اعمال ناجائز تھے۔ تو تم اب تک کیوں
کرتے تھے۔ چہارم خوف بندش آمدنی تحفے و تحائف، اور امامت یا
خطابت اور مدرسی وغیرہ سے بوجہ پیروی سنت نکالنا
پنجم اللہ تعالیٰ اس سے بوجہ تمادی فی الباطل اور دوام و استمرار علے
خلاف حق سخت ناراض ہو جاتے ہیں۔ اس سے حق گوئی اور عمل بالسنۃ
کے توفیق چھین لیتے ہیں۔ تاموت اس گناہ عظیم پر مصر رہتا ہے۔
حالانکہ یہ فتوے سب غلط اور بے بنیاد ہیں۔ کوئی بھی صحیح نہیں۔

ناصحانہ دعوت

آیئے بھائیو! یا اظہار و بلاغ حق اس فانی زندگی کا نصب العین اور مقصد
بنایئے یا حق والوں کی پیروی اختیار کریں ممد و معاون بنے یا کم از کم خاموش
بیٹھئے الٹا حق کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں
اور تہ دل سے غور کریں کہ یہ بدعات جو تم نے دین سمجھ کر ذوق و شوق
کرتے ہیں۔ یہ چار قسموں سے خالی نہیں۔ اولاً کیا یہ اعمال نبی الرحمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم نہ تھے؟ آج تم علم دین میں ان سے بڑھ کر یہ اچھے

اعمال دریافت کرلئے ثانیاً یا معلوم تھے مگر ڈر کے مارے اور بدنامی سے بچنے کیلئے انہوں نے چھوڑ دیے تھے۔ ثالثاً علم و آگاہی کیساتھ ساتھ ان حضرات سے بوجہ غفلت اور سستی رہ گئے تھے آج تم ان سے عمل کے شوق میں بڑھ کر کرنے لگے رابعاً یا ان حضرات نے ان اعمال میں خاموشی مداہنت فی الدین کیوجہ سے اختیار کر رکھی تھی۔ ان سب شقوں میں کفر کا خطرہ ہے۔ (العیاذ باللہ) تو صاف معلوم ہوا کہ یہ اعمال بدعی رواجی دین نہیں ہے۔ اسی وجہ سے خیر القرون کے زمانے میں ان اعمال کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ آیئے خدائے قہار و جبار سے ڈریں اور لومۃ اللائم کے پرواہ کئے بغیر ان بدعات و خرافات و رسومات باطلہ سے خلوص دل سے توبہ تائب بنیں۔ عالم کی مثال شیر جیسی ہے

وہ گیدڑ سے کب ڈرتا ہے۔ لہٰذا یہ سب خلاف سنت اعمال کو یکسر چھوڑ دیں امید قوی ہے کہ رب رحیم و غفور ماضی سے درگذر فرمائیگا۔

٭ واللہ یہدی السبیل وھو علی ما نقول وکیل ٭

٭ الی الدیان یوم الدین نمضی ٭ وعند اللہ تجتمع الخصوم ٭

اے مالک الملک فعال" لما یرید" تو اس ناتوان کی ظاہری اور باطنی لغزشوں کو رحیمانہ اور کریمانہ شان سے معاف فرما اور جسمانی، روحانی بیماریوں سے شفا اور نجات عنایت فرما تیرے سوا کون ہے جس کے آگے ہم ہاتھ پھیلائیں اور اس کے دروازے کھٹکھٹائیں۔

دیناہے اپنے ہاتھ سے اے بے نیاز دے
کیوں مانگتا پھرے تیرا سائل جگہ جگہ

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وجمیع من تبع سنتہ الیٰ یوم الدین آمین یا الٰہ العالمین وانا العبد الفقیر حکیم عمادالدین قریشی عفا اللہ عنہ۔ بروز دوشنبہ۔ بوقت صبح ضحیٰ ۸ بجے ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ وسوموار ۱۲ جولائی ۱۹۸۲ء آخری تصحیح کتاب ہذا سے فارغ ہوا۔

فللہ الحمد اولاً وآخراً

من نہ گویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گناہم کش

کتاب ملنے کا پتہ

مندرجہ ذیل پتوں سے کتاب حاصل کیا جا سکتا ہے

(۱) محمد ذاکر کتب فروش جیلو شیخ میرک روڈ ژوب۔ بلوچستان

(۲) عبد الصمد کلاتھ ہاؤس ۶۶ مسجد روڈ پانی نانھر لائن تاج مارکیٹ کوئٹہ بلوچستان

(۳) حکیم مولوی عماد الدین قریشی شربت خان روڈ قریشی دوا خانہ ژوب بلوچستان

(۴) مولانا عبد اللہ شاہ خطیب جامع مسجد خان قلات کوئٹہ